المدائح السنية
فى
الرد على الوهابية
و يليه
الصيحة العقابية في رد الوهابية النجدية
معه ترجمه اردو
قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست
IHLÂS VAKFI YAYINIDIR
HAKİKAT KİTABEVİ
Darüşşefaka Cad. No: 57/A P.K. 35
34262-Fatih İSTANBUL
Tel: 523 45 56
TURKEY
1986

قال السيد العلامة احمد الطحطاوى فى حاشية الدر المختار قال كثير من المفسرين ان المراد
من الذين فرقوا دينهم اهل البدع والشبهات من هذه الامة وروى عمر رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال اهل السنة رضى الله تعالى عنهم ان الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا اصحاب البدع واصحاب
الاهواء من هذه الامة قال تعالى وان هذا صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم اى الطرق
المختلفة التى هى ما عدا الطريق المستقيم كاليهودية والنصرانية وسائر الملل والاهواء والبدع فتضلوا فى الضلالة وقال
تعالى واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا قال بعض المفسرين المراد من حبل الله الجماعة لانه عقبه بقوله
ولا تفرقوا والمراد من الجماعة هنا اهل العلم اهل الفقه والعلم ومن فارقهم قدر شبر وقع فى الضلالة وخرج من
نصرة الله تعالى ودخل فى النار لان اهل الفقه والعلم هم المهتدون المتمسكون بسنة محمد عليه الصلاة والسلام
وسنة الخلفاء الراشدين بعده ومن شذ من جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخله فى النار
فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله وحفظه وتوفيقه
فى موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته فى مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة
وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله ومن كان خارجا من هذه الاربعة فى هذا
الزمان فهو من اهل البدعة والنار اه قال فان قلت ما وقوفك على انك على صراط مستقيم وكل واحد من
هذه الفرق يدعى انه عليه قلت ليس ذلك بالادعاء والتشبث باستعمال الوهم القاصر والقول الزاعم بل بالنقل
من جهابذة هذه الصنعة وعلماء اهل الحديث الذين جمعوا صحاح الاحاديث فى امور رسول الله صلى الله عليه
وسلم واحواله وافعاله وحركاته وسكناته واحوال الصحابة والمهاجرين والانصار الذين اتبعوهم باحسان مثل
الامام البخارى ومسلم وغيرهما من الثقات المشهورين الذين اتفق اهل المشرق والمغرب على صحة ما اوردوه
فى كتبهم من امور النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه رضى الله تعالى عنهم ثم بعد النقل ينظر الى الذى تمسك بهديهم
واقتفى اثرهم واهتدى بسيرهم فى الاصول والفروع فيحكم بانه من الذين هم هم وهذا هو الفارق بين الحق والباطل
والمميز بين من هو على صراط مستقيم وبين من هو على السبيل الذى على يمينه وشماله قال واختلف العلماء من
السلف والخلف فى تكفير اهل الاهواء والبدع ولا شك ان من كان مذهبه وبدعته مؤديا الى الكفر وهو غير متأول
فيه فهو كافر بالاجماع واما من كان منهم فى مذهبه وبدعته على طريق التأويل والاجتهاد والخطأ المفضى الى
الهوى والبدعة من تشبيه او نعت بجارحة او نفى صفات كمال عما لا يليق به سبحانه وتعالى اختلف السلف
والخلف فى تكفيره فقال بعضهم اهل الاهواء كلهم كفار وهذا قول كثير من السلف والفقهاء والمتكلمين من
الخلف ومنهم من صوب التكفير الذى قالوا به ومنهم من ابى اخراجهم من سواد المسلمين وهو اكثر الفقهاء
والمتكلمين فقالوا هم فساق عصاة ضلال ويورثهم من المسلمين ويحكم لهم باحكامهم قال ابن الهمام فى شرح
الهداية واعلم ان الحكم فى كلام اهل المذاهب بتكفير كثير منهم ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من
غيرهم ولا عبرة بغير الفقهاء والمنقول عن المجتهدين عدم تكفيرهم اه واما قوله عليه الصلاة والسلام (ان بنى
اسرائيل افترقت على اثنتين وسبعين ملة وتفترق امتى) يعنى امة الاجابة المؤمنين به صلى الله
عليه وسلم (على ثلاث وسبعين ملة كلهم فى النار الا واحدة وهى ما انا عليه واصحابى) قال التوربشتى
فى شرح المصابيح المراد من الامة هنا من يجمعهم دائرة الدعوة من اهل القبلة لانه اضافهم الى نفسه فقال
امتى والاكثر ما ورد من الحديث على هذا الاسلوب المراد منه اهل القبلة والمعنى انهم تفرقوا فرقا تتدين كل
واحدة منها بخلاف ما تتدين به الاخرى وقوله كلهم فى النار الا واحدة يعنى كلهم يفعلون ويعتقدون ما هو
موجب لدخول النار فان كان كفروا وماتوا عليه دخلوا النار لا يخرجون منها ابدا وان لم يكن كفرا فهو الى الله
تعالى ان شاء عفا عنهم وان شاء عذبهم ثم يخرجهم من النار ويدخلهم الجنة واستشكل ظاهر قوله عليه
الصلاة والسلام كلهم فى النار بانه ان اريد التأبيد فيها لا يصح لان من مات من اهل البدع على الايمان فلا بد من
دخوله الجنة وان اريد انهم يدخلونها وان كانوا يخرجون لا يصح لان المؤمن العاصى فى مشيئة الله تعالى
[illegible] يدخلونها ولا يدخلون فى المشيئة فعصاة اهل السنة كذلك فاوجه التخصيص واجيب بان
[illegible] بالعذاب فان عذابهم فى النار يكون اشد عذابا من عصاة الفرقة الناجية
[illegible] وبان الكل محكوم لا بحيث اى مجموع هذه الفرق فى النار ومجموع هذه الفرقة
[illegible] فى النار ولا كل الفرقة فى الجنة من غير سابقة عذاب

درود پڑھو اس پر اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ یعنی درود پڑھو ہمیشہ۔ پس اگر تو پوچھے ہمیشہ
ہم کہتے ہیں
یہ قول رب تعالیٰ کا ان اللہ وملٰئکتہ یصلون۔ واقع ہوا استمرار اس پہ کہ یصلون
مضارع کا صیغہ ہے اور مضارع دلالت کرتا ہے استمرار پر۔
پس حاصل یہ ہے کہ درود پڑھو اس پر ساتھ ہمیشگی کے
اے لوگو درود پڑھو نبی علیہ السلام پر کہ درود پڑھو اس پر وہ افضل بشر ہے
وہ ہمارے رب کا رسول ہے اور وہ مختار ہے جملہ اشیاء کا آپ نے چاند کو اشارے سے توڑ دیا
اور مشکوٰۃ میں ہے روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے
اللہ تعالےٰ اس پر دس بھیجے گا۔
اور روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ نے اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں میری امت
کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔
اور روایت ہے ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ نے جب کوئی مسلمان سلام پڑھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ
میری روح کو مجھ پر لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔
پس ثابت ہوا کہ ہمارا درود نبی علیہ السلام پر پیش کیا جاتا ہے۔
اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو

صلی علیَّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیَّ نائیاً ابلغتہ۔ فثبت کما یسمع
النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ یسمع ایضاً من البعید لانہ
رسول للناس بالقرب والبعد۔ کما ثبت بحدیث التی وجد فی دلائل
الخیرات۔ اسمع صلوٰۃ اہل محبتی واعرفہم۔ دلائل الخیرات ص۵۲
واسمع منکم بلا واسطۃ۔ انیس الجلیس للامام السیوطی ص۲۳۵۔
انا جلیس من ذکرنی سعادت الدارین ص۵۴ و مدارج النبوۃ ص۵۰
ثم روح البیان جلد ۲ ص۲۳۵۔ من قال عشر مرۃ الصلوٰۃ والسلام
علیک یارسول اللہ فقد اعتق رقبۃ۔ نسیم الریاض جلد ۳ ص۴۹۲
وقال حسین احمد الدیوبندی فی شہاب ثاقب۔ الصلوٰۃ والسلام
علیک یارسول اللہ وجملۃ الصور للصلوٰۃ لو بخطاب ونداء عند
علمائنا مستحب ومستحسن۔ شہاب ثاقب ص۶۵
فثبت جواز الصلوٰۃ بالنداء والخطاب۔

ع سلموا یا قوم بل صلوا علی صدر الامین
مصطفیٰ ما جاء الا رحمۃ للعالمین

درود پڑھے میری قبر کے نزدیک میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے مجھے پہنچایا جاتا ہے
پس ثابت ہوا جیسے کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر پر نزدیک کا درود سنتے ہیں اسی طرح دور کا بھی
سنتے ہیں اس لیے کہ آپ نزدیک اور دور والوں کے رسول ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہے حدیث میں جو
پائی ہم نے دلائل الخیرات میں۔ کہ سنتا ہوں میں درود اہل محبت کا اور پہچانتا بھی ہوں
اور میں تم سے بلا واسطہ سنتا ہوں۔ میں وہاں موجود ہوں جہاں میری یاد ہو رہی ہے
جس نے دس بار الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہا پس اس نے ایک غلام آزاد کیا
اور کہا حسین احمد دیوبندی نے شہاب ثاقب میں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو علماء مستحب
ومستحسن جانتے ہیں
پس ثابت ہوا جواز درود کا ساتھ خطاب و ندا کے

ع سلام پڑھو اے قوم بلکہ درود پڑھو اوپر سردار امانت داروں کے مصطفیٰ نہیں آئے مگر
رحمت دو جہان کیلئے۔

والصلوٰۃ فی الدعاء کما یفعلون اہل السنۃ

رواہ معاذ بن الحارث عن ابی قرۃ عن سعید بن المسیب
عن عمرؓ موقوفاً وھذا رواہ رزین ابن معاویۃ فی کتابہ مرفوعاً
عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال الدعاء موقوف بین السماء والارض
لا یصعد حتی یصلی عَلَیَّ فلا تجعلونی کغمر الراکب صلوا عَلَیَّ اول
الدعاء واٰخرہ واوسطہ

فثبت ان فی اول الدعاء صلوٰۃ وفی اُخرہٖ واوسطہٖ
وبحمد اللہ تعالیٰ ان اُھل السنۃ والجماعۃ یداومون علیہ
ویستحسنون الصلوٰۃ فی الدعاء کما روّج فی اکثر الشی۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اور درود دُعا میں جیسا کہ اہل السنۃ کرتے ہیں۔
روایت ہے معاذ بن حارث سے وہ ابی قرہ سے وہ سعید بن المسیب سے وہ عمرؓ سے موقوفاً
اور اسی طرح روایت کیا ہے اسے رزین ابن معاویہ نے اپنی کتاب میں مرفوعاً نبی علیہ السلام
سے فرمایا کہ دُعا لٹکی رہتی ہے آسمان و زمین میں اُوپر نہیں چڑھتی جب تک مجھ پر درود
نہ پڑھا جائے پس نہ کرو مجھے مانند درود پڑھو مجھ پر دعا کی ابتدا درمیان
اور آخر میں

پس ثابت ہوا کہ دعا کے ابتداء میں آخر میں اور درمیان میں درود ہے اور اللہ کے
فضل سے اہل السنۃ والجماعت نے اس پر ہمیشگی اختیار کی ہے۔ اور دُعا میں درود کو مستحسن
جانتے ہیں جیسا کہ رواج ہے کراچی میں۔

الاکابر المخالفین

قال حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فی ضیاء القلوب ہر کسے را
کہ شوقِ دیدار محمد رسول اللہ ﷺ می شود بعد نمازِ عشاء با طہارت کامل و جامہ
نو و استعمال خوشبو با ادب تمام رو بسوئے مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جناب
قدس حقیقت محمدی برائے حصولِ زیارت جمال مبارک صلے اللہ علیہ وسلم و
دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورتِ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہ
لباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کرسی تصور کند الصلوٰۃ
والسلام علیک یا رسول اللہ راست، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ چپ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، در دل ضرب کند و ایں درود شریف
را ہر قدر کہ تواند پے در پے تکرار کند انشاء اللہ تعالیٰ مطلوب خواہد رسید۔

ضیاء القلوب ص ۸۳

وایضاً قال الحاجی امداد اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک
یا رسول اللہ بصیغۃ النداء والخطاب یکلمون الناس فیہ
ھذا مبنی علی اتصال المعنوی لہ الخلق والامر عالم الامر

مخالفین کے اکابر

کہا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ضیاء القلوب میں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
دیدار کا شوق ہو نمازِ عشاء کے بعد تجا طہارت کامل کے اور نئے کپڑوں کے اور استعمال خوشبو کے
ساتھ ادب تمام کے منہ مدینہ منورہ کی طرف کرکے بیٹھے اور التجا جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی کرے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کرکے یہ
تصور کرے کہ حضور اکرم سفید کپڑے پہنے اور سبز عمامہ باندھے کرسی پر بدر کے چاند جیسے
جلوہ افروز ہیں اور دائیں طرف الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور بائیں الصلوٰۃ
والسلام علیک یا حبیب اللہ اور دل میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی ضرب لگا
اور اس درود شریف کو جسقدر ہو سکے متواتر تکرار کرے انشاء اللہ مطلب کو پہنچے گا

اور اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کہا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ
خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں اور یہ مبنی ہے اتصال معنوی پر لہ الخلق و
الامر عالم امر

ليس مقيد بالطرف بالقرب والبعد فلا شك في جوازه

امداد المشتاق ص ٥٩

اشرف علی تانوی

ثبت ان اقرؤا الصلوة بكثرة وهو ايضاً الصلوة والسلام عليك يا رسول الله۔ شکر النعمة بذکر رحمة الرحمة ص ١٨

وهذا مقام فكر وتأمل ان اكابر الديوبندية هم يستحبونه والوهابية زماننا والمودودية والنيچيرية وغيرهم يقولون الشرك للصلوة على النبي بالنداء والخطاب فثبت ان اكابرهم كلهم مشركون ولكن لا يفقهون العلم لكن كلهم جهال

حسين احمد مدنی

سمعت من الوهابية اكثرهم يمنعون من الصلوة على النبي عليه السلام بالخطاب الصلوة والسلام عليك يا رسول الله وهم يستهزؤن ويقولون الكلام الفاحش وعلمائنا هذه الصورة وجملة الصور لصلوة لو بخطاب ونداء يقولون مستحب ومستحسن وللمتعلقين يامرون بذالك۔ شهاب ثاقب ص ٦٥

نہیں مقید ساتھ طرف کے قرب و بُعد میں پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔

اشرفعلی تھانوی

کہ یوں دل چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اور یہ مقام غور فکر ہے کہ اکابر دیوبند اسے مستحب جانتے ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابی اور مودودی اور نیچیری وغیرہ ہم درود کو شرک کہتے ہیں جو ساتھ نداء و خطاب کے ہو پس ثابت ہوا ان کے قول سے کہ ان کے اکابر تمام مشرک ہے ولیکن یہ نہیں سمجھتے علم کو اس لیے کہ یہ جاہل ہیں۔

حسین احمد مدنی

وہابیہ کی زبان سے بارہا سنا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور ان کا استہزاء (مذاق) اڑاتے ہیں اور بُرے کلمات کہتے ہیں اور علماء ہمارے اس صورت کو اور تمام صور درود کو اگرچہ بخطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔

محمد ذکریا السہارنپوری

قال فی فضائل درود وفی فهمی ان بجمع الصلوٰة والسلام فافضل
اعنی مکان السلام علیک یا رسول الله والسلام علیک یا حبیب الله
یقال الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله اعنی ان ازید علیه لفظ صلوٰة
فضائل درود ص ١٣٢ مطبوعه مدینه پبلشنگ ص ٢٩

وقال حجة الاسلام امام غزالی رحمة الله علیه فی
احیاء العلوم واحضر فی قلبک النبی علیه السلام وشخصه الکریم وقل
السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته ولیصدق املک
فی انه یبلغه ویرد علیک ما هو اوفی منه انتهی احیاء العلوم ص ١٤٩ جلد ١ له
وهذه العبارة وجدت فی اکثر کتب الفقهاء - عمدة القاری شرح بخاری
جلد ٦ ص ١١١ مواهب اللدنیه جلد ٢ ص ٣٣٠ زرقانی شرح مواهب اللدنیه جلد ٧ ص ٢٢٩
زرقانی شرح موطا امام مالک جلد ١ ص ١٨٠ سعایه جلد ٢ ص ٢٢٠ فتح الملهم جلد ٢ ص ١٤٣
اوجز المسالک جلد ١ ص ٢٦٥ مسک الختام شرح بلوغ المرام ص ٢٥٩

فبطل اثبات الوهابیة وقولهم من حضر فی قلبه النبی علیه السلام
وقت الصلوٰة فصلوته فاسدة. نعوذ بالله من انفسهم ویرحم الله علیهم

له مطبوع فی بیروت

محمد ذکریا سہارنپوری
فضائل درود میں کہا کہ بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود وسلام کو جمع کیا جائے
تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ اور السلام علیک یا حبیب اللہ
کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ - یعنی صلوٰۃ کا لفظ بڑھا دیا جائے۔

اور کہا امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں - اور حاضر کر اپنے دل میں نبی علیہ السلام
کو اور تصور آپ کا رکھ اور کہہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور یقین
جان کر سلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچ رہا ہے - اور اس کا جواب آپ بجا لاتے
ہیں۔
اور یہی عبارت میں نے اکثر کتب فقہاء میں پائی ہے۔

پس باطل ہوا اثبات وہابیہ کا کہتے ہیں کہ جس نے نماز میں نبی علیہ السلام کا خیال
لایا پس اس کی نماز فاسد ہوئی - العیاذ باللہ -

والنداءُ

وايضاً سمعتُ من الوهابية والنداءُ لغير الله شرك فتاوى رشيدیہ۔

قلنا

والنداءُ للنبی علیہ السلام وللاولیاء جائزٌ اما للنبی علیہ السلام فهو من حدیث عبدالرحمٰن بن سعد خدرت رجل ابن عمرؓ فقال لہ رجلٌ اذكر احب الناس الیك فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ادب المفرد ص١٤٢

وایضاً فی فضائل درود لزکریا السہارنفوری دیوبند ص١٣٢

وایضاً اخرج النوویؒ فی کتابہ (اعنی شرح مسلم) خدرت رجل ابن عباس فقال ابن عباس یا محمداه صح الرجلُ فی الوقت کتاب الاذکار ص٣٦۔

واما النداء لولی اللہ تعالیٰ فهو جائزٌ ایضاً ان الولی تابع للنبی کما فی فتاوی حدیثیہ لابن حجر الهیتمی المکیؒ

اور اسی طرح سُنا ہے میں نے وہابیہ سے کہ نداء غیر اللہ کو شرک ہے

قلنا

اور پکارنا نبی علیہ السلام کو یا اولیاء کو یہ جائز ہے وہ نداء جو نبی علیہ السلام کو ہے وہ ثابت ہے حدیث عبدالرحمان بن سعد سے ابن عمر کا پاؤں سُن ہو گیا پس کسی آدمی نے اسے کہا یاد کر اُس کو جو تجھے تمام لوگوں سے اچھا اور محبوب ہو پس کہا اُس نے یا محمد

اور اسی طرح امام نوویؒ نے کہا شرح مسلم میں کہ سو گیا پاؤں ابن عباس کا پس کہا اُس نے یا محمداه صحیح ہوا پاؤں اُس کا اُسی وقت میں

اور بہر حال نداء جو ولی اللہ سے ہے وہ بھی ایسا ہی جائز ہے اس لیے کہ ولی تابع ہے نبی کے جیسا کہ فتاوی حدیثیہ میں ہے جو ابن حجر الهیتمی مکیؒ کا ہے۔

وقال علامۃ خیر الدین رملی فی فتاوی خیریہ ھو اُستاد لصاحب در المختار فقال یا شیخ عبد القادر جیلانی فھو نداء واذا اضیف الیہ شیئًا فھو طلب شیئ اکرام اللہ فما الموجب لحرمتہ فتاوی خیریہ مطبوعہ مصر المجلد الثانی ص ١٨٢

وقال فی الھدایۃ والصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام خارج الصلوٰۃ واجبۃ کما قال الکرخی او کلما ذکر علیہ الصلوٰۃ کما اختارہ الطحاوی انتھی بخاری جلد ثانی علے الھامش۔

فافھم وافکر یا منکر النداء والخطاب
الی اقوال العلماء والمفتیین وقیل۔

یا نبی درود جناب تو
درو زباں است مرد سال صبح شام
نزدیک چو تحفہ فرستیم ما زدور
در داست راہیں صلوٰۃ ست وسلام

ابو المجاہد عامر محمد عبد الخالق القادری ١٣٧٦ھ

اور کہا علامہ خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ میں جو کہ اُستاد ہے مصنف درمختار کا پس کہا یہ ندا ہے یا شیخ عبد القادر جیلانی اور جب ساتھ اسکے بڑھایا جاے پس وہ طلب شیئ ہے از روئے اکرام اللہ کے پس کیا سبب ہے اسکی حرمت کیلئے

اور ہدایہ میں ہے اور درود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز سے باہر واجب ہو جیسا کرخی نے کہا اور جب ذکر ہو آپ پر درود جیسا کہ مختار کیا ہے اسے طحاوی نے پس غور و فکر کر اے منکر نداء و خطاب کے طرف اقوال علماء کے اور مفتیوں کے اور کہ

ویلیہ ہذہ الی ماقبلہ - قول القائل حین وقت الاذان عند
شہادۃ الاولی او الثانیۃ - قرۃ عینی بک یا رسول اللہ

قال جلال الدین السیوطی والقہستانی فی شرح الکبیر نقلا عن
کنز العباد اعلم انہ یستحب ان یقال عند السماع الاولی من
الشہادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ
قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللہم متعنی بالسمع
والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین وقال علیہ السلام
من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابہامیہ ومسح
علی عینیہ لم یعمہ ابدا ۱ھ حاشیہ جلالین مطبوعہ اصح المطابع ثم
روح البیان ماتحت ان اللہ وملئکتہ الآیۃ وموضوعات کبیر لملا علی قاری ص ۲۳۹
ثم البصائر لمولانا حمد اللہ داجی وایضا قال العلامۃ الشامی ص ۲۶۹ تتمہ

اور یہ ملا ہوا ہے ساتھ گزشتہ کے - قول قائل کا وقت اذان کے نزد شہادت اول
کے یا ثانیہ کے - یا رسول اللہ تم میری آنکھوں کے ٹھنڈک ہو -

کہا جلال الدین سیوطی نے اور قہستانی نے شرح کبیر میں نقل کیا کنز العباد جان کہ
بالتحقیق یہ مستحب ہے کہ کہا جاوے سماع اولی کے نزدیک شہادت ثانیہ سے درود ہو تم پر اے
اللہ کے رسول اور وقت شہادت ثانیہ کے ٹھنڈک ہو تم یا رسول اللہ میری آنکھوں کے
پھر کہے اللہم اللہ دے مجھے قوت سماع و بصارت کی یہ کہے بعد رکھنے ناخن انگوٹھوں دونوں
کا آنکھوں پر اور کہا نبی علیہ السلام نے جس نے سنا اذان میں نام میرا اور چوما ناخن
دونوں انگوٹھوں کے اور آنکھوں پر لگایا کبھی آنکھیں خراب نہ ہوں گی -

حيلة الاسقاط

جمعهٗ الحيل وتعريفهٗ ما يحتال به الرجل بحمد الله تعالى وعونه اهل السنة يفعلون حيلة الاسقاط من زمان عمرؓ الى الآن وفى جوازه كثرة الاثبات۔

فان قلت كيف اجاز العلماء الحيل مع ان البخاري اورد فى كتابه الحيل احدا وثلثين حديثا فى منع الحيل ؟

قلنا

تحقيق المقام ان ادلة باب الحيل قد جاءت مختلفة فبعضها يقتضى عدمه وبعضها يقتضى وجوده والبخاري اختار الاول فاورد الاحاديث التى تراها ولكن بعضها لا يدل على الحيل اصلا ولم يذكر ما يدل على الجواز من الكتاب والسنة بل شنع على من اجاز الحيل قال الحافظ ابن حجر العسقلانى فى شرح البخاري بعدما ذكر اقسام الحيل واختلاف العلماء فيها مانصه ولمن جازها مطلقا او ابطلها مطلقا ادلة كثيرة فمن الاول قوله تعالى وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث وقد عمل به صلى الله عليه وسلم

حیلہ اسقاط

جمع اس کی حیل ہے اور تعریف یہ ہے ما یحتال بہ الرجل۔ اللہ کے فضل و کرم سے اسقاط اہل السنۃ کر رہے ہیں زمانہ عمرؓ سے اب تک اور اس کے جواز میں اثبات بہت ہیں

اگر تو کہے کہ علماء نے حیلہ کو کیسے جائز قرار دیا حالانکہ بخاریؒ نے کتاب الحیل میں اکتیس ۳۱ احادیث عدم جواز میں لکھی ہیں ؟

قلنا

تحقیق مقام یہ ہے کہ دلائل بارے حیل میں مختلف ہیں پس بعض تقاضہ عدم رکھتی ہیں اور بعض اس کے جواز پر مقتضی ہیں اور بخاریؒ نے اول یعنی عدم جواز کو اختیار کیا پس وارد کی احادیث جو سامنے ہیں ولیکن بعض دلائل نہیں حیل پر اصلا اور ذکر نہیں کیا بخاریؒ نے وہ جو دال ہیں جواز پر کتاب و سنت سے بلکہ زجر کیا اس پر جس نے حیلہ کو جائز کہا کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں بعد ذکر کرنے اقسام حیل کے اور اختلاف علماء کا وہ جو نص ہے اس میں اور جس نے مطلقا جائز قرار دیا یا مطلقا باطل کیا لائے دلائل کثیرہ سے پس اول یہ قول رب تعالیٰ کا اور پکڑ ہاتھ میں جھاڑو پس مار اس سے اور حانث نہ ہو اور تحقیق عمل کیا اس کے ساتھ نبی علیہ السلام نے

فی حق الضعیف الذی زنیٰ وهو من حدیث ابی امامة بن سهل
فی السنن ومنه قوله تعالیٰ ومن یتق الله یجعل له مخرجا وفی الحیل
من المخارج من المضائق ومنه مشروعیة الاستثناء فان فیه
تخلیصا من الحنث وکذلک الشروط کلها فان فیها سلامة
من الوقوع فی الحرج۔ ومنه حدیث ابی هریرةؓ وابن سعید
فی قصة بلالؓ بع الجمع بالدراهم ثم ابتع منها۔ ومن الثانی
قصة اصحاب السبت وحدیث حرمت علیهم الشحوم فجملوها
فباعوها واکلوا اثمانها وحدیث النهی عن النجش وحدیث لعن
المحلل والمحلل له اهـ وقال شمس الائمة السرخسیؒ فی حیل المبسوط
ان الحیل فی الاحکام المخرجة عن الاٰثام جائزة عند جمهور
العلماء انما کره ذلک بعض المتقشفة بجهلهم وقلة تاملهم
فی الکتاب والسنة والدلیل علی جوازه من الکتاب قوله تعالیٰ
وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث هذا تعلیم المخرج
لایوب علیه السلام عن یمینه التی حلف لیضربن زوجته
مائة سوط فانه حین قالت لو ذبحت عناقا باسم الشیطان

اور حق ضعیف کے وہ جس نے زنا کیا تھا اور وہ حدیث ابی امامہ بن سہل کی ہے
سنن میں اور اسی سے یہ فرمان رب تعالیٰ کا اور جو ڈرے اللہ سے کر دیگا واسطے اس کے
خلاصی کی راہ اور حیل میں راستے ہیں آسانی کے تنگیوں سے اور اسی سے مشروعیت ہے استثناء کی
اس لئے کہ اس میں خلاصی ہے حنث سے اور اسی طرح تمام شروط پس اس میں سلامتی ہے حرج میں
پڑنے کی۔ اور اسی سے حدیث ابو ہریرہؓ کی اور ابن سعید کی قصہ بلال میں (بیچ الجمع بالدراہم
ثم ابتع منہا) اور دوسرے سے قصہ اصحاب سبت کا اور حدیث حرمت علیہم الشحوم الخ
اور حدیث نہی عن النجش کی اور حدیث لعن المحلل اور محلل لہ کی اھ
اور کہا شمس الائمہ سرخسیؒ نے حیل مبسوط میں کہ حیل احکام مخرجہ میں امام اعظمؒ سے جائز ہے
تمام علماء کے نزدیک اور یہ کہ مکروہ جانا بعض بدبختوں نے واسطے جہالت انکے اور کمی فکر
کے اور سنت میں اور دلیل جواز پر کتاب سے یہ قول رب تعالیٰ کا وخذ بیدک الخ
یہ تعلیم مخرج ہے ایوب علیہ السلام کیلئے اس یمین سے جو اٹھائی تھی کہ البتہ ضرور ماروں گا
بیوی اپنی کو سو درّے جب کہا تھا اسکی عورت نے اگر ذبح کرے تو عناق ساتھ
نام شیطان کے۔

فی قصة طویلة اوردها اهل التفسیر رحمهم الله وقال الله
تعالیٰ فلما جهزهم بجهازهم جعل السقایة فی رحل اخیه
الی قوله ثم استخرجها من وعاء اخیه کذلك کدنا لیوسف
وکان هذا منه حیلة لامساك اخیه عنده علی وجه
لا یقف اخوته علی مقصوده وقال جل جلاله حکایة عن
موسیٰ علیه السلام ستجدنی ان شاء الله صابرا ولم یغلب
علی ذلك لانه قید سلامته بالاستثناء وهو مخرج
صحیح قال الله تعالیٰ ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلك
غدا الا ان یشاء الله ۔

واما السنة فما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال
یوم الاحزاب لعروة بن مسعود فی شان بنی قریظة فلعلنا
امرناهم بذلك فلما قال له عمرؓ فی ذلك قال علیه السلام
الحرب خدعة وکان ذلك منه اکتساب حیلة ومخرجا
من الاثم بتقیید الکلام بلعل ولما اتاه رجل اخبره
انه حلف بطلاق امرأته ثلاثا ان لا یکلم اخاه قال له طلقها

لیے قصہ میں جیسے لکھا مفسرین کرام نے اور کہا اللہ تعالیٰ نے پس جب تیار کیا واسطے ان کے
سامان رکھدیا پیالہ پانی والا کجاوے میں اسکے بھائی کے پھر نکال لیا اسے بھائی کے کجاوے سے
اور اسی طرح کام سنوارا ہم نے یوسفؑ کا اور تھا یہ اس سے حیلہ امساک کا بھائی سے اسکے ہاں
او پر وجہ نہ موقوف ہونے بھائی اسکے کے اوپر مقصود کے اور کہا رب تعالیٰ نے حکایت موسیٰؑ
سے پائیگا تو مجھے صابر اگر اللہ نے چاہا اور نہ غالب ہوا وہ اس صبر پر اس لیے کہ یہ قید سلامتی کا ہے ساتھ
استثناء کے اور یہ مخرج صحیح تھا اور فرمایا رب تعالیٰ نے اور ہرگز نہ کہو کسی چیز کیلیے کہ کروں گا
میں اسے کل مگر یہ کہ اللہ چاہے

اور وہ جو حدیث ہے پس وہ روایت کی گئی ہے نبی علیہ السلام سے جو کہ فرمایا یوم احزاب پر
عروہ بن مسعود کو شان بنی قریظہ میں پس کہ شاید مامور ہیں ہم اسی پر پس جب کہا عمرؓ نے اس میں
فرمایا نبی علیہ السلام نے الحرب خدعة اور تھا اسی طرح اس سے کتاب حیلہ اور مخرج گناہ سے
پس مقید رکھا کلام لفظ لعل سے اور جب اسکے پاس آدمی اور خبر دی کہ اس نے حلف اٹھایا
طلاق کیساتھ اپنی عورت کو کہ نہ کلام کرے ساتھ بھائی اسکے سے کہا اسے طلاق دے اسے ایک

واحدة فاذا انقضت عدتها فكلم اخاك ثم تزوجها وهذا تعليم الحيلة والآثار فيه كثيرة ومن تأمل احكام الشرع وجد المعاملات كلها بهذه الصفة وقال فمن كره الحيل فی الاحکام فانما یکره فی الحقیقة احکام الشرع واللہ اعلم بخاری المجلد الثانی صـ ۲۳ مقدمة

وصية الاموات فی حيلة الاسقاط

الدليل الاول لوصيت الاموات بقوله تعالى من بعد وصية توصى بها او دين۔

وجہ الاستدلال ۔ لفظ الوصية مطلق لقيد الدوران

وجہ الاستدلال ۔ المطلق يجري على اطلاقہ لان كل افراد ثابتة بالمطلق كمنصوص عليه

وجہ الثانی ۔ وقع لفظ وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصين بها او دين ۔ وجہ الثالث ۔ وقع وصية بقوله تعالى من بعد وصية توصون بها او دين ۔

وجہ الرابع ۔ لفظ وصية ثبت بقوله تعالى من بعد وصية يوصى

پس جب پوری ہو عدت اس کی پس بات کر اپنے بھائی سے پھر نکاح میں لا اس کو اور یہ تعلیم حیلہ کی اور احادیث اس میں بکثرت ہیں اور جس نے فکر کیا احکام شرع میں گویا تمام معاملات پائے اس نے اس صفت کے ساتھ اور کہا پس جس نے مکروہ جانا حیلہ کو احکام میں پس اس نے مکروہ جانا در حقیقت احکام شرع کو (اور جس نے احکام شرع کو مکروہ جانا وہ کافر ہے۔ بنایت ایوم اکملت لکم)

وصیت اموات کی حیلہ اسقاط میں

دلیل اول وصیت اموات کی ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیة توصی بہا او دین

وجہ استدلال کی ۔ لفظ وصیت مطلق ہے قید دوران کو

وجہ استدلال کی ۔ مطلق اپنے اطلاق پہ جاری ہوتا ہے اسلئے کہ تمام افراد ثابت ہیں مطلق جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۔

وجہ ثانی ۔ واقع ہوا لفظ وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیة یوصین بہا او دین

وجہ ثالث ۔ واقع ہوئی وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیة توصون بہا او دین

وجہ رابع ۔ لفظ وصیت ثابت ہے ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیة یوصی بہا او دین

بعا او دین ۔

وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
لا یصوم احد من احد ولا یصلی احد عن احد ولکن ٦٦٣
یطعم عنہ : رواہ النسائی عینی بخاری ص ٣٦٣ مجموعہ رسائل شامی جلد اول
مجمع الانہار صوم ص ٢٤٢ مشکل الآثار جلد اول ص ١٤١ والسنن الکبری ثم جوہر
النقی جلد رابع زیلعی جلد ثانی ص ٤٦٣ ودرایۃ ص ١٧٧

عن ابن عمر عن النبی قال من مات وعلیہ صیام شہر رمضان
فلیطعم مکان یوم مسکینا ترمذی ثم مشکوٰۃ الصوم قضا ص ١٩٣

دوران القرآن

قال المورخ صاحب الفتوح محمد ابن عمر الواقدی اخبرنا ابوعاصم
من ابن جریج عن ابی شہاب عن ام سلمۃ عن ابی موسیٰ الاشعری
قال قسم عمرؓ تداور جزء القرآن من مالی لا الی عم یتساءلون
فی عشرین رجلا بعد صلاۃ الجنازۃ لامرأۃ ملقبۃ بحبیبۃ
زوجۃ قلاب (وفی نسخۃ ملاب) فتاوی سمرقندی لابی اللیث و
منہاج الواعظین ص ٢٦٤ ودرۃ البررۃ لامام الغزالی ۔

اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روزہ رکھے ایک آدمی دوسرے
کیلئے اور نہ نماز پڑھے ایک دوسرے کیلئے مگر طعام دے ایک دوسرے کیلئے۔

اور مروی ہے ابن عمرؓ سے وہ نبی علیہ السلام سے کہ فرمایا آپ نے جو فوت ہوا اور اس پر رمضان کے روزے
تھے پس لازم ہے کہ کھانا کھلائے جگہ مسکینوں کو ایک دن۔

دوران قرآن

کہا مورخ صاحب الفتوح نے جو محمد ابن عمر الواقدی ہیں خبر دی مجھے ابوعاصم نے انہوں نے
ابن جریج سے انہوں نے ابی شہاب سے ام سلمہ سے وہ ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا کہ پھرایا عمرؓ نے
جزو قرآن کی تیئسویں ٢٣ پارے سے تیسویں ٣٠ تک بیس ٢٠ آدمیوں میں نماز جنازہ کے بعد واسطے ایک
عورت کے جو لقب دی گئی ہے ساتھ حبیبہ کے جو زوجہ ہے تلاب کی (اور ایک نسخہ میں ملاب ہے)

حدثنا العباس بن سفيان عن ابی علیة عن عون عن محمد عن
عبد الله بن عمر قال قال عمر ایہا المسلمون اجعلوا القرآن وسیلة
لنجاة الموتی تحلقوا و قولوا اللّٰھم اغفر لھذا المیت بحرمة قرآن المجید
وثبت بھذا السند ایضًا اخبر سعد عن ایوب عن جمیع عن
عبد الرحمن عن ابی بکر انہ وجد دوران القرآن عمر
والقرآن شافع للمؤمنین حیاتا و بعد مماتا ۔ فتاوی سمرقندی ثم منہاج
الواضح ص۲۶۴ ۔

قال الامام احمد اسھل طریقتہ ان یبیع الوارث علی الفقیر مصحفًا
جدید ا(ای صحیحًا) قابلا للقرءة لغبن فاحش ثم یھب الفقیر ثم
نشم حتی یتم لعل اللّٰہ تعالیٰ یجعلہ فدیة فی مقابلة الصوم والصلوٰة
والزکوٰة والمنذورات الخ کتاب الحیل لامام محمد ۔

وفی الحیل اختلاف لسرفراز خان النجدی ھو یقول لکتاب الحیل لیس لامام
محمد ۔ فثبت انہ جاھل ان کل العلماء یقولون الکتاب الحیل لامام محمد
دورة البحر لامام الغزالی ثم منہاج الواضح ص۲۶۵

فانکروا انھم لامنکر الحیلة ۔ فیہ حق وآیات الحیلة

روایت ہے ابن عباسؓ سے وہ ابی علیہ سے وہ عون سے وہ محمد سے وہ عبد اللہ بن عمر سے کہ فرمایا عمر
رضی اللہ عنہم نے اے مسلمانو قرآن کو وسیلہ پکڑو پس حلقہ بناؤ اور کہو اے اللہ بخش دے اس میت
کو بوسیلہ قرآن المجید کے اور ثبت ہے اس سند سے اسی طرح کہ روایت ہے سعد سے وہ ایوب سے وہ
جمیع سے وہ عبد الرحمان سے وہ ابو بکرؓ سے کہ پایا انہے عمرؓ کو دوران قرآن کرنے بیچ کے اور قرآن
شافع ہے مومنین کو زندگی میں اور بعد موت کے

اور کہا امام محمد نے کہ آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ دے وارث فقیر کو قرآن مجید نیا دینی صحیح،
قابل قرأت واسطے غبن فاحش کے تم پھر دے فقیر پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام ہو جا شاید پھیر دے
اللہ تعالےٰ فدیہ اس کو مقابلہ روزوں کے اور نمازوں کے اور زکوٰۃ کے اور نذروں کے

اور کتاب حیل میں اختلاف ہے سرفراز خان نجدی کو وہ کہتا ہے کہ کتاب الحیل امام محمد کی نہیں ہے
پس ثابت ہوا کہ وہ جاہل ہے اسلئے کہ تمام علماء کہتے ہیں کتاب الحیل امام محمد کی ہے۔

پس سوچ کر اور فکر کر اے منکر حیلہ کے ۔ یہ حق ہے اور اسمیں نشانیاں مجربین ہیں

وَالمستحق للصدقة من

له وفي المطبوع بمصر ص ٤٩٢
٢ه الآخر

قلنا

المنصوص عليه في المذهب وعليه العمل اليوم ان يجمع الوارث عشرة
رجال ليس فيهم غني ولا عبد ولا صبي ولا مجنون الخ ومما
تعارفه الناس ونص عليه اهل المذهب ان الواجب ادارة
مشتملة على نقود او غيرها كجواهر وحلي وبنوا الامر على اعتبار القيمة
ولا دوارة الصورة طرايق - مجموعة رسائل شامي المجلد الاول ص ٢١٢-٢١١ لے
وان كانت الصلوٰة كثيرة والحنطة قليلة يعطي ثلثة اصوع عن
صلوٰة يوم وليلة مع الوتر مثلاً الى الفقير ثم يدفعها الفقير الى
الفقير ثم يدفعها الفقير الى الوارث هكذا يفعل مرارا حتى يستوعب
الصلوٰة ونحوها كبيري جلد فوائت ص ٥٠٣ تتارخانيه قم جواہر النفيس ص ٣٠
المتقط - اشباه والنظائر وشرح ہدیۃ ابن العماد وجامع الرموز كتاب الصوم ص ١٦٣
وقاضی خان المجلد الاول ص ١٧٠ وشامی جلد اول ص ٢١٢-٢١٠ ان تبرع الولي
بالاسقاط يجوز الخ ويجوز التبرع الاجنبي به - مراقی الفلاح ص ٢٦٣
طحطاوی وشامی جلد اول ص ٤٩٢ ومنحۃ الخالق المجلد الثاني ص ٩٧

اور مستحق صدقہ کا کون ہے

قلنا

منصوص علیہ مذہب میں یہ ہے اور آج تک اس پر عمل ہے کہ جمع ہوں وارث دس آدمی
نہ ہوں ان میں غنی اور نہ غلام اور نہ بچہ اور نہ دیوانہ ہو اور وہ جیسے لوگ جانتے ہوں۔
اور ثابت ہیں اسپر اہل مذہب واجب یہ ہے کہ دائرہ بنائیں جو مشتمل ہو جو نقود پر یا غیر اسپر
جیسے جواہر وحلی وغیرہ اور بنوا الامر اعتبار قیمت پر ہے

اگر نمازیں بہت ہوں اور گندم تھوڑی ہو دی جائیں تین ۳ اور تین نمازیں ایک دن رات کی مع
وتر کے مثلاً طرف فقیر کے پھر دے اسے وارث فقیر کو پھر دے ۲ فقیر وارث کو اسی طرح کرے
تکرار کیا تھا یہاں تک پوری ہوں نمازیں اور مثل اس کے

حیوٰۃ الانبیاء والشہداء

اعلم ان الانبیاء احیاءٌ ویصلّون فی قبورہم والشہداء ہم
احیاء لقولہٖ تعالیٰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء
وفی المقام الثانی بل احیاءٌ عند ربہم یرزقون ۔
وقال جلال الدین السیوطیؒ فی الحاوی للفتاوٰی الانبیاء افضل من
الشہداء ۔ ای افضل فی حیوٰۃ القبر وافضل فی اکل الرزق
حدثنا ابوبکر بن شیبۃ عن حسین بن علی عن عبدالرحمٰن بن یزید
بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس قال قال
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ
خلق اٰدم وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ
فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ فقال رجل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت یعنی بلیت فقال ان اللّٰہ
حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ۔ رواہ ابن ماجۃ ص ۷۶
فائدۃ ۔ ان الانبیاء احیاء ویقولون الوہابیۃ انہم
اموات العیاذ باللّٰہ من شرور انفسہم فثبت ان الوہابیۃ کلہم

حیات انبیاء اور شہداء کے بارے میں

جان لو کہ بے شک انبیاء زندہ ہیں اور اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور شہداء بھی زندہ ہیں
واسطے قول رب تعالیٰ کے اور نہ کہو مردہ ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں بلکہ وہ
زندہ ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں
اور کہا جلال الدین سیوطیؒ نے حاوی الفتاوٰی میں کہ انبیاء افضل ہیں
شہداء سے ۔ ای افضل ہیں حیوٰۃ قبر میں اور رزق کے کھانے میں
روایت ہے ابوبکر بن شیبہ سے وہ حسین بن علی سے وہ عبدالرحمان بن یزید بن جابر سے
وہ ابی الاشعث صنعانی سے وہ شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے افضل ایام میں
سے جمعہ ہے اسی میں آدمؑ پیدا ہوا اور اسی میں نفخ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس کثرت
کرو مجھ پر درود سے اسمیں پس تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے پس کہا ایک آدمی
نے یا رسول اللہ ہمارا آپ پر درود کیسے پیش کریں تحقیق آپ تو رخصت ہوئے پس کہا
آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے
فائدہ ۔ یہ ہوا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابی کہتے ہیں کہ وہ مر گئے نعوذ
باللہ من شرور انفسہم پس ثابت ہوا کہ وہابیہ تمام

ضال مضل کما فی الصاوی علی الجلالین وکذلک سائر الاموات
ایضا یسمعون السلام والکلام ویعرض علیهم اعمال اقاربهم
نعم الانبیاء یکون حیاتهم علی الوجه الاکمل ص۱۱ حاشیۃ ابن ماجہ

ثبوت الرزق هم یاکلون فی قبورهم

ففی اکل الرزق احادیث کثیرة والثبوت یکفی واحد وهم کثیرة
حدثنا عمرو بن سواد المصری عن عبد الله بن وهب عن عمرو بن
الحارث عن سعید بن ابی هلال عن یزید بن ایمن عن عبادة بن
نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
اکثروا الصلوة علیّ یوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملئکة وان احدا
لن یصلی علیّ الا عرضت علیّ صلوته حتی یفرغ منها قال قلت
وبعد الموت ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء
فنبی الله حیّ یرزق رواه ابن ماجہ ص۷۶

له وفی النسائی کی المجلد الثانی صفحہ ۲۱۲

ثبوت صلوٰة الانبیاء فی قبورهم

واخرج البیهقی فی کتاب حیوٰة الانبیاء عن انس ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ رواه البیهقی۔

گمراہ ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں جیسا کہ صاوی میں مذکور ہے اور ایسے ہی تمام اموات
سنتے ہیں سلام و کلام کو اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں
تو ایسا ہی حیوۃ انبیاء ہو گی وجہ اکمل سے۔

ثبوت انبیاء قبور میں رزق کھانا

پس اکل الرزق میں احادیث بہت ہیں ایک بھی کافی ہے اور بہت بھی۔ روایت
ہے عمرو بن سواد مصری سے وہ عبد اللہ بن وہب سے وہ عمرو بن حارث سے وہ سعید بن ابی
ہلال سے وہ یزید بن ایمن سے وہ عبادہ بن نسی سے وہ ابی الدرداء سے کہ فرمایا رسول اللہ
نے جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو اسلئے کہ یہ مشہود ہے گواہی دیتے ہیں فرشتے
اور تم میں جب کوئی درود پڑھتا ہے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے فارغ
ہوتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں اور بعد موت کے اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے
اجساد حرام کر دئے ہیں اکل کے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

ثبوت انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا

اور کہا بیہقی نے حیاۃ انبیاء میں روایت ہے انس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے انبیاء
زندہ ہیں اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم فی الحلیة عن یوسف بن عطیة قال سمعت ثابتاً البنانی یقول لحمید الطویل هل بلغک ان احداً یصلی فی قبرہ الا الانبیاء؟ قال لا ۔ الحاوی للفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶٤

وذکر عینی البخاری لان الانبیاء علیهم السلام احیاء عند ربهم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی هذا الحال کما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انسؓ انه علیه السلام رأی موسیٰ قائماً فی قبرہ یصلی ۔ عینی البخاری المجلد الرابع ص ٤٤٣

واخرج البیهقی فی حیٰوة الانبیاء والاصبهانی فی الترغیب عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من صلی علیّ فی یوم الجمعة ولیلة الجمعة قضی اللہ له مائة حاجة، سبعین من حوائج الاٰخرة و ثلاثین من حوائج الدنیا ثم وکل اللہ بذٰلک ملکاً یدخله علیّ فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیٰوة ولفظ البیهقی عن من صلی علیّ باسمه فاثبته عندی فی صحیفة بیضاء ۔

والثانی عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ان الانبیاء

اور کہا ابو نعیم نے حلیہ میں روایت ہے یوسف بن عطیہ سے کہ سنا میں نے ثابت بنانی سے حمید طویل سے کہہ رہے تھے کہ کیا تجھے معلوم ہوئے کہ انبیاء کے سوا کوئی اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے فرمایا کہ نہیں۔

اور ذکر کیا عینی بخاری نے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب سے رزق ملتا ہے پس کیا ہے کہ ہم حجت پکڑیں اس حال میں جیسا کہ ثابت ہے صحیح مسلم سے حدیث انسؓ سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے دیکھا موسیٰؑ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

اور کہا بیہقی نے حیات انبیاء میں اور اصفہانی نے ترغیب میں روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر جمعہ کے دن یا رات کو درود پڑھے گا پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے سو حاجت، ستر حاجات آخرت کے اور تیس دنیا کے پھر موکل بنایا رب تعالیٰ نے اس ایک فرشتہ کو جو داخل ہوتا ہے قبر میں جیسے داخل ہوتے تم پر تحفے بیشک میرا علم بعد موت کے مثل علم حیات کا ہے اور لفظ بیہقی کا کہ بتایا گیا ہوں جس نے مجھ پر نام لیکر درود پڑھا پس وہ ثبوت ہے میرے پاس سفید صحیفہ میں

اور دوسری حدیث روایت ہے انسؓ سے وہ رسول اللہ سے فرمایا کہ بیشک انبیاء

لا یترکون فی قبورهم بعد اربعین لیلة ولکنهم یصلون بین یدی الله
حتی ینفخ فی الصور۔ حاوی الفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶۵
واخرج ابو یعلیٰ عن ابی هریرة سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم
والذی نفسی بیده لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال
یا محمد لاجیبنه۔
واخرج ابن سعد فی الطبقات وابو نعیم فی دلائل النبوة عن سعید
بن المسیب انه کان یلازم المسجد فی ایام الحرة والناس یقتتلون
قال فکنت اذا حانت الصلوة اسمع اذانا یخرج من قبل القبر
الشریف وایضاً اخرج ابو نعیم فی دلائل النبوة انه فثبت ان
الانبیاء والشهداء احیاء ومن انکر من حیاتهم فهو خارج
عن مذاهب الاربعة وهو ضال مضل۔

للمؤلف

انما الرسل والشهداء لا یموتون
بل احیاء عند ربهم یرزقون
بل الکفار لیس یحیی فی قبورهم کتبینا
والانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون

عامر القادری یوم الاحد ۱۵ نومبر سنہ ۱۹۷۶ء میلادی

نہیں چھوڑے جاتے اپنی قبور میں چالیس رات کے بعد ولیکن وہ اللہ کیلئے نمازیں پڑھیں
گے تا قیامت۔
اور کہا ابو یعلیٰ نے وہ راوی ہیں ابو ہریرہ سے کہ سنا میں نے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ قسم ہے
اُس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے ضرور نازل کیا عیسیٰ ابن مریم پھر اگر کھڑا ہو
میری قبر پر اور کہے یا محمد البتہ میں ضرور جواب دوں گا۔
اور کہا ابن سعد نے طبقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت ہے سعید بن
المسیب کہ وہ لازماً جایا کرتے تھے مسجد کو شدید گرمی میں اور لوگ
کہا پس جب میں تیار ہوتا نماز کیلئے سنتا میں اذان قبر کے آگے حصہ سے اور شہداء
زندہ ہیں جو بھی انکی حیات سے انکار کیا پس وہ خارج ہے مذاہب اربعہ سے اور
وہ گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

یہ شعر مصنف کے لیے

بے شک شہداء اور رسول نہیں مرے ہوئے
بلکہ زندہ ہیں رب کے پاس سے رزق کھاتے ہوئے
ولیکن زندہ نہیں کفار قبر میں ہمارے
اور انبیاء زندہ ہیں قبور میں نمازیں پڑھتے ہوئے۔

الوسيلة بالانبياء والاولياء

الوسيلة ثابتة بنص قطعی لقوله تعالےٰ وابتغوا اليه الوسيلة ۔
ولما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا
من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما
عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكفرين ۔
ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله
واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۔
ان قلت الانبياء والاولياء ليس الوسيلة بهم عند الله
بل الوسيلة عند الله العمل الصالح ؟

قلنا

قولك بل الوسيلة العمل الصالح فاى الحجة عندك ان عملك
مقبول عند الله فثبت وسيلة العمل الصالحة جائز ولكن
شك فى قبوليته والوسيلة الانبياء ليس فيه شك ومن
او شك فى مقبوليتهم فقد كفر ۔ وايضا يسئل الوسيلة الامام

وسیلہ انبیاء و اولیاء کا

وسیلہ ثابت ہے قطعی نص سے یہ قول رب تعالیٰ کا اور طلب کرو اسکی طرف وسیلہ
اور جب آئی اُنکے طرف کتاب اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والی گزشتہ کتابوں کو اور تھے
قبل ازیں طلب فتح کرتے تھے کافروں پر پس جب آئی انکے طرف نہ پہچانا انہوں نے بلکہ کفر
ہوئے اس سے پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر ۔
اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے آپ کے پاس آئیں پس بخشش ان کو رب تعالیٰ اور
بخشش مانگے ان کیلئے رسول البتہ ضرور پائینگے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان
اگر تو کہے کہ انبیاء اولیاء وسیلہ نہیں بلکہ وسیلہ عند اللہ عمل صالح ہے ۔

قلنا

قول تیرا کہ عمل صالح وسیلہ ہے ۔ پس کیا دلیل تیرے پاس کہ تیرے عمل اللہ کے ہاں مقبول ہیں
پس ثابت ہوا کہ وسیلہ اعمال صالح کا جائز ہے لیکن اسکی مقبولیت میں شک ہے اور وسیلہ میں
انبیاء کا اس میں کوئی شک نہیں اور جس نے شک کیا ان کی مقبولیت میں وہ کافر ہے اور اسی طرح
وسیلہ پکڑا امام اعظمؒ نے

الاعظم رضی اللہ عنہ فی قصیدۃ النعمان بن ثابت

یا سید السادات جئتک قاصدا - ارجو رضاک واحتمی بحماک ۔ قصیدۃ النعمان ومجموعہ قصائد ص۲۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی

وایضا قال امام شرف الدین بوصیری فی قصیدۃ البردۃ

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ ۔ سواک عند حلول الحادث العمم

وایضا قال مولانا جامیؒ المصنف لشرح جامی فی زلیخا

ز مہجوری برآمد جان عالم ۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی ۔ ز محروماں چرا غافل نشینی (زلیخا)

وقال مولانا شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی فی تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ والضحیٰ

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا ای بزرگ توئی قصہ مختصر

وایضا قال رئیس المخالفین مولوی اشرف علی التھانوی

قصیدہ نعمان میں ۔ کہ اے سرداروں کے سردار آیا ہوں تیرے پاس قاصد - اُمید رکھتا ہوں تیری رضا جوئی کی اور حمایت کرساتھ حمایت اپنی کی -

اور اسی طرح کہا امام بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں - اے مہربان ~~اخلاق والے~~ مخلوق کے آپکے سوا میرا کوئی نہیں مصیبتوں کے وقت جسکی پناہ لوں -

اور اسیطرح کہا مولانا جامیؒ نے جو شرح جامی کے مصنف ہیں زلیخا میں

جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے یا رسول اللہ رحم فرمائیے کیا آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں پھر ہم مہجوروں سے کیوں فارغ ہو بیٹھے -

اور کہا مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں

اے صاحب جمال والے اور اے بشر کے سردار آپکے چہرہ مبارک سے چاند منور ہے نہیں ممکن تعریف تمہاری جیسا کہ حق ہے مختصر یہی ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات بزرگ ہے

اور اسی طرح کہا مخالفین کے سردار مولوی اشرف علی تھانوی نے

یاشفیع العباد خذ بیدی، انت فی الاضطرار معتمدی
نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی ص ۱۹۴ حوالہ نمبر ۱۷۳ تاج

فتوی در جواز التوسل بالانبیاء والاولیاء عند الوہابیہ
عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعاء من الانبیاء
والاولیاء والشہداء والصالحین عند حیاتہم و عند
بعد وفاتہم بہذا اللفظ اللہم یسئلک بوسیلۃ فلان
و یقول کہذا الکلمات شیخ مولوی محمد اسحاق محدث دہلوی ثم
المکی و فتاوی رشیدیہ جلد اول ص ۹۳

اللہم انصرنا علیہم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان نجد
صفتہ فی التوراۃ وبہذا الکلام یستفتحون الیہود الوسیلۃ
بجاہ النبی الکریم کما فی معالم التنزیل والخازن و
تفسیر الکبیر و تفسیر مظہری لقاضی ثناء اللہ پانی پتی ص ۱۹۴ ج ۱
و تفسیر جمل الجلد الاول ص ۷۷ مطبوعہ مصر

وعن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب انا کنا نتوسل
الیک بنبینا علیہ السلام فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم النبی

اے شفاعت کرنے والے بندوں کے میرا ہاتھ پکڑ لیجیے اس لیے کہ تو میرا آپ پر اعتماد ہے مصائب میں
فتوی جواز توسل میں انبیاء و اولیاء کیا تھا وہابیہ کے نزدیک۔ ہم اور ہمارے علماء توسل کو
دعاؤں میں جائز سمجھتے ہیں اولیاء انبیاء و شہداء اور صالحین کا اُنکی حیات میں اور
بعد وفات میں ان الفاظ سے اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں بحق فلاں کے اور اس جیسے اور
کلمات کہے۔

اے اللہ مددگار ہو ہمارا نبیؐ سے جو مبعوث ہو گیا آخر زمانہ میں نعت اُنکی ہم توراۃ میں پاتے
اس کلام سے یہود وسیلہ کرتے تھے ساتھ بزرگی نبی علیہ السلام کے جیسا کہ معالم التنزیل اور خازن
میں، اور تفسیر کبیر میں

اور روایت ہے انس بن مالک سے کہ عمر بن الخطاب ہم توسل کرتے تھے تیری طرف
نبی علیہ السلام سے پس تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم توسل کرتے ہیں تیری طرف
نبی علیہ السلام سے

فاسقنا قال فیسقون رواہ البخاری ص ۱۳۷ ج ۱ و المشکوٰۃ ص ۱۳۲ فی باب صلوٰۃ الاستسقاء۔

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما اعترف آدم علیہ السلام بالخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال اللّٰہ یا آدم کیف عرفت محمدا الخ فقال اللّٰہ تعالیٰ اذ سئلتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک۔ شفاء السقام ص ۱۶۲، ۱۶۱

وقال شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔ انا المرید ی جامع الشتانۃ اذا ما سطا جوار الزمان بنکبۃ وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ فناد بیا زروق آت بسرعۃ بستان المحدثین ص ۳۵ و اردو ص ۲۰۶

ومن انکر التوسل بہ باحد ھذین المعنیین فھو کافر مرتد یستتاب فان تاب والا قتل مرتدا۔ التوسل والوسیلۃ ص ۱۳ بیروت

وامداد عائہ وشفاعتہ وانتفاع المسلمین بذالک فمن انکرہ فھو ایضا کافر۔ التوسل والوسیلۃ ص ۱۳ مطبوعہ بیروت لبنان

پس برسا ہم پر پس برسی بارش۔

روایت ہے عمر بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جب سرزد ہوئی خطا آدم علیہ السلام سے کہ اے رب سوال کرتا ہوں تجھ سے بوسیلہ محمد کے بخش دے مجھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کیا جانتے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الخ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو مجھ سے محمد کی وسیلے سے مانگتا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا۔

اور کہا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے میں اپنے مرید کا اس کی پراگندگیوں میں جامع ہوں جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے گا اگر تو تنگی اور سختی میں ہو تو یا زروق کہہ کر مجھے پکار میں جلدی آؤں گا

اور جس نے انکار کیا توسل کا ان معنی سے پس وہ کافر و مرتد ہے توبہ کرے ورنہ قتل ہو گا مرتد

اور وہ مدد طلب اور شفاعت ہے آپ کی اور نفع پہنچانا مسلمانوں کو آپ کے ساتھ پس جس نے انکار کیا اس سے پس وہ اسی طرح کافر ہے۔

استفتاء

اخذ الاجرة بلا شرط على تعليم القرآن جائز ام لا
بينوا توجروا ؟

الجواب بعون الملك الوهاب

اخذ الاجرة بلا شرط على تعليم القرآن جائز فی زماننا
کما فی کتب الفقهاء - والمفتی الیوم بصحتها لان المنع فی
ذلك الزمان لرغبة الناس فی التعلیم وحسبة ومروة
المتعلمین فی مجازات الاحسان بالاستحسان بلا شرط
فی زماننا. شرح الیاس المجلد الثالث ص ۱۲۳

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم
لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ
القرآن وعلیه الفتوى - ہدایہ جلد الثالث ص ۳۰۳

وقال فی البریقة شرح الطریقة المحمدیة اذا لم یکن عقد ولا
شرط فقرء الروح المیت رضاء الله تعالى فاعطاه قریب
المیت شیئا من المال فجائز - البریقة ص

ویجوز الاستیجار علی القرءة والدعاء حادی القتاوی ص ۱۲۷ مطبوعہ

فتویٰ

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا جائز ہے یا نہیں بینوا وتوجروا ؟

جواب

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ کُتب فقہاء میں
اور فتویٰ اسکے صحیح ہونے پر ہے اس لئے کہ منع اس زمانہ میں واسطے رغبت لوگوں
کے تعلیم میں از روئے حسبت اور کمائی متعلمین کیلئے بارے احسان بالاحسان
بغیر شرط کے جائز ہے۔

اور علماء ہماروں نے مستحسن جانا اُجرت تعلیم قرآن پر آج کل اس لئے کہ ظاہر
ہوا اپنانا اُمور دینیہ میں پس اسکے منع کرنے سے ضائع ہوتا ہے حفاظت قرآن کی
اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور کہا بریقہ شرح طریقہ محمدیہ میں جب کہ نہ ہو عقد اور شرط پس پڑھا جائے
میت کی روح کیلئے اللہ کی رضا کی خاطر پس دے قریب میت سے کچھ مال سے
پس جائز ہے۔

اور جائز ہے اُجرت قرءت اور دُعا پر۔

ویجوز الاستیجار علی تعلیم القرآن وقرءۃ القرآن عند القبر
عالمگیری تعلیم اللغۃ والادب ص ۲۷۲ جلد خامس۔
فثبت ان الاستیجار علی تعلیم القرآن جائز فی زماننا کما اختارہ
علماء المتاخرین۔
مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل صاحب المتوی و مولانا عبد السبحان القادری
و مولانا عامر القادری ہو الصحیح المجیب المصیب مولانا محمد یعقوب قادری

الغیب العطائی للنبی علیہ السلام

تعریف ما غاب عن العباد
اثبات بالآیات۔ قولہ تعالیٰ فلا یظہر علی غیبہ احداً الا
من ارتضیٰ من رسول پ ۲۹ الجن
وما ھو علی الغیب بضنین ای ما ھو البخیل علے الغیب
فان اللہ لا یخفی الغیب علی النبی علیہ السلام بل یظاہر
علیہ جمیع المغیبات
فان قلت النبی علیہ السلام لیس العالم بغیب لقولہ تعالیٰ
وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو۔ قل لا یعلم الغیب الا اللہ

اور جائز ہے اُجرت تعلیم قرآن پر اور پڑھنا قرآن کا قبر کے نزدیک۔
پس ثابت ہوا کہ اُجرت تعلیم قرآن پر ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ علماء متاخرین
نے مختار کیا ہے۔

غیب عطائی للنبی علیہ السلام

تعریف جو غائب ہو آدمیوں سے
یہ قول رب تعالیٰ کا پس نہیں ظاہر کرتا ہے غیب کو کسی پر مگر جس رسول پر راضی
ہو جائے۔
اور حضرت وہ غیب بتانے میں بخیل پس اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ کرتا غیب کو
بلکہ ظاہر کرتا ہے تمام مغیبات کو آپ پر

پس اگر تو کہے کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور اسکے ہاں
غیب کی کنجیاں ہیں نہیں جانتا کوئی اسے مگر وہی۔ فرما دو نہیں جانتا کوئی غیب

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری
نفس ما تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

قلنا

یعطی الغیب للنبی علیہ السلام کما قال اللہ تعالیٰ ذالک من
انباء الغیب نوحیہ الیک وقال قاضی عیاض فالنبوۃ فی لغۃ من
ھمز ماخوذۃ من النبأ وھو الخبر والمعنی ان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی غیبہ
شفا شریف المجلد الاول ص ۱۴۱-۱۴۲
وقال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی
من رسلہ من یشاء فآمنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر
عظیم۔ وقال الشاعر۔ تو دانائے ما کان وما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں۔
ای یا رسول اللہ ان اللہ تعالیٰ یعطی لک الغیب ولکن الوہابیۃ لا ینظرون
الی غیبک۔
وقال حسین احمد الدیوبندی للنبوۃ علم الملائکۃ وعلم التقدیر وعلم
احوال الساعۃ وعلم الحشر والنشر وعلم الجنۃ والنار وعلم الحلال والحرام

سوائے اللہ کے اور اللہ کے نزدیک علم ہے قیامت کا اور نزول بارش کا اور جانتا
ہے ارحام میں سب کچھ اور نہیں جانتا کوئی کس زمین پر مرے گا اللہ تعالیٰ عالم ہے خبیر ہے

قلنا

پس نبی علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ غیب کی خبریں ہیں
ہم نے آپ کی طرف وحی کیں اور کہا قاضی عیاض نے پس نبوت لغت میں ہمز
ماخوذ ہے نبأ اور خبر ہے اور معنی یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا آپ پر غیب کو
اور یہ قول رب تعالیٰ کا اور نہیں رب تعالیٰ کہ اطلاع دے تم کو غیب پر ولیکن اللہ جس رسول کو
چن لے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اگر تم ایمان لائے اور ڈرے پس تمہارے لئے
اجر عظیم ہے

شعر کا مطلب۔ یعنی یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ولیکن وہابیہ
آپکے غیب کو نہیں دیکھتے۔
اور کہا حسین احمد مدنی نے دیوبندی نے نبوت کیلئے ملائکہ کا علم تقدیر کا علم اور قیامت کا
علم حشر و نشر کا علم جنت و دوزخ کا علم حلال و حرام کا علم۔

الشهاب الثاقب ص۱۱۱

من استوعب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او اهانه فقد کفر کما فی خلاصة الفتاوی
فی بیان الفاظ وکلمة الکفر۔
والوهابیه یقولون واما الغیب للنبی علیه السلام فعالم علیه زید وعمر
العیاذ باللہ۔

علم ما فی الارحام للنبی علیه السلام

اخرج الخطیب وابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال حدثتنی ام الفضل
قال مررت بالنبی علیه السلام فقال انک حامل بغلام اخرجه الطبرانی فی الکبیر
وقال السیوطیؒ سنده حسن صحیح کما فی جامع الکبیر۔

علم بای ارض تموت

وفی صحیح مسلم عن انسؓ ندب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس
فانطلقوا حتی نزلوا بدرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا مصرع
فلان ویضع یده علی الارض هٰهنا وهٰهنا فقال فما ماط (ای ما زال) و
ما تجاوز احدهم عن موضع ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حدیثه
عن امیر المؤمنین عمرؓ والذی بعثه بالحق ما اخطؤا الحدود التی حدها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رواہ مسلم

جس نے نبی علیہ السلام کی عیب جوئی کی اور اہانت کی پس تحقیق وہ کافر ہے کما فی خلاصۃ الفتاویٰ
بیان الفاظ کفر اور کلمہ کفر میں ہے۔
اور وہابیہ کہتے ہیں کہ غیب نبی علیہ السلام جیسا زید و عمر کیلئے بھی ہے۔ نعوذ باللہ

ما فی الارحام کا علم

کہا خطیب نے اور ابونعیم نے دلائل کے اندر روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ بتایا مجھے ام الفضل نے
کہ گذری میں نبی علیہ السلام پر پس فرمایا آپؐ نے بیشک تو حاملہ ہے لڑکے پر

علم کہ کونسی جگہ مرے گا

اور صحیح مسلم میں ہے روایت ہے انسؓ سے
یہاں تک کہ پہنچے بدر کو پس فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ یہ فلاں کی مرنے کی جگہ ہے
اور ہاتھ رکھا اپنا زمین پر جگہ جگہ پورا وی کہتے ہیں کہ نہیں ہوئی تبدیل جگہ کسی کی جہاں
آپ نے ہاتھ رکھا تھا اور ایک حدیث میں روایت ہے امیر المومنین عمرؓ سے کہ قسم ہے جس نے
بھیجا آپؐ کو حق پر۔ نہیں خطا ہوتی حدیں وہ جو حد رکھی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

علم وينزل الغيث

اخرج البيهقي عن ابن عباس قال اصابتنا سحابة فخرج علينا النبي صلى الله عليه وسلم
فقال ان ملكا موكلا بالسحاب دخل علي آنفا فسلم علي واخبرني
انه يسوق السحاب الى واد باليمن يقال له ضريح فجاءنا راكب بعد ذلك
فسألناه عن السحابة فاخبرانهم مطروا في ذلك اليوم قال البيهقي وله
شاهد مرسل عن بكر بن عبد الله المزني ان النبي عليه السلام اخبر ناس
ملك السحاب انه يجيئ من بلد كذا وانهم مطروا يوم كذا وانه
صلى الله عليه وسلم - الدولة المكية

علم وما تدري نفس ماذا تكسب غدا

وفي الصحيحين عن سهل بن سعد في حديث خيبر قوله
صلى الله عليه وسلم لاعطين هذه الراية غدا رجلا يفتح
الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله فاعطاها
عليا. فثبت انه عليه السلام كان يقول موكدا باللام
والنون فقد علم - الدولة المكية - لاحمد رضا خان بريلوي

علم بارش کا

روایت کی ابن عباس سے بیہقی نے کہ پہنچا ہمیں بادل پس نکلے ہم پر نبی علیہ السلام پس فرمایا
کہ بادل کا فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ پر سلام کیا اور مجھے بتایا کہ بارش ہوگی وادی یمن میں
جسے ضریح کہتے ہیں پس آیا ایک مسافر سوار اس کے بعد پس ہم نے بادل کا پوچھا پس بتایا کہ بارش
کر گئے اسی دن میں لفظ بیہقی کا اس واسطے شاہد مرسل تھا - روایت ہے بکر بن عبد اللہ المزنی
سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے ہم کو بتایا بادل کے فرشتے کہ یہ آئے فلاں شہر کو اور اس دن
بارش کر گئے

علم کہ صبح کوئی کیا کریگا۔

اور صحیحین میں ہے روایت سہل بن سعد سے حدیث خیبر میں کہ یہ قول آپ کا کہ البتہ
ضرور دوں گا یہ جھنڈا صبح اس آدمی کو جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا جسے محبوب رکھتا ہے اللہ
اور رسول اس کا اور وہ محبت رکھتا ہے اللہ ورسول کے ساتھ پس دیا وہ جھنڈا علی کو
پس ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام فرمارہے تھے ساتھ لام اور نون تاکیدی کے ساتھ پس تحقیق ان کو
علم تھا۔

قول غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وقد ذکر شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی فی تفسیر فتح العزیز والاطلاع علی اللوح المحفوظ بمطالعۃ النقوش ایضاً منقول عن بعض الاولیاء اللہ تعالیٰ۔ کما قال سیدنا غوث اعظم عینی فی اللوح المحفوظ قال الامام القسطلانی فی ارشاد الساری شرح بخاری ولا یعلم متیٰ تقوم الساعۃ احد الا اللہ والا من ارتضیٰ من رسول فانہ یطلعہ علیٰ ما یشاء من غیبہ والولی تابع لہ یاخذ عنہ۔

وقال العلامۃ حسن بن المدابغی فی حاشیۃ فتح المبین و فی شروح الاربعین للنووی، جمع ای اللہ تعالیٰ لم یقبض روح نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام حتیٰ اطلعہ علیٰ کل ما ابھم عنہ الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض۔ انتہیٰ۔

وقال ابراھیم بیجوریؒ فی شرح قصیدۃ البردۃ۔ انہ لم یخرج النبی علیہ السلام من الدنیا الا بعد ان علمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور (اعنی الخمس)

ارشاد غوث اعظم کا

اور تحقیق ذکر کیا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر فتح العزیز میں کہ اطلاع لوح محفوظ پر بمطالعہ نقوش کے اسی طرح منقول ہے بعض اولیاء اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ فرمایا سیدنا غوث اعظمؒ نے میری آنکھیں لوح محفوظ پر ہیں۔ امام قسطلانی نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں اور نہیں جانتا کوئی کہ کب قیامت قائم ہوگی سوائے اللہ کے مگر جس رسول پر اللہ راضی ہو جائے پس وہ مطلع کرتا ہے اُسے جس پر چاہے غیب سے اور ولی تابع ہے نبی کا اُس سے لیتا ہے۔

اور کہا علامہ حسن بن مدابغی نے حاشیہ فتح المبین اور شروح اربعین نووی میں اجماع ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی حتیٰ کہ مطلع کیا آپ کو تمام پر اُس سے مگر کہ آپ مامور ہیں پوشیدہ کرنے پر اُسے بعض پر اور بتانے بعض پر

اور کہا ابراہیم بیجوریؒ نے شرح قصیدہ بردہ میں کہ نبی علیہ السلام نہیں گئے دنیا سے مگر بعد کہ علم دیا آپ کو امور خمسہ کا۔

شفاعة النبي عليه السلام للمؤمنين

ثبت بنص قطعي لا ريب فيه لقوله تعالىٰ : يومئذ لا
تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمٰن ورضي له قولا

سورہ طٰہٰ -

وفي هٰذه عقيدة الوهابية ايضا فيه ليس احد بشافع من
النبي والولي ومن اعتقد انهما شفيعه هو مشرك كابوجهل
تقوية الايمان ص۸
ثم قلنا قوله تعالىٰ ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن
له سورہ سبأ وقوله تعالىٰ ما من شفيع الا من بعد اذنه

سورہ یونس -

واما السنة فما روى عن عثمان يشفع يوم القيمة ثلاثة
الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء - جامع صغير ص ٢٣٧/ج ٢
شفاعتي لاهل الكبائر من امتي مشكوٰة ص ٤٩٤
شفاعتي لاهل الذنوب من امتي جامع صغير ص ٣٣/ج ٢

فثبت ان الانبياء والاولياء شفيع للمذنبين يوم
القيمة ومن انكر من الشفاعة كالوهابية فالنبي
لا يشفع له والوهابية حرم عليهم الشفاعة كما في
فتح الباري من كذب بالشفاعة فلا نصيب له فيها
فتح الباري ص ١٩٠ پ ٢٧ رمضان

شافع ہونا نبی علیہ السلام کا مومنوں کیلئے -

شفاعت نص قطعی سے ثابت ہے اسمیں کوئی شک نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اُس دن
نفع نہ دیگی شفاعت مگر کہ جسے اذن دے رب تعالیٰ اور راضی ہو اس پر
اور اس جگہ میں وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ کوئی نبی ولی شفاعت نہیں کرسکتا اور جس نے اُن کو شفیع
اعتقاد کیا وہ ابوجہل جیسا مشرک ہے

پھر ہم کہتے ہیں کہ فرمان رب تعالیٰ کا اور اسکے نزدیک شفاعت نفع نہیں دیتی مگر جسے حکم دے
اور یہ قول رب تعالیٰ کا کوئی شفیع نہیں مگر اُس کے حکم کے بعد

اور حدیث میں جو روایت ہے عثمانؓ سے شفاعت کرینگے قیامت کے دن تین انبیاء
علماء شہداء -

میری شفاعت بڑے گنہگاران اُمت کیلئے -

وقال الامام الاعظم شفاعة الانبیاء حق و
شفاعة نبینا علیه الصلوٰة والسلام للمؤمنین
المذنبین ولأهل الکبائر منهم المستوجبین للعقاب
حق ثابت بشرح عقائد ص ۸۷ و فقه اکبر ص ۳

ما انکار شفاعت بدعت و ضلالت است چنانکه خوارج و بعض
معتزله براں رفتند۔ اشعة اللمعات شرح مشکوٰة جلد الرابع ص ۴۹۸

و شفاعت الأولیاء ایضا ثابت باحادیث کثیرة
فمن الاول عن ابن عباس قال النبی علیه الصلوٰة
والسلام سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبدالله
القرنی وان شفاعته فی امتی مثل ربیعة ومضر جامع الصغیر ص ۳۰ ج ۲
فان قلت الولی لیس بشافع یوم القیٰمة

قلنا

الولی تابع للنبی فکیف شفاعة الأولیاء لا ینتفع للمذنبین
لما ذکرنا۔ والولی کان عالما۔ ان کان الولی لیس بعالم
فهو لیس بولی۔

ونعتقد ان شفاعة نبینا صلی الله علیه وسلم وجمیع الأنبیاء
والصالحین حق ولکن بعد اذن الله للشافع۔
قواعد الادلة ص ۱۴۱ مطبوعہ بیروت

پس ثابت ہوا کہ انبیا و اولیا شافع ہونگے مومنین کیلئے قیامت کے دن۔ اور جسنے انکار
کیا شفاعت سے جیسے وہابیہ کے پس نبی علیہ السلام اُس کیلئے شفاعت نہیں کرینگے۔ اور وہابیہ
پر شفاعت حرام ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے جس نے شفاعت کو جھٹلایا اُس کیلئے اُس میں کوئی
حصہ نہیں۔

اور کہا امام اعظمؒ نے شفاعت انبیا کی حق ہے اور شفاعت نبی علیہ السلام کی مومن گنہگاروں
کیلئے اور بڑوں کیلئے جو مستوجب ہیں عذاب کے حق ہے ثابت ہے۔
اور انکار شفاعت بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

اور شفاعت اولیاء اللہ کی بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ روایت ہے ابن عباس
سے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے عنقریب میری اُمت میں ایک اویس بن عبداللہ قرنی
نامی شخص ہوگا۔

اور اُسکی شفاعت میری اُمت میں مثل ربیعہ و مضر کی ہوگی۔
اگر تعجب ہے کہ ولی دن قیامت کے شفیع نہیں ہو سکتا

قلنا

ولی تابع ہوتا ہے نبی کے پس کیونکر اولیاء کی شفاعت گنہگار مومنین کو نہ ہوگی جیسے ہم نے
ذکر کیا ہے اور ولی ہوتا ہے عالم۔ اگر وہ ولی عالم نہ ہو تو وہ ولی ہی نہیں۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ شفاعت نبی علیہ السلام کی اور تمام انبیاء کی حق ہے۔ ولیکن
اللہ کے اذن کے بعد۔

ایصال الثواب للاموات

هی ثابت بدلیل قطعی وقد تواترت به الاخبار ان کان بالدعاء والمال .

قوله تعالیٰ وصلّ علیهم ان صلوٰتك سكن لهم (التوبہ پ ۱۱) .

واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات (سورہ محمد پ ۲۶)

والملٰئكة يسبّحون بحمد ربهم ويستغفرون لمن فى الارض (شوریٰ پ ۲۵)

واما السنة فما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم عن جابر قال شهدت مع رسول الله الاضحىٰ فى المصلىٰ فلما قضىٰ خطبته نزل من منبره واتى بكبش فذبحه رسول الله بيده وقال بسم الله الله اكبر هذا عنّى وعمن لم يضح من امتى رواه ابوداؤد باب العيدين

عن ابى هريرة اذا مات الانسان انقطع عمله الّا من ثلث صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوا له جامع الصغير ص ۲۹ ج ۱ -

وفى دعاء الاحياء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافاً للمعتزلة شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲ الطحاوی ص ۲۷۱ شرح القاری للفقہ اکبر ص ۱۵۳ وفتح القدیر المجلد الاول ص ۴۰۴ -

مُردوں کیلئے ایصال ثواب

یہ ثابت ہے دلیل قطعی سے اور اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اگرچہ ہو ساتھ مال کے اور دُعا کے۔

یہ قول رب تعالیٰ کا او دعا بھیجو ان پر تحقیق آپؐ کی دُعا اُن کیلئے تسکین ہے۔

اور بخشش مانگیں آپ گنہگار مومنوں اور مومنات کیلئے

اور ملائکہ تسبیح کرتے ہیں ساتھ حمد اپنی رب کے اور زمین والوں کیلئے بخشش مانگتے ہیں۔

اور حدیث جو ہے نبی علیہ السلام کی روایت ہے جابر سے کہا کہ حاضر تھے ہم ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عید الضحیٰ میں عید گاہ میں جب آپؐ خطبہ پڑھ کر نیچے اُترے منبر سے لایا گیا ایک گوسفند پس ذبح کیا اُسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر۔ یہ میری قربانی اور جو میری اُمت سے نہیں کر سکتا اُس کی طرف سے ہے۔

روایت ہے ابو هریرہؓ سے جبوقت فوت ہو انسان منقطع ہوتے ہیں عمل اُسکے سوائے تین کے صدقہ جاریہ۔ اور علم کہ نفع حاصل کرے اُس سے یا بچہ صالح کہ دُعا کرے اس کیلئے۔

اور دُعا کرنا زندوں کا اور صدقہ دینا مردوں کیلئے نفع ہے اُن کے لیے خلاف ثابت ہے معتزلہ کیلئے۔

اور شرح بخاری میں ہے کہ صدقہ نافلہ مٹانے والا ہے بہت گناہوں کو جو داخل کرتے ہیں دوزخ میں۔

آزاد کیا اگر غلام تو ثواب میت کو ہوگا اور اسی طرح صدقات اور دعوات مال

وفی شرح البخاری القسطلانی۔ الصدقة النافلة ماحیة لکثیر من الذنوب المدخلة النار کتاب العلم ص۱۹۰ ج۱ فتح القدیر ص۴۰۲ ج۱۔ اعتق عبدہ عن ابیه فالاجر للمیت ان شاء اللّٰه تعالیٰ و کذا الصدقات والدعوات لا بویه و کل مؤمن یکون الاجر لهم من غیر ان ینقص من اجره لابن شئی علی الصحیح من مذهب جمهور العلماء۔ درمختار۔ شامی ص۷۹ ج۵

ویستحب ان یتصدق علی المیت بعد الدفن الی سبعة ایام کل یوم بشئی مما تیسر طحطاوی کتاب الجنائز ص۳۷۳ اشعة اللمعات ص۴۳۳ برہنہ ۱۲ ص۳۶۳ شامی جنائز ص۶۳۰ ج۱ فتح القدیر ص۳۶۵ کبیری ص۶۵۸

الضیافة ممنوع عند اهل المیت

وقال بعض الجهال من الوهابیة ان الطعام مکروه عند اهل المیت الی ثلثة ایام؟

قلنا

صرح الفقهاء ان الطعام مکروه عند اهل المیت هو الضیافة کما فی خلاصة الفتاوی۔ لا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام خلاصة الفتاوی جلد ثانی ص۵۳۶ تتارخانیة والهندیة جلد اول ص۲۳۵

ویکره اتخاذ الضیافة من اهل المیت۔ فتح القدیر جلد اول ص۳۰۲ و کبیری الجنائز ص۶۵۷ و شامی ص۶۰۳ جنائز

وبعض الجهال من الوهابیة والنیچیریة ان اتخاذ الطعام فی اهل المیت منع مطلقا بدلیلهم وهو الحدیث روی عن جریر بن عبد اللّٰه قال کنا نعد وفی روایة نری الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة رواه احمد وکبیری ص۶۵۷

قلنا

ان الفقهاء رحمهم اللّٰه تعالیٰ صرح ان هذا الحدیث فی حق الضیافة فقط۔ ویکره اتخاذ الضیافة من أهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الحزن وقالوا هی بدعة مستقبحة لما روی امام احمد عن جریر بن عبد اللّٰه الحدیث۔ کبیری ص۶۵۷ وشامی جلد اول ص۶۰۳

فثبت جواز ایصال الثواب فیایها الوهابیة کلوا باسم اللّٰه لان ایصال الثواب سنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔

عامر القادری غلام از غلامان مصطفیٰ و عبد المصطفیٰ ۱۰ ۔ ۱۹۷۶ء
دار العلوم قادریہ سبحانیہ ڈرگ کالونی ۵ کراچی ۲۵ پاکستان

فہرس العقائد الصحیحة

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی نبیّہ ورسولہ المصطفیٰ وعلی آلہ واصحابہ البررة التقیٰ اما بعد فیقول العبد الضعیف محمد حسن الفاروقی الحنفی انی رأیت فی هذا الزمان اختلافاً کثیراً بین الحنفیة والوهابیة فی العقائد حتی فی الالٰهیات والرسالة ومسائل الشریعة المتعلقة بالعقائد وانجر اختلافهم الی تکفیر البعض بعضاً وافترقت الامة افتراقاً فاحشاً فاردت اظهار عقائد اهل السنّة والجماعة فی جزء مع اعیاء الاختصار مجتنباً عن ذکر اقاویلهم الا بقدر الضرورة راجیاً حفظ عقائد المسلمین عن الزیغ والزلل لعل اللّٰہ ینفع بہ عبادہ فانہ علی ما یشاء قدیر وبالاجابة جدیر۔ ولیعلم انی ما استدل فی هذه الرسالة بالاحادیث الشریفة و

الحمد للّٰہ وکفی۔ والسلام علی نبیّہ ورسولہ المصطفیٰ وعلی آلہ واصحابہ البررة اهل التقیٰ۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد عبد ضعیف محمد حسن فاروقی حنفی گذارش کرتا ہے کہ عہد حاضر میں وہابیہ اور حنفیہ کے درمیان کمال اختلاف پڑا ہوا ہے عام عقائد میں حتیٰ کہ الٰہیات میں اور نبوت و رسالت میں اور ان مسائل شرعیہ میں بھی اختلاف ہے جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اختلاف اب ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ چکا ہے جس کی وجہ سے امتِ محمدیہ میں ناگفتہ بہ تشتت و افتراق پڑگیا ہے اس لئے میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس مختصر سی کتاب میں اہل السنت والجماعت کے عقائد مختصر طور پر بیان کروں۔ اور حتی الوسع مخالفین کے اقوال نقل کرنے سے کنارہ کش رہوں مگر بقدرِ ضرورت نقل بھی کروں گا اور خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو کجروی اور اغلاط سے محفوظ رکھے بلکہ اس کتاب کی طفیل سے ان کو فائدہ پہنچائے آئندہ خدا مالک ہے جو چاہے کرے اسی کی بارگاہ عالی میں میری درخواست منظور ہوسکتی ہے۔ واضح رہے کہ میں اس رسالہ میں عموماً نہ احادیث شریفہ سے دلیل پیش کروں گا نہ

اقوال الائمة والعلماء الاجلاء توقيا لساحتهم السنية عن شر السنتهم الشنيعة فانهم ان لم يوافق حديث معتقداتهم قالوا هذا ضعيف او موضوع وان استدل بذلك الحديث اكابر الائمة كالغزالي والسيوطي وامام الحرمين والشيخ عبد الحق الدهلوي والشيخ علي القاري وامثالهم في كتبهم وان لم يوافق رايهم قول الائمة واكابر الذين يعرضوا لقدحهم وسبهم فالى الله المشتكى فاستمسك غالبا في ترديد اباطيلهم بالآيات القرآنية التي لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد ومعذلك الاعي الانصاف في محل الاختلاف وما اصر على باطل وسميت الرسالة (بالعقائد الصحيحة) واقدم ما ذكره الامام حجة الاسلام محمد الغزالي رحمه ربه في باب التوحيد والالهيات والرسالة

اقوال ائمہ سے اور نہ اقوال علمائے اسلام سے مگر بقدر ضرورت پیش کرتا جاؤں گا۔ تاکہ ان کی قابل قدر قیاسات شرعیہ مخالفین کی بدزبانی سے محفوظ رہیں کیوں کہ ان کی عادت ہے کہ کوئی حدیث جب ان کے خیال کے مطابق نہ ہو تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے یا موضوع ہے اگرچہ اکابر اسلام نے اس حدیث کو استدلال کے موقعہ پر پیش کیا ہو چنانچہ جناب امام غزالی امام الحرمین و شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور محدث ملا علی قاری وغیرہم ایسے استدلال پیش کر چکے ہیں اور مخالفین حسب عادت اشدین اور اکابر اسلام کے ایسے استدلالات جب دیکھتے ہیں تو ان کے حق میں گستاخی کرنا شروع کر دیتے ہیں خدا ہی ان کو سنبھالے۔ اس لئے میں عموماً اس موقعہ پر قرآنی آیات ہی پیش کروں گا جس کی مخالفت ادھر ادھر سے نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ خدائے حکیم وحمید کا کلام ہے۔ علاوہ ازیں موضع اختلاف میں انصاف سے فیصلہ کروں گا اور قول باطل پر قدم نہ جماؤں گا۔ اس کے بعد اس رسالہ کا نام میں نے اَلْعَقَائِدُ الصَّحِيحَة رکھا ہے۔ اب سب سے پہلے میں وہ مضمون لفظ بلفظ پیش کرتا ہوں، جو حضرت امام حجۃ الاسلام محمد الغزالی رحمہ اللہ نے توحید الہیات اور منصب

بلفظه من كتابه قواعد العقائد فانه في غاية الجودة فقال رحمة الله عليه الحمد لله المبدئ المعيد الفعال لما يريد ذي العرش المجيد والبطش الشديد الهادي صفوة العبيد الى المنهج الرشيد والمسلك السديد المنعم عليهم بعد شهادة التوحيد بحراسة عقائدهم من ظلمات التشكيك والترديد۔ السالك بهم الى اتباع رسوله المصطفى صلى الله عليه وسلم واقتفاء آثار الصحابة الاكرمين المكرمين بالتأييد والتسديد المتجلي لهم في ذاته وافعاله بمحاسن اوصافه التي لا يدركها الا من القى السمع وهو شهيد المعرف اياهم انه في ذاته واحد قديم لا اول له ازلي لا بداية له مستمر الوجود لا آخر له ابدي لا نهاية له قيوم لا انقطاع له

رسالت کے متعلق اپنی کتاب قواعد العقائد میں بیان کیا ہے کیوں کہ وہ مضمون اس مقام کے لئے بہت ہی موزوں ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُبْدِئِ الْمُعِيدِ الْفَعَّالِ لِمَا يُرِيدُ ذِي الْعَرْشِ الْمَجِيدِ وَالْبَطْشِ الشَّدِيدِ الْهَادِي صَفْوَةَ الْعَبِيدِ اِلَى الْمَنْهَجِ الرَّشِيدِ وَ الْمَسْلَكِ السَّدِيدِ الْمُنْعِمِ عَلَيْهِمْ بَعْدَ شَهَادَةِ التَّوْحِيدِ بِحِرَاسَةِ عَقَائِدِهِمْ مِنْ ظُلُمَاتِ التَّشْكِيكِ وَالتَّرْدِيدِ۔ خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے لئے انتخاب کر لیا ہوا ہے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے کے لئے چن لیا ہے اپنی تائید اور توفیق سے خدائے تعالیٰ اپنی ذات اور اپنے افعال میں اپنے اوصاف حسنہ کے ذریعہ سے جلوہ گر ہے مگر ان صفات کو وہی دریافت کر سکتا ہے جو غور سے سنے اور خدا کو حاضر و ناظر سمجھے۔ اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ اپنی ذات میں یگانہ ہے ایسا قدیم ہے جس کی ابتدا نہیں۔ ہمیشہ موجود ہے جس کی آخری حد نہیں۔ ازل و ابد میں موجود ہے جس کی انتہا نہیں۔ مستقل بالذات ہے کسی قسم

دائم لا انصرام له لم يزل
ولا يزال موصوفا بنعوت
الجلال لا يقضى عليه بالانقضا
والانفصال بتقدم الاباد
وانقراض الاجال بل هو
الاول والآخر والظاهر
والباطن وهو بكل
شئ عليم۔
(التنزيه) وانه ليس بجسم
مصور ولا جوهر محدود
ومقدر وانه لا يماثل
الاجسام فى التقدير ولا فى قبول
الانقسام وانه ليس بجوهر
ولا تحله الجواهر ولا بعرض
ولا تحله الاعراض بل لا
يماثل موجودا ولا يماثله
موجود ليس كمثله شئ ولا
هو مثل شئ وانه لا يحده
المقدار ولا تحويه الاقطار
ولا تحيط به الجهات ولا تكتنفه
الارضون ولا السموات وانه
مستو على العرش
على الوجه
الذى قاله

کی کسر اس کی ذات میں باقی نہیں، وہ دائم
و قائم ہے جس کا خاتمہ نہیں۔ صفات جلالیہ
کے ساتھ ازلی و ابدی موجود ہے۔ اس کے
متعلق یہ کبھی فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کہ
اس کی دائمی زندگی کے اوقات ختم ہو چکے
ہیں یا اس کی مدت حیات گذر چکی ہے
وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے
وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کو ہمیشہ سے
جانتا بھی ہے (تقدس الٰہی یوں ہے کہ)
خدا کسی جسم اور صورت میں نہیں۔ نہ محدود
چیز ہے جس کا تخمینہ لگایا جائے۔ کسی جسم کی
مثل بھی نہیں کہ اس میں قیاس لگایا جائے
یا اس کی تقسیم ہو سکے۔ نہ وہ ٹھوس مخلوق ہے
نہ غیر مستقل چیز ہے جو دوسرے کے آسرے
سے پائی جائے۔ نہ وہ صفاتی چیز ہے نہ صفتی
ناپائیدار چیزوں کا مرکز ہے۔ وہ کسی ہستی کی
مثل نہیں، نہ کوئی ہستی اس کی مثل ہے
بلکہ اس کی مثال کی بھی مثال نہیں ہے نہ
اس کی مثال کسی چیز کی مثل ہے۔ کوئی مقدار
اس کو محدود نہیں کرتی۔ نہ اطراف اس کو
اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں۔ کوئی جہت اسے
اپنے احاطہ میں نہیں لا سکتی۔ زمین و آسمان
بھی اسے نہیں سنبھال سکتے۔ وہ اپنے عرش
پر قائم ہے مگر اسی طرح جو اس نے خود کہا ہے

وبالمعنى الذى اراده
استواء منزها عن المماسة
والاستقرار والتمكن والحلول
والانتقال لا يحمله العرش
بل العرش وحملته محمولون
بلطف قدرته ومقهورون
فى قبضته وهو فوق العرش
والسماء وفوق كل شئ الى
تخوم الثرى فوقية لا
تزيده قربا الى العرش
والسماء كما لا تزيده
بعدا عن الارض والثرى
بل هو رفيع الدرجات
عن العرش والسماء كما
انه رفيع الدرجات عن
الارض والثرى وهو مع ذلك
قريب من كل موجود
وهو اقرب الى العبد من
حبل الوريد وهو على
كل شئ شهيد ولا يماثل
قربه قرب الاجسام كما لا
يماثل ذاته ذات الاجسام
وانه لا يحل فى شئ ولا
يحل فيه شئ تعالى عن ان

اور اسی کیفیت سے جو اس کے اپنے ارادہ
میں ہے اس کا وہ قیام اتصال اور چھونے
سے بالاتر ہے۔ اور اندراج اور جذب
الگ ہے۔ اس میں انتقال بھی نہیں۔
عرش اُسے اٹھائے ہوئے بھی نہیں بلکہ
وہ خود اپنے عرش کو اور اس کے اٹھانے
والے فرشتوں کو اپنے دستِ قدرت
سے اٹھائے ہوئے ہے اور اس کے
قبضہ میں مغلوب ہیں۔ وہ عرش پر ہے
اور آسمان پر بھی بلکہ تحت الثریٰ تک
ہر چیز پر فائق ہے۔ یہ فوقیت نہ اسے
آسمان اور عرش کے قریب کرتی ہے
اور نہ زمین اور تحت الثریٰ سے دور لے
جاتی ہے۔ وہ عرش و آسمان سے بالاتر
رتبہ رکھتا ہے جس طرح کہ زمین اور تحت
الثریٰ سے بالاتر ہے، تاہم وہ ہر چیز کے
قریب ہے اور شہ رگ سے زیادہ اپنے
بندہ کے قریب ہے اور ہر چیز کا نگران حال
بھی ہے کیوں کہ وہ اس طرح قریب نہیں
جس طرح کہ جسم قریب ہوتے ہیں اور اسی
طرح اس کی حقیقت کسی جسمانی حقیقت
سے نہیں ملتی۔ نہ وہ کسی میں حل اور
تبدیل ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں
حل اور تبدیل ہو سکتی ہے۔ وہ اس

يحويه مكان كما تقدس
عن ان يحده زمان بل كان
قبل ان خلق الزمان والمكان
وهو الآن على ما عليه
كان وانه بائن من خلقه
بصفاته ليس في ذاته
سواه ولا في سواه ذاته
وانه مقدس عن التغير
والانتقال لا تحله الحوادث
ولا تعتريه العوارض بل
لا يزال في نعوت جلاله
منزها عن الزوال وفي
صفات كماله مستغنيا
عن زيادة الاستكمال و
انه في ذاته معلوم الوجود
بالعقول مرئي الذات
بالابصار نعمة منه ولطفا
بالابرار في دار القرار واتماما
للنعيم بالنظر الى وجهه الكريم
الحيوة والقدرة وانه تعالى
حي قادر جبار قاهر لا
يعتريه قصور ولا
عجز ولا تاخذه
سنة ولا نوم

بھی بالاتر ہے کہ کوئی مکان اسے اپنے
اندر سمیٹ لے جس طرح کہ اس امر سے بھی
بالاتر ہے کہ کوئی زمانہ اسے محدود کرے
بلکہ وہ خود زمانہ اور مکان پیدا کرنے سے
پہلے موجود تھا۔ اور اب بھی اسی طرح موجود
ہے، جیسا کہ پہلے تھا۔ وہ اپنے صفات
میں اپنی مخلوق سے نرالا ہے۔ اس کی ذات
میں اس کا غیر موجود نہیں نہ غیر میں وہ موجود
ہے۔ وہ تغیر و تبدل سے پاک ہے نہ حوادث
اس میں جاگزین ہیں اور نہ عارضی نا پائیدار
حالات اس میں موجود ہیں بلکہ وہ اپنے
جلال میں موجود ہے اور زوال سے پاک
ہے۔ وہ اپنے صفات کاملہ میں موجود ہے
کسی اور تکمیل کی اسے ضرورت نہیں صرف
عقل سے اس کا وجود معلوم ہو سکتا ہے
اس کی ذات بھی آنکھ سے دیکھی جا سکتی
ہے، جب کہ دوسری دنیا میں اپنے نیک
بندوں پر فضل و کرم کی نگاہ کرے گا اور
اپنے مبارک چہرہ کے دیدار سے ان کی
تکمیل نعمت کرے گا۔ (خدا کی زندگی اور طاقت
کا بیان یہ ہے کہ) وہ زندہ، طاقتور، صاحب
قدرت، ہر چیز پر غالب، ہر شکستہ دل کا
سہارا ہے۔ اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں
اور نہ عاجزی۔ نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔

ولا يعارضه فناء ولا موت
وانه ذو الملك والملكوت
والعزة والجبروت له
السلطان والقهر والخلق
والامر والسموات مطويات
بيمينه والخلائق مقهورون
في قبضته وانه المنفرد
بالخلق والاختراع
المتوحد بالايجاد و
الابداع خلق الخلق
واعمالهم وقدر ارزاقهم
وآجالهم لا يشذ عن
قدرته مقدور ولا
يعزب عن قدرته
تصاريف الامور لا
تحصى مقدوراته ولا
تتناهى معلوماته العلم
وانه عالم بجميع
المعلومات محيط
علمه بما يجري
في تخوم الارضين
الى اعلى السموات
وانه عالم لا يعزب
عن علمه مثقال

اور نہ اسے فنا اور موت سے پالا پڑتا ہے۔
وہ حکومت اور بندوبست کا مالک ہے
عزت اور غلبہ کا بھی مالک ہے، مخلوق
پر تسلط اور غلبہ اُسی کا ہے۔ وہی نسل
سے پیدا کرتا ہے اور وہی کن کہنے سے
پیدا کرتا ہے۔ تمام آسمان اس کے
دست قدرت کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے
ہوئے ہیں۔ تمام مخلوقات اس کے قبضہ
میں مغلوب ہے۔ صرف وہی مادہ اور مادہ
کے بغیر پیدا کر سکتا ہے۔ اپنی ایجاد و
اختراع میں یکتا ہے۔ اس نے ہی اپنی
مخلوقات کو اور اس کے اعمال کو پیدا
کیا ہے۔ اسی نے اس کی روزی اور
موت کا صحیح انداز لگایا ہے۔ کوئی مخلوق
اس کی قدرت سے خارج نہیں ساری
کائنات کے تصرفات بھی اس کی
قدرت سے باہر نہیں۔ اس کی قدرتوں
کا اندازہ نہیں لگایا جاتا۔ اور نہ ہی اس
کے معلومات کی کوئی انتہا ہے (خدا
کے علم کا بیان یوں ہے کہ) وہ تمام
اشیاء کا عالم ہے۔ اس کا علم تمام ان
چیزوں پر حاوی ہے، جو زمین کے
کناروں سے لے کر اوپر کے آسمانوں
تک جاری ہیں۔ ایسا عالم ہے کہ اسکے

ذرة فی الارض ولا فی السماء بل یعلم دبیب النملة السوداء علی الصخرة الصماء فی اللیلة الظلماء ویدرک حرکة الذر فی جو الهواء ویعلم السر واخفی ویطلع علی هواجس الضمائر وحرکات الخواطر وخفیات السرائر بعلم قدیم ازلی لم یزل موصوفا فی ازل الازال لا بعلم متجدد حاصل فی ذاته بالحلول والانتقال۔ الارادة وانه تعالیٰ مرید للکائنات مدبر للحادثات فلا یجری فی الملکوت قلیل او کثیر صغیر او کبیر خیر او شر نفع او ضر ایمان او کفر عرفان او نکر فوز او خسران زیادة او نقصان طاعة او عصیان الا بقضائه وقدره وحکمته ومشیئته فما شاء کان وما لم یشاء

علم سے ذرہ بھر بھی زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں، بلکہ ٹھوس پتھر پر جب چیونٹی سخت اندھیری رات میں دبے پاؤں چلتی ہے، تو اس کی رفتار سے بھی آگاہ ہے اور جو ذرات ہوا میں اڑتے ہیں، ان کی حرکت کو بھی جانتا ہے۔ وہ راز اور راز پوشیدہ تر بات کو بھی جانتا ہے، دل کے خیالات اور خیالات کی حرکات بھی جانتا ہے۔ اور پوشیدہ سے پوشیدہ بھید کو بھی جانتا ہے۔ مگر اس کا یہ علم ازلی ہے، جو ہمیشہ سے ہمیشہ میں اس کی صفت ہے۔ وہ کسی نو پیدا علم سے نہیں جانتا جو کبھی اس کی ذات میں آئے اور کبھی نکل جائے۔ (ارادہ) اللہ تعالے کے ارادہ کا بیان یوں ہے کہ، وہ مخلوقات میں اپنا ارادہ برتتا ہے تمام نو پیدا مخلوق میں انتظام کرتا ہے جو بھی اس کی بادشاہت میں کم و بیش، خورد وکلاں، دکھ سکھ، نفع وضرر، ایمان وکفر، خدا شناسی یا انکار، کامیابی یا ناکامی، زیادتی یا نقصان، فرمانبرداری یا نافرمانی ہوتی ہے اسی کی قضا و قدر اور حکمت ومشیت سے ہوتی ہے۔ جسے چاہے، وہ موجود ہوجاتا ہے اور جسے نہ چاہے وہ موجود نہیں ہوتا

لم یکن لا یخرج عن مشیئته لفتة ناظر ولا فلتة خاطر بل هو المبدئ المعید الفعال لما یرید لا راد لحکمه ولا معقب لقضائه ولا مهرب لعبد من معصیة الا بتوفیقه ورحمته ولا قوة علی طاعته الا بمشیئته وارادته فلو اجتمع الانس والجن والملئکة والشیاطین علی ان یحرکوا فی العالم ذرة او یسکنوها دون ارادته ومشیئته لعجزوا عن ذلک وان ارادته قائمة بذاته فی جملة صفاته لم یزل کذلک موصوفا بها مریدا فی ازله لوجود الاشیاء فی اوقاتها التی قدرها فوجدت فی اوقاتها کما اراده فی ازله من غیر تقدم ولا تاخر بل وقعت علی وفق علمه وارادته من غیر تبدل ولا تغیر دبر الامور لا بترتیب افکار ولا تربص زمان فلذلک لم یشغله شان عن شان۔ السمع والبصر۔ وانه

اسکی مرضی سے آنکھ کی ایک نگاہ بھی باہر نہیں اور دل کا کوئی خیال بھی باہر نہیں، بلکہ وہی نو پیدا کرنے والا اور دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ کوئی اس کے حکم کو روکنے والا نہیں۔ نہ ہی اسکے فیصلہ پر کوئی نکتہ چین ہے۔ انسان کو کسی گناہ سے بچ سکنے میں اسکی توفیق اور رحمت کے بغیر چارہ نہیں اور فرمانبرداری میں اسکے ارادہ اور مشیت کے سوا مجال نہیں، اگر تمام انسان، جن، فرشتے اور شیطان بھی جمع ہوکر سلسلہ کائنات میں ایک ذرہ کو بھی حرکت دیں یا اسکے ارادہ کے بغیر اسے ساکن کرنا چاہیں تو اس سے عاجز ہوجائینگے۔ خدا کا ارادہ اسکی اپنی ذات میں باقی صفات کیطرح قائم ہے۔ وہ بدستور اس سے موصوف رہا ہے۔ زمانہ ازل میں اس نے ارادہ کیا کہ سلسلہ مخلوقات اپنے اپنے وقت پر پیدا ہو جو اس نے تجویز کیا تھا چنانچہ جسطرح اس نے زمانہ ازل میں کسی تقدم وتاخر کے بغیر چاہا تھا اسی طرح کائنات معرض ظہور میں آگئی بلکہ اسکے علم کے اور اس کے ارادہ کے مطابق بغیر کسی تغیر و تبدل کے موجود ہوگئی۔ نہ اسے کسی تجویز کے سوچنے کی ضرورت پڑی نہ اسے کسی وقت کا انتظار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ایک مصروفیت دوسری مصروفیتوں سے غافل نہیں کرتی۔ (خدا کی قوت شنوائی اور بینائی کی حقیقت یہ ہے کہ

تعالى سميع بصير يسمع ويرى
لا يعزب عن سمعه مسموع وان
خفي ولا يغيب عن رؤيته
مرئي وان دق ولا يحجب سمعه
بعدٌ ولا يدفع رؤيته ظلامٌ
يرى من غير حدقة واجفان
ويسمع من غير اصمخة وآذان
كما يعلم بغير قلب ويبطش
بغير جارحة ويخلق بغير آلة
اذ لا تشبه صفاته صفات الخلق
كما لا تشبه ذاته ذوات الخلق۔
الكلام۔ وانه تعالى متكلم آمر ناهٍ
واعد متوعد بكلام ازلي قديم
قائم بذاته لا يشبه كلام الخلق
فليس بصوت يحدث من
انسلال الهواء او اصطكاك
اجرام ولا بحرف ينقطع باطباق
شفة او تحريك لسان وان القرآن
والتوراة والانجيل والزبور كتبه
المنزلة على رسله عليهم السلام
وان القرآن مقروء بالالسنة
مكتوب في المصاحف محفوظ
في القلوب وانه مع ذلك قديم
قائم بذات الله تعالى لا يقبل

وہ خدا سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اسکی شنوائی
سے کوئی بات باہر نہیں۔ اگرچہ وہ کتنی ہی
مخفی ہو اور اسکی بینائی سے کوئی چیز خارج نہیں
اگرچہ کتنی ہی باریک ہو اس کی قوت سماعت
کو کوئی دوری مانع نہیں اور اس کی قوت بینائی
کو کوئی تاریکی نہیں روکتی۔ وہ بغیر آنکھ اور
پلک کے دیکھتا ہے اور سوراخ گوش
و کان کے بغیر سنتا ہے۔ اسی طرح دل کے
بغیر جانتا ہے اور ہاتھ کے بغیر حملہ کرتا ہے
اور اوزار کے بغیر پیدا کر لیتا ہے۔ کیونکہ
اس کے صفات مخلوق کی صفات جیسے
نہیں اور نہ ہی اس کی ذات مخلوق کی
ذات کی مثل ہے۔ خدا کا کلام یوں ہے کہ
وہ کلام کرتا ہے، حکم کرتا ہے، روکتا ہے،
خوشخبری دیتا ہے، عذاب کی خبر دیتا ہے مگر اسکا
کلام ازلی ابدی قدیم ہے، جو اس کی ذات میں قائم
ہے اور مخلوق کے کلام کی طرح نہیں کہ ہوا کی مداخلت
اور حرکت سے پیدا ہو یا دو چیزوں کے ٹکرانے سے
پیدا ہو جو حروف سے مرکب نہیں کہ ہونٹ کی جنبش
سے ختم ہو جائے اور زبان کے چلنے سے جاری ہو۔
قرآن، توراۃ، انجیل اور زبور اسی کی کتابیں ہیں جو اسکے
انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں چنانچہ قرآن اگرچہ
زبان سے پڑھا جاتا ہے یا اوراق میں لکھا جاتا ہے اور دلوں
میں محفوظ ہے تاہم وہ قدیم ہے خدا کی ذات میں قائم ہے

الانفصال والافتراق بالانتقال
الى القلوب والاوراق وان موسى
عليه السلام سمع كلام الله تعالى
بغير صوت ولا حرف كما يرى الابرار
ذات الله تعالى في الآخرة من غير
جوهر ولا عرض واذ كان له هذه
الصفات كان حيا عالما قادرا
مريدا سميعا بصيرا متكلما بالحيوة
والعلم والقدرة والارادة و
السمع والبصر والكلام لا بمجرد
الذات۔ انتهى كلام الغزالي
رحمه الله تعالى قال المؤلف عفى
الله عنه الصفات السبعة التي
ذكرها الغزالي مبنيٌّ على مسلك
الاشعرية من المتكلمين وزاد الما
تريدية صفة ثامنة تسمى بالتكوين
قالوا لا تكفي في وجود الخلق الارادة
ولا بد في وجود الخلق من التكوين
مستدلين بقوله تعالى انما امره
اذا اراد شيئا ان يقول له كن
فيكون فالارادة امر والتكوين
المشار اليه بلفظة كن امر آخر
والمريد للامر لا يسمى فاعلا له
الا اذا اخرجه من العدم الى الوجود

اوراق میں یا دلوں میں منتقل ہونے کے باوجود
بھی وہ خدا کی ذات سے الگ اور منتقل نہیں۔
کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کلام الٰہی سنا
تھا، اس میں آواز نہ تھی اور نہ حروف تھے۔ یہی
طرح نیک انسان عالم آخرت میں خدا کا دیدار پائیں گے
مگر وہ محسوس ہوگا نہ عارضی چیز جب خدا ایسا ہے تو
ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے ان صفات میں حی، عالم
قادر، مرید، سمیع، بصیر اور متکلم ہے اور انہیں یہ
سات صفات موجود ہیں، حیوٰۃ، علم، قدرۃ، ارادہ
سمع، بصر اور کلام۔ اور اسکی ذات اپنی صفات سے
خالی نہیں (امام غزالی رحمۃ اللہ کا کلام یہاں پر ختم
ہو چکا ہے) اب مؤلف کہتا ہے (خدا اس کے گناہ
معاف کرے) کہ امام صاحب نے جو خدا کے سات
اوصاف بیان کئے ہیں وہ مذہب اشعری کے
مطابق ہیں۔ ورنہ مذہب ماتریدیہ میں ایک آٹھواں
اور بھی خدا کا وصف ہے جسے تکوین کہتے ہیں کیونکہ
مخلوقات کے پیدا کرنے میں صرف ارادہ ہی کافی
نہیں کچھ تکوین کی بھی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ
نے خود فرمایا ہے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا
ہوں تو اسے کن کہتا ہوں تو پھر وہ موجود ہو جاتا
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ اور چیز ہے اور
تکوین جو لفظ کُن سے اشارۃً سمجھی جاتی ہے اور
چیز ہے۔ اسکے علاوہ صرف ارادہ کرنے والا فاعل
نہیں کہلاتا سوائے اسکے کہ اسکو ہست نیست کرے

فلفظة كن منه سبحانه وتعالى
امر باخراج ما اراده من القوة
الى الفعل ومحل بسط هذا
المبحث كتب علم الكلام كشرح
العقائد وشرح المواقف رجعنا
الى كلام حجة الاسلام فقال الامام
والله سبحانه وتعالى لا موجود سواه
الا وهو حادث بفعله وفائض
من عدله على احسن الوجوه واكملها
واتمها واعدلها وانه حكيم في
افعاله عادل في اقضيته ولا يقاس
عدله بعدل العباد اذ العبد يتصور
منه الظلم بتصرفه في ملك غيره
ولا يتصور الظلم من الله تعالى
فانه لا يصادف لغيره ملكا حتى يكون
تصرفه فيه ظلما فكل ما سواه من
انس وجن وشيطان وملك وسماء
وارض وحيوان ونبات وجوهر
وعرض ومدرك ومحسوس حادث
اخترعه بقدرته بعد العدم
اختراعا وانشاءه بعد ان لم يكن
شيئا اذ كان في الازل موجودا
وحده ولم يكن معه غيره فاحدث
الخلق بعد اظهار القدرته

پس لفظ کن خدائے تعالیٰ کا امر ہے اسکو جس کا
وہ ارادہ کرتا ہے کہ نیست سے ہست کر دے۔ اس
مسئلہ کی تفصیل کا مقام علم کلام کی کتابیں ہیں مثلاً
شرح عقائد، شرح مواقف وغیرہ۔ اب ہم دوبارہ
امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام درج کرتے ہیں۔ آپ
فرماتے ہیں کہ افعال خداوندی کی حقیقت یوں
ہے کہ جو بھی اللہ کے بغیر ہے وہ اسی کے فعل سے
پیدا ہوا ہے اور بہترین عدل کے طریق پر اور کمل
و اکمل طرز پر صورت نما ہوا ہے۔ خدا اپنے افعال
میں حکمت استعمال کرتا ہے۔ اپنے فیصلے میں عادل
ہے۔ مگر اسکا عدل انسانی عدل کے مشابہ نہیں۔
کیونکہ انسان سے تو ظلم کا بھی امکان ہے جبکہ وہ
غیر کے ملکیت پر متصرف ہو اور خدا سے ظلم کا امکان ہی
نہیں کیونکہ جبکہ کوئی غیر کی ملکیت ہی نہیں تو یہ کیسے کہا
جائے گا کہ وہ غیر کی ملکیت پر تصرف کرتا ہے تاکہ اسکا
عمل ظلم قرار پائے کیوں کہ اس نے یہ تمام چیزیں خود
پیدا کی ہیں۔ انسان، جن، شیطان، فرشتے، آسمان
زمین، حیوان، نباتات، جوہر، عرض، مدرک بالحس
اور مدرک بالعقل وغیرہ چنانچہ اس نے اپنی قدرت
کاملہ سے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو وجود عطا کیا
ہے بعد اس کے کہ وہ نیست تھیں اور وہ خدا خود
زمانہ ازل میں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی
غیر موجود نہ تھا۔ پھر اس نے اپنی اظہار
قدرت کے لئے کائنات کو پیدا کیا

وتحقيقا لما سبق من ارادته وحق
في الازل من كلمته لا لافتقاره اليه
وحاجته وانه تعالى متفضل بالخلق
والاختراع والتكليف لا عن وجوب
ومتطول بالانعام والاصلاح لا
عن لزوم له الفضل والاحسان
والنعمة والامتنان اذ كان قادرا
على ان يصب على عباده انواع
العذاب ويبتليهم بضروب
الالام والاوصاب ولو فعل
ذلك لكان منه عدلا ولم يكن قبيحا
ولا ظلما وانه يثيب عباده على
الطاعات بحكم الكرم والوعد
لا بحكم الاستحقاق واللزوم
اذ لا يجب عليه فعل ولا يتصور
منه ظلم ولا يجب لاحد عليه
حق وان حقه في الطاعات واجب
على الخلق بايجابه على لسان انبيائه
لا بمجرد العقل ولكنه بعث الرسل
واظهر صدقهم بالمعجزات الظاهرة
فبلغوا امره ونهيه ووعده
ووعيده فوجب على الخلق
تصديقهم فيما جاؤا به معنى
الكلمة الثانية وهي رسالة الرسول

اور اس سے اپنے ارادہ کا ثبوت دیا جو اس
نے پہلے کیا ہوا تھا اور اس قول کو پورا کرنے
کے لئے جو ازل میں کہہ چکا تھا ورنہ اسکو کائنات
کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ یہ اس کی
مہربانی ہے کہ اسے پیدا کیا۔ نیست سے ہست
کیا اور صاحب اختیار بنایا ورنہ یہ سب کچھ اس پہ
واجب نہ تھا اور وہ بہر فضل کرنے والا ہے کہ اس نے
بہر احسان کیا اور ہماری اصلاح کی حالانکہ یہ بھی
اس کا فرض نہ تھا پس یہ سب کچھ اسکا فضل ہے احسان
اور نعمت و انعام ہے کیونکہ وہ ہر وقت قادر ہے
کہ اپنے بندوں پر قسم قسم کے عذاب لائے اور گونا گوں
مصائب میں گرفتار کرے اگر ایسا کرے تو پھر بھی اسکا عدل
ہی ہوگا اور اس کیلئے کوئی عیب و ظلم نہ تھا اور نہ ہوگا
خدا اپنے حسب وعدہ اپنے فضل و کرم سے بندوں کی نیکیاں
قبول کرنے پر ثواب دیتا ہے نہ کہ بندوں کا کوئی اس پہ
زور ہے اور نہ ہی انکا کوئی فرض اسپر عائد ہوتا ہے کیونکہ
اسپر کوئی فعل بھی واجب نہیں ہو سکتا اور نہ اس
سے ظلم متصور ہو سکتا ہے اور کسی کا حق اسکے ذمہ واجب ہے
مگر مخلوق پر اسکا حق اطاعت واجب ہے جو اس نے اپنے انبیاء کے
ذریعے بیان کیا ہے۔ اور وہ حق اطاعت صرف عقل کے ذریعہ ثابت
نہیں ہوتا تھا اسلئے اس نے اپنے رسول بھیجے اور ان کو کھلا
معجزات سے انکی صداقت کا اظہار فرمایا تو پھر انہوں نے خدا کا
نہی و عدہ اور وعید کی خبر دی۔ اس لئے مخلوق پر واجب
ہوگیا کہ جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں اسکی تصدیق کریں اور انکی اتباع کریں

صلی اللہ علیہ وسلم. واللہ تعالیٰ
بعث النبی الاُمّی القرشی محمدًا
صلی اللہ علیہ وسلم برسالتہ
الی کافۃ العرب والعجم والجن
والانس فنسخ بشرعہ الشرائع
الّا ما قررہا وفضّلہ علی سائر
الانبیاء وجعلہ سیّد البشر و
منع کمال الایمان بشہادۃ
التوحید وہی قولہ لا الٰہ الّا اللہ
ما لم تقترن بہا شہادۃ الرسول
وہی محمدٌ رسول اللہ فالزم الخلق
تصدیقہ فی جمیع ما اخبر بہ
من الدنیا والآخرۃ وانّہ لا یقبل
ایمان عبد حتی یوقن بما اخبر عنہ
بعد الموت واوّلہ سوال منکر ونکیر
وہما شخصان مہیبان ہائلان
یقعدان العبد فی قبرہ سویًا ذا
روح وجسد فیسئلانہ عن التوحید
والرسالۃ ویقولان لہ من ربّک و
ما دینک ومن نبیّک وہما فتّانا
القبر وسوالہما اوّل فتنۃ القبر
بعد الموت وان یؤمن بعذاب
القبر وانہ حقٌّ وحکمۃٌ وعدلٌ علی
الجسم والروح علی ما یشاء ویؤمن

رسالت کا بیان یوں ہے کہ خدا ہی نے اپنا
نبی اُمّی قریشی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و
سلم تمام کائنات کی طرف رسول بنا کر مبعوث
کیا ہے خواہ عرب ہوں یا عجم یا جن ہوں یا انسان
سوائے چند اصولی احکام کے تمام شرائع سابقہ
کے احکام کو منسوخ کر دیا اور تمام انبیاء
علیہم السلام پر آپ کو فضیلت بخشی ۔ آپ کو
سید البشر بنایا ، اور جب تک محمد رسول اللہ کا اقرار نہ
ہو ، اقرار توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنے سے [illegible]
اور مخلوق پر آپ کی تصدیق فرض کر دی ۔ ان احکام
کے متعلق جو آپ نے دنیا و آخرت کی بابت بیان
کئے ہیں اور یہ بھی فرض کیا کہ کسی کا ایمان معتبر
نہیں جب تک وہ باتیں نہ مانے ۔ جن کی خبر آپ نے
انسان کی موت کے بعد دی ہیں جن میں سے اوّل
منکر نکیر کا سوال ہے ۔ یہ دو فرشتے با ہیبت خوفناک
ہیں ، جو مُردہ کو قبر میں سیدھا بٹھا دیتے ہیں جب
میں روح اور جسم دونوں ہوتے ہیں ، پھر توحید
اور رسالت نبوی کا سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب
کون ہے ، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون
ہے ؟ اور یہ دو فرشتے قبر کا امتحان ہیں کہ جو
موت کے بعد قبر میں پہلا امتحان ان کے سوالات
ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ مومن عذاب قبر کو تسلیم
کرے کہ وہ حق ہے اور حکمت اور عدل ہے جسم اور
روح پر جس طرح کہ خدا چاہے ۔ یہ بھی مانے کہ

بالمیزان ذی الکفّتین واللسان
وصفتہ فی العظم انّہ مثل طباق
السمٰوات والارضین توزن فیہ
الاعمال بقدرۃ اللہ تعالیٰ والصنج
یومئذٍ مثاقیل الذرّ والخردل
تحقیقًا لتمام العدل وتطرح صحائف
الحسنات فی صورۃ حسنۃ فی کفّۃ
النور فیثقل بہا المیزان علی قدر
درجاتہا عند اللہ بفضل اللہ
تعالیٰ وتطرح صحائف السیّئات
فی کفّۃ الظلمۃ فیخفّ بہا المیزان
بعدل اللہ تعالیٰ وان یؤمن بانّ
الصراط حقٌّ وہو جسرٌ ممدودٌ علی
متن جہنّم احدّ من السیف وارقّ
من الشعر تزلّ علیہ اقدام الکفرۃ
بحکم اللہ تعالیٰ فتہوی بہم الی النار
وتثبت علیہ اقدام المؤمنین فیساقون
الی دار القرار ویؤمن بالحوض
المورود حوض محمد صلی اللہ علیہ
وسلم یشرب منہ المؤمنون قبل
دخول الجنّۃ وبعد جواز الصراط من
شرب منہ شربۃً لا یظمأ بعدہا
ابدًا عرضہ السماء فیہ میزابان
یصبّان من الکوثر ویؤمن بیوم الحساب

میزان عمل کے دو پلڑے ہیں اور ایک قبضہ کی
اس کی بڑائی کا بیان یوں ہے کہ وہ زمین آسمان
کی وسعت کے برابر بڑی ہے ۔ اس میں قدرت الٰہیہ
سے اعمال تولے جائیں گے اور اس کے باٹ چیونٹی
اور رائی کے دانے کے برابر بھی ہونگے تاکہ پورا پورا
انصاف ہو ۔ پھر اس کے نورانی پلڑے میں نیک اعمال
کے صحیفے ڈالے جائیں گے جن سے وہ ترازو بوجھل
معلوم ہوگا ۔ ان کے نیک اعمال کے درجہ کے مطابق
خدا کے فضل و کرم سے ۔ پھر دوسرے تاریک پلڑے
میں بداعمالیوں کے صحیفے ڈالے جائیں گے تو وہ خدا
کے عدل و انصاف سے ہلکا ہو جائے گا ۔ مومن یہ بھی
مانے کہ پُل صراط حق ہے اور جہنم کی پشت پر یہ ایک
لمبا پُل بچھایا جائے گا جو تلوار سے تیز ہوگا اور بال سے باریک
اس سے کفار کے قدم پھسل جائیں گے اور خدا
کے حکم سے جہنم رسید ہوں گے ۔ مومنین کے
قدم اس پر ٹک جائیں گے تو جنّت کو بھاگے
جائیں گے ۔ یہ بھی مانے کہ حوض کوثر حق ہے
جس پر لوگ آئیں گے اور حضور علیہ السلام
کے حوض محمدی سے دخول جنت سے پہلے
مومنین پانی پئیں گے اور پل صراط سے گذر کر
بھی اس کا پانی پئیں گے ۔ اور جو شخص اس کا
ایک گھونٹ بھی پی لیگا کبھی پیاسا نہ ہوگا ۔ اس
کی وسعت آسمان کے برابر ہے اس میں دو نالیاں حوض کوثر
سے نکل کر گرتی ہیں ۔ مومن یہ بھی مانے کہ حساب کا دن حق

لہ مرخ بانگ تلادہ

وتفاوت الخلق فيه الى مناقش
في الحساب والى مسامح فيه والى
من يدخل الجنة بغير حساب
وهم المقربون فيسئل الله من
شاء من الانبياء عن تبليغ الرسالة
ومن شاء من الكفار عن تكذيب
المرسلين ويسأل المبتدعين
عن السنة ويسأل المسلمين
عن الاعمال ويؤمن باخراج الموحدين
من النار بعد الانتقام حتى لا يبقى
في جهنم موحد بفضل الله تعالى
ويؤمن بشفاعة الانبياء ثم العلماء
ثم الشهداء ثم سائر المؤمنين
كل على حسب جاهه ومنزلته
من بقي من المؤمنين ولم يكن له شفيع
اخرج بفضل الله تعالى ولا يخلد
في النار مؤمن بل يخرج منها من
كان في قلبه مثقال ذرة من
الايمان وان يعتقد فضل الصحابة
وترتيبهم وان افضل الناس
بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم
ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي
رضي الله عنهم وان يحسن الظن
بجميع الصحابة وان يثني عليهم

ہے جس میں مخلوقات مختلف طریق پر مبتلا ہوگی۔
کسی سے خوب باز پرس ہوگی اور کسی سے چشم پوشی
کی جائے گی، اور کوئی ایک بغیر حساب کے بھی داخل
جنت ہوں گے اور یہ لوگ خدا کے مقرب ہوں گے
خدا کا منشاء ہوگا تو انبیاء علیہم السلام سے بھی
سوال ہوں گے کہ تبلیغ کیسے کی وحی جا ہیگا تو کفار
اور مکذبین سے بھی سوال ہوں گے کہ تم نے رسول
کی تکذیب کیوں کی، بدعتی اور مخالف سنت سے سوال
ہوگا کہ تم نے سنت طریق کیوں چھوڑا اور اہل اسلام
سے اعمال کے متعلق سوال ہوگا اور ذہن یہ بھی مانے کہ
اہل توحید جہنم سے بدلہ پاکر آخر نجات پائیں گے یہاں تک
کہ خدا کے فضل و کرم سے وہاں کوئی اہل توحید نہ رہیگا
یہ بھی مانے کہ انبیاء علیہم السلام شفاعت کریں گے۔ ان کے
بعد اہل علم پھر شہادت یافتہ اور سب کے آخر باقی اہل اسلام
اپنی اپنی قدر و منزلت کے مطابق شفاعت کریں گے
اور جو مومن جہنم میں بغیر شفاعت کے پڑا رہیگا اور اسکا
کوئی شفیع نہ ہوگا تو خدا کے اپنے فضل سے جہنم سے نکالا
جائیگا اور دوزخ میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہیگا بلکہ
جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جہنم سے
نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی مانے کہ صحابہؓ کی فضیلت برحق
ہے اور ان میں ترتیب و فضیلت یوں ہے کہ حضور علیہ السلام
کے بعد افضل الناس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں
پھر حضرت فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت علی رضی
اللہ عنہم یہ بھی ضروری ہے کہ مومن صحابہؓ کے متعلق حسن ظن رکھے

كما اثنى الله تعالى ورسوله
صلى الله عليه وسلم عليهم اجمعين
فكل ذلك مما وردت به السنة
وشهدت به الآثار فمن اعتقد
جميع ذلك موقنا به كان من
اهل الحق وعصابة السنة و
فارق رهط الضلال والبدعة
فنسأل الله تعالى كمال اليقين
والثبات في الدين لنا ولكافة
المسلمين انه ارحم الراحمين
وصلى الله على سيدنا محمد وآله
وصحبه اجمعين. انتهى ما اردنا
نقله من كتاب (قواعد العقائد)
للامام حجة الاسلام رحمة الله عليه
قال المؤلف عفى الله عنه بسم الله
الرحمن الرحيم وبه نستعين
اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا
اتباعه وارنا الباطل باطلا و
ارزقنا اجتنابه اما بعد
فقد اختلفت الامة في العقائد
اختلافا كثيرا وتفرقت آراءهم
ووقع بينهم التنافر والتباغض
وادعت كل طائفة انها على
الحق وما سواها على الباطل كيف

اور جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام نے
ان کی تعریف و توصیف کی ہے یہ بھی ان کی
تعریف کرے۔ ان تمام عقائد کے متعلق شاہد احادیث
نبوی وارد ہیں اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم شاہد ہیں
جو شخص ان تمام عقائد کو تسلیم کرے وہ اہل حق
اور اہل سنت ہوگا۔ اور اہل بدعت اور گمراہ
فرقوں سے الگ سمجھا جائے گا۔ ہم سب کا فرض
ہے کہ خدا تعالیٰ سے کمال یقین اور دین اسلامی پر استقلال
کی درخواست کریں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے
لئے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے وصلی اللہ
علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین
یہاں تک جو ہمیں امام صاحب کی کتاب قواعد
العقائد سے نقل کرنا تھا نقل کر دیا ہے۔ اب
مؤلف رسالہ ہذا (عفی عنہ) اپنا مضمون شروع
کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین
یا اللہ ہمیں جو حق بات ہے وہ سچ سچ دکھا
دے اور باطل کو واقعی طور پر باطل دکھا
اور ہمیں اس سے کنارہ کشی نصیب کر۔
اس کے بعد واضح ہو کہ اس امت محمدیہ میں
عقائد کا اختلاف بہت ہے اور ان کی رائیں
مختلف ہیں اور ان میں باہمی نفرت پیدا ہو چکی
ہے اور بغض پیدا ہو گیا ہے۔ ہر ایک فرقہ کا
یہی دعویٰ ہے کہ ہم ہی حق پر ہوں اور دوسرے
باطل پر ہیں۔ کیوں ایسا نہ ہو جب کہ حضور

لا وقد اخبرنا بهذه الحالة سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث قال ستفترق امتي على ثلاث وسبعين فرقة الحديث وقد ذكرت هذا الحديث بما له وما عليه في آخر كتابي المسمّى (الاصول الاربعة في ترديد الوهابية) بالفارسية وها انا اذكره ههنا اتماما للفائدة. عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليأتين على امتي ما اتى على بني اسرائيل حذو النعل بالنعل حتى ان كان منهم من اتى امه علانية لكان في امتي من يصنع ذلك وان بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق امتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار الا ملة واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابي رواه الترمذي

علیہ السلام نے ہمیں پہلے ہی خبر دی ہوئی ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقوں پر تقسیم ہو جائے گی...... اور یہ حدیث پورے سوال وجواب کے ساتھ میری تصنیفی کتاب فارسی الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ کے اخیر نقل کردی ہوئی ہے۔ مگر تاہم تکمیل فائدہ کے لئے اسے یہاں بھی نقل کرتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت پر وہ انقلاب آئے گا۔ جو بنی اسرائیل پر آیا تھا ہو بہو، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے، جو ایسا کر گذریں گے امت بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں پر منقسم ہوگئی تھی اور میری امت ۷۳ ملت پر تقسیم ہوگی اور وہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے مگر ایک فرقہ بچ رہے گا۔ حاضرین نے پوچھا کہ یا رسول صلعم وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے جو ان اصولوں پر قائم ہوگا کہ جن پر میں اور میرے صحابہؓ قائم ہیں۔ (رواہ الترمذی)

وفي رواية احمد وابي داؤد عن معاوية ثنتان وسبعون في النار وواحدة في الجنة وهي الجماعة وانه سيخرج في امتي اقوام تتجارى بهم تلك الاهواء كما تتجارى الكلب بصاحبه لا يبقى منه عرق ولا مفصل الا دخله فان قيل هل الفرق التي ذكرت في الحديث من اهل الدعوة او من اهل الاجابة نقول بل هي من اهل الاجابة لانهم ذكروا بلفظ امتي مكررا واما اهل الدعوة الذين ما آمنوا بالله ورسوله فلا يدخلون في امته صلى الله عليه وسلم وههنا سؤال آخر اصعب من الاول وتقريره ان كل طائفة من الطوائف الثلاث والسبعين فرقة وتزعم انها هي الطائفة الناجية وانها هي مصداق ما انا عليه واصحابي نحن فالذي يحل هذه العقدة بالامانة فاضطربت اهل السنة والجماعة التجاءت

امام احمد وابوداؤد حضرت معاویہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اس فرقہ کا نام جماعت ہے میری امت میں ایسی قومیں بھی پیدا ہوں گی کہ جن کو یہ نو پیدا خیالات اسطرح اثر کر گئے جس طرح کہ دیوانہ کتے کی زہر دوڑاتی ہے باؤلے کتے کے کاٹے ہوئے کا کوئی رگ و ریشہ نہیں بچتا کہ جس میں اسکی زہر کا دخل نہ ہو۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو دوزخی ۷۲ فرقے حدیث میں مذکور ہیں وہ کوئی نیا اسلام پیش کرتے ہیں یا اسی اسلام کے دعویدار ہوں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سب اسلام کے دعویدار ہونگے کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کو امت کے لفظ سے باربار ذکر کیا ہے مگر جو لوگ نیا دعوت پیش کرینگے وہ ہونگے جو خدا اور رسول کو نہیں مانینگے، اسلئے وہ امت محمدیہ میں داخل نہیں پہلی قسم کا نام اہل اجابت ہے اور دوسری کا نام اہل دعوت ہے۔ اس مقام پر ایک مشکل سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم نجات پانیوالی فرقہ ناجیہ جماعت ہیں اور ہم ہی ما انا علیہ واصحابی کی صحیح مثال ہیں۔ کیا کوئی یہ عقدہ ایمان داری سے حل کرسکتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں اہل السنت والجماعت بے چین ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں

الی حضرۃ اللہ تعالیٰ فوجدوا
قولہ تعالیٰ فلا وربک لا یؤمنون
حتی یحکموک فیما شجر بینہم فحکمنا
صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا
الفیصلۃ المفضلۃ فوجدنا مجدہ
تعالیٰ فی ذلک الحدیث قولہ صلی
اللہ علیہ وسلم وھی الجماعۃ ومعلوم
ان لفظ الجماعۃ جزء من اسم
اہل السنۃ والجماعۃ فی روایۃ ابی
داؤد واحمد والمراد من الجماعۃ کثرۃ
الافراد وکثرۃ افراد اہل السنۃ
والجماعۃ المقلدین للمذاہب الاربعۃ
شرقا وغربا من الفرق الضالۃ
بدیھی لا یحتاج الی دلیل سوال
آخر قال بعض اہل الضلال المراد
من الجماعۃ فی الحدیث من کان علی
الحق وان قلت افرادہ قلنا لیس
الامر کما زعموا لان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال فی حدیث آخر
عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ
محمد علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ
ومن شذ شذ فی النار رواہ الترمذی

گمراہ ہو گئے تو ان کو قرآن مجید کی یہ آیت نظر آئی
کہ بجز وہ لوگ مومن شمار نہ ہونگے یہاں تک کہ
وہ اپنے باہمی تنازعات میں آپکو رجوع نہ مانیں گے
اس لئے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
لاینحل سوال میں پنچ مان لیا اور فیصلہ ہو گیا
کیونکہ حدیث مذکور میں حضور علیہ السلام کا یہ لفظ مبارک
موجود ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ جماعت ہے اور یہ سب کو
معلوم ہے کہ جماعت کا لفظ فرقہ اہل سنت والجماعت
کے نام کا اصلی جزو ہے جیسا کہ امام احمد و ابو داؤد
کی روایت میں ہے اور جماعت سے مراد ہمیشہ
کثرت افراد ہوا کرتے ہیں اور کثرت افراد اہل سنت
والجماعت ہی ہیں جو مذاہب اربعہ کے مشرق و مغرب
میں مقلد ہیں اور یہ کثرت گمراہ فرقوں کے مقابلہ
پر ایسی روشن ہے جس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں
سوال دیگر، ایک گمراہ فرقہ کا قول ہے کہ حدیث
میں جماعت کا لفظ آیا ہے اور اس سے مراد اہل
حق ہیں اگرچہ ان کے افراد کی قلت ہو ہم جواباً کہتے
ہیں کہ یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ وہ خود نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں جسے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے فرمایا ہے
کہ خدا تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا تھا کہ امت محمدیہ
کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور جماعت پر خدا کا
ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ
ہوگا۔ وہ دوزخ میں پھینکا جائیگا رواہ الترمذی

وعن ابی بصرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی ان
لا تجتمع امتی علی ضلالۃ فاعطانیہا
رواہ الطبرانی وعن ابن عباس
رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ
فمات مات میتۃ جاھلیۃ رواہ
البخاری۔ فان قیل وان ذکر فی
ھذہ الاحادیث لفظ الاجتماع
ولفظۃ الجماعۃ لکنہ لم یصرح بان
المراد من الجماعۃ کثرۃ الافراد نقول
عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا
السواد الاعظم فانہ من شذ
شذ فی النار رواہ ابن ماجہ وعن
معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان
ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ
الشاۃ القاصیۃ والناحیۃ وایاکم
والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ
رواہ احمد وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ
عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا
فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ

ابو بصرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
ہے کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی تھی کہ میری
امت گمراہی پر متفق نہ ہو تو خدا نے مجھے یہ عطیہ بخش
دیا۔ رواہ طبرانی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مرجائے
تو وہ جاہلی کی موت مریگا۔ رواہ البخاری۔ اگر
یہ سوال کیا جائے کہ اگرچہ حدیث میں لفظ جماعت
یا لفظ اجتماع مذکور ہے۔ لیکن احادیث میں
تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کثرت افراد ہیں
تو ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے کہ حضرت ابن
عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کثیر التعداد
جماعت کی تابعداری کرو، ورنہ جو الگ ہوگا، وہ الگ
جہنم ہوگا رواہ ابن ماجہ۔ اور حضرت معاذ بن جبل
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کیلئے
بھیڑیا ہے جس طرح کہ بھیڑ بکری کے لئے بھیڑیا ہوتا
ہے، اور وہ اس بھیڑ بکری کو پکڑ لیتا ہے جو ریوڑ
سے الگ چرتی ہے یا کنارہ کرتی ہے تم ایسی کنارہ
کشیوں سے پرہیز کرو اور عام اہل اسلام اور جماعت کا دامن تھام
رکھو۔ رواہ احمد۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی
کریم نے فرمایا ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت بھر بھی الگ
ہوگا یوں سمجھو کہ اس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے اتار دیا

رواہ احمد وابوداؤد مشکوٰۃ شریف
فقولہ السواد الاعظم ولفظۃ العامۃ
تصریح بکثرۃ الافراد وکثرۃ افراد
أهل السنة والجماعة بالنسبة الى
جميع طوائف الضلال امر بالبداهة
معلوم بالضرورة فثبت ان الفرقة
الناجية هي أهل السنة والجماعة
المقلدين للمذاهب الاربعة المشهورة
والحمد لله على ذلك اذا علمت هذا
فاعلم ان المجاز والحقيقة مستعملتان
في جميع لغات العرب والعجم
شقيقها وسعيدها حتى في كلام
الله تعالى الملك العلام ولنقتصر
في هذا المقام بذكر بعض آيات
القرآن الحكيم قال الله تعالى الله
يتوفى الانفس حين موتها وقال
تعالى قل يتوفاكم ملك الموت
الذي وكل بكم فالاول حقيقة
والثاني مجاز قال الله تعالى يهب
لمن يشاء اناثا ويهب لمن يشاء
الذكور وقال تعالى حكاية عن
جبرئيل عليه السلام لاهب لك
غلاما زكيا فالاول حقيقة و
الثاني مجاز قال الله تعالى قل

(رواہ احمد وابوداؤد) یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی
ہے۔ بہرحال السواد الاعظم یا العامۃ لفظ کثرت
افراد کی تصریح کرتا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت
کے افراد کی کثرت تمام گمراہ فرقوں کے مقابلہ پر بالکل
واضح اور صاف ہے۔ اور ہر ایک کو معلوم ہے اس
لئے ثابت ہوا کہ اس مقام پر فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت
والجماعت ہی ہے جو مشہور مذاہب اربعہ کے مقلد ہیں
(والحمد للہ علی ذلک) ان معلومات کے بعد واضح رہے
کہ عرب وعجم کی تمام زبانوں میں حقیقت ومجاز کا استعمال
موجود ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بری یہاں تک کہ خود
کلام الٰہی میں بھی یہ دونوں موجود ہیں چنانچہ ہم چند
آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں (اول) یہ کہ خدا
موت کے وقت روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے
پھر فرمایا کہ ملک الموت تمہیں وفات دیتا
ہے جو تم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ پس توفی کا
تعلق خدا سے حقیقی ہے اور فرشتے سے
مجازی۔ (دوم) خدا جسے چاہتا ہے
لڑکیاں بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے
لڑکے بخشتا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل
علیہ السلام کا قول یوں منقول ہے کہ آپ
نے حضرت مریم علیہا السلام کو یوں کہا
تھا کہ میں اس لئے تیرے پاس آیا
ہوں کہ تمہیں مقدس لڑکا دوں۔ خدا کا ہبہ حقیقی ہے
اور جبرئیل کا مجازی۔ (سوم) اے میرے بندو!

يا عبادي الذين اسرفوا وان عبادي
ليس لك عليهم سلطان وقال تعالى
من عبادكم وامائكم فالاول حقيقة
والثالث مجاز قال الله تعالى هو
يحيي ويميت وقال تعالى حكاية عن
سيدنا عيسى عليه السلام واحي الموتى
باذن الله فالاول حقيقة والثاني مجاز
قال الله تعالى والله يهدي من يشاء
الى صراط مستقيم وقال تعالى وانك
لتهدي الى صراط مستقيم فالاول
حقيقة والثاني مجاز قال الله تعالى
يدبر الامر وقال تعالى فالمدبرات امرا
فالاول حقيقة والثاني مجاز قال الله
تعالى قل لا يعلم من في السموات والارض
الغيب الا الله وقال تعالى حكاية عن سيدنا
عيسى عليه السلام وانبئكم بما تأكلون
وما تدخرون في بيوتكم وقال الله
تعالى حكاية عن سيدنا يوسف عليه السلام
لا يأتيكما طعام ترزقانه الا نبأتكما
بتأويله قبل ان يأتيكما فالاول حقيقة
والثاني مجازا قال الله تعالى عن سيدنا
ابراهيم واذا مرضت فهو يشفين و
قال تعالى حكاية عن
سيدنا عيسى عليه السلام

جنہوں نے بے اعتدالی کی ہے رحمت الٰہی سے ناامید
نہ ہو جاؤ اور شیطان سے یوں کہا کہ میرے بندوں پر
تیرا تسلط نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے بندوں اور
کنیزوں کے نکاح کر دیا کرو۔ پس پہلی دو آیتوں میں
عبد کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور تیسری آیت میں
لوگوں سے تعلق مجازی ہے (چہارم) خدا ہی موت وحیات
دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یوں نقل
کیا ہے کہ میں بفضل خدا مردے زندہ کرتا ہوں۔ تو
زندگی دینے کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور حضرت عیسیٰ سے
مجازی (پنجم) خدا جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ راہ راست دکھاتے
ہیں مگر الٰہی ہدایت حقیقی ہے اور ہدایت نبوی مجازی ہے
(ششم) خدا کائنات کی تدبیر کرتا ہے پھر فرمایا کہ
قسم ہے ان کی جو تدبیر کرنے والے ہیں پہلی آیت میں حقیقت ہے
دوسری میں مجاز (ہفتم) کہو جو لوگ یا فرشتے آسمان و
زمین میں ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا لیکن اللہ
غیب جانتا ہے اور حضرت عیسیٰ کا حال یوں بتایا کہ آپ
کہتے تھے کہ میں تم کو سب کچھ بتا دوں گا جو تم کھاتے ہو یا
جمع رکھتے ہو اپنے گھروں میں پھر حضرت یوسف کا حال یوں فرمایا کہ
وہ قیدیوں کو یوں کہتے تھے کہ نہیں آئیگی تمہارے پاس خوراک جو تمہیں
دی جاتی ہے مگر میں اسکے آنے سے پہلے ہی تمہیں خواب کی
تعبیر کر دوں گا پہلی آیت میں حقیقت دوسری دو آیتوں میں مجاز
ہے (ہشتم) حضرت ابراہیم کا قول یوں نقل کیا ہے کہ آپ کہتے تھے کہ جب
بیمار ہوتا ہوں تو خدا مجھے شفا دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول

والاكمه والابرص واحي الموتى باذن
الله فالاول حقيقة والثاني
مجاز قال الله تعالى وهو
الخلاق العليم وقال تعالى
حكاية عن سيدنا عيسى عليه السلام
اني اخلق لكم من الطين كهيئة
الطير فيكون طيرا باذن الله
فالاول حقيقة والثاني مجاز
قال الله تعالى ان الله
هو الرزاق ذو القوة
المتين وقال تعالى واذا حضر
القسمة اولوا القربى واليتمى و
المساكين فارزقوهم منه فالاول
حقيقة والثاني مجاز قال الله تعالى
ان الله هو السميع البصير وقال
تعالى انا خلقنا الانسان من نطفة
امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا
فالاول حقيقة والثاني مجاز الى
غير ذلك من الآيات القرآنية والاحاديث
النبوية فاذا كان المجاز مستعملا في
كلام الله المتعالي على العموم فان استعمله
عباده في بعض محاوراتهم فاي قباحة
فيه وبني على هذا الاصل مسائل
كثيرة التي هي معركة الآراء بين المقلدين

کر دیں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا
ہوں اور خدا کے فضل سے مُردے بھی زندہ کرتا
ہوں پس پہلی آیت میں حقیقت ہے دوسری میں
مجاز ہے۔ فرمایا کہ خدا ہی پیدا کرنے والا اور خوب
جاننے والا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول
بیان کیا کہ میں مٹی سے پرندوں کی وضع وشکل
بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا
کے فضل سے پرندے بن جاتے ہیں۔ یہاں بھی پہلے
حقیقت ہے پھر مجاز ہے (دہم) فرمایا کہ وہی خدا ہی
کا رازق ہے اور بہت طاقت کا مالک ہے پھر
فرمایا کہ جب میراث تقسیم کرنے کے وقت رشتہ دار،
یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو اس میں سے ان کو رزق
دو یہاں بھی پہلے حقیقت ہے پھر مجاز ہے دیازدہم
فرمایا کہ خدا ہی سمیع وبصیر ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے
انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔ تاکہ اس کو دنیا کے
ابتلا میں ڈالیں اس لئے اسے سمیع وبصیر بنا دیا پہلا
سمیع وبصیر حقیقت ہے دوسرا مجاز۔ الغرض اس قسم
کی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ بہت ہیں پس جب
حقیقت ومجاز کا استعمال قرآن مجید میں موجود
ہے تو اگر اسے خدا کے بندے استعمال کریں اپنے
محاورات میں تو کون سی قباحت ہوگی
بہر حال اس اصول پر کئی ایک
مسائل کی بنیاد قائم ہے۔ جو
مذاہب اربعہ کے مقلدین اور

المذاهب الاربعة وبين غير
المقلدين للمذاهب ومن
لحق نحوهم فمن تلك المسائل
مسئلة علم الغيب للنبي صلى
الله عليه وسلم او لبعض خواص
امته فاذا جاز ان يخبر سيدنا
عيسى عليه السلام بما يأكلون
وما يدخرون في بيوتهم
فلم لا يجوز ان يخبرنا سيدنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم
او بعض خواص امته ببعض المغيبات
والامور الآتية في الدنيا و
البرزخ فان قيل ان ذلك كان
معجزة لسيدنا عيسى عليه السلام
قلنا لم لا يجوز ان تكون هذه
الامور معجزة لسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم وكرامة لخواص
امته. فان قيل كان ذلك باعلام الله
تعالى اياه قلنا كذلك كان هذا
باعلام الله تعالى اياه وليعلم ان
مسئلة علم الغيب من اكبر المسائل
المتنازعة بين علماء الوقت ووقع
الطرفان في الافراط والتفريط و
تشاجروا بينهم اشد المشاجرات و

وہابیوں کے درمیان زیر بحث اور استدلالی جنگ
کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے درمیان
جو ان کے طریق پر چلتے ہیں چنانچہ ان میں بھی ایک
علم غیب کا مسئلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور خاصان اُمت محمدیہ کو حاصل تھا یا نہیں؟ پس
جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانے اور گھروں کے ذخیرہ
کی خبر غیب دیتے ہیں تو یہ امر کیوں جائز نہ ہوگا کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کے خاص
خاص مقرب بندے بھی غیب کی چند خبریں دیں
یا دنیا کے مستقبل کے حالات اور برزخ کے حالات
بتائیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی
کیوں معجزہ نہیں ہو سکتی اور خواص امت کے
لئے کرامت کیوں نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ سوال ہو
کہ حضرت عیسے علیہ السلام کو تو خود خدا بتا دیتا
تھا، تو ہم کہیں گے کہ ہمارے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی خدا بتا دیتا تھا۔ آپ واضح
رہے کہ مسئلہ علم غیب ایک عظیم الشان
زیر بحث مسئلہ ہے جس پر علمائے وقت
جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور فریقین افراط
تفریط میں پڑ گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے
ان کے درمیان سخت اختلاف رونما
ہو چکا ہے۔ یہاں تک وہ ایک دوسرے

كفر بعضهم بعضا فقوم اثبتوا
علم الغيب الكلي والجزئي وما كان
وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم
باعلام الله تعالى اياه وقوم نفوا
العلم الكلي رأسا عنه صلى الله
عليه وسلم وقالوا ان علم الغيب الكلي
لا يكون الا لله تعالى واما الجزئي
فكما يكون للرسول كذلك يكون
للمجانين والبهائم عياذا بالله تعالى
عن هذه العقيدة المفضية عن
توهين الرسول صلى الله عليه و
سلم المفضية الى سوء الخاتمة وقوم
اثبتوا للنبي صلى الله عليه وسلم
جميع علوم الغيب التي تتعلق بالنبوة
من حال[1] الامم السالفة واحوال البرزخ
واحوال القيمة ونعيم الجنة و
عذاب النار وبعض علوم العالم
العلوي والسفلي باعلام الله
تعالى اياه وهذه العقيدة
هي المتوسطة بين الافراط
والتفريط واقرب للتقوى
وليت شعري اي جواب للمثبتين
جميع علوم الغيب الكلي والجزئي وما كان
وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم في العلوم

کو کافر بھی کہہ چکے ہیں۔ کیوں کہ ایک فرقہ
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم
غیب کلی اور غیب جزئی اور غیب ماضی
و مستقبل ثابت کیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے
آپ کو ان سب چیزوں کا علم دیا تھا۔ ایک
فرقہ نے سرے سے علم کلی ہی کی نفی کر دی ہے کہ
حضور علیہ السلام کو حاصل نہ تھا کیونکہ علم غیب کلی اللہ تعالیٰ
کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور غیب جزئی تو کوئی بڑی
بات نہیں کیونکہ وہ جس طرح رسول کو حاصل ہے۔ ایسے ہی
دیوانوں اور چارپایوں کو بھی حاصل ہے۔ خدا ایسے عقیدہ سے
بچائے۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس میں رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اظہار ہوتا ہے اور
کشاں کشاں بُرے خاتمہ تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک
فرقہ نے وہ تمام علوم غیبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
لئے ثابت کئے ہیں جو رسالت اور نبوت سے تعلق
رکھتے ہیں یا گزشتہ قوموں اور احوال برزخ یا قیامت
کے خوفناک حالات سے تعلق رکھتے ہیں یا جنت کی نعمتوں
اور دوزخ کے عذاب کے متعلق ہیں اس کے علاوہ علم
غیب بھی جو عالم بالا اور دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو
خدا تعالیٰ نے آپکو بتا دیئے ہیں اور یہ عقیدہ افراط
تفریط کے درمیان ہے اور تقوے کے قریب ہے۔ کاش
ہمیں معلوم ہو جاتا کہ جو لوگ تمام قسم کے علوم غیبیہ کلی
جزئی ماضی۔ حال۔ اور مستقبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ثابت کرتے ہیں وہ ان علوم کے متعلق کیا جواب

[1] من احوال الامم

المنهية في الشرع كالنجوم والجفر
والنيرنجات والكهانة والموسيقى
والسحر والرمل والحكمة اليونانية
في الالهيات وما جوابهم بقول
الله تعالى وما علمناه الشعر وما
ينبغي له وقوله تعالى وما هو
بساحر وما هو بقول كاهن.
فان قيل هذه العلوم ليست من
الغيب بل من الشهادة نقول اما
كانت هذه العلوم داخلة فيما
كان وما يكون فان قيل نعم
قلنا رفع الله تعالى ساحة الرسالة
عن الاتهام بهذه العلوم فانه
هو الرسول النبي الامي والكفار
كانوا يتهمونه بالسحر قال الله
تعالى وما هو بساحر ويتهمونه
بالكهانة قال الله تعالى ولا
بقول كاهن وكانوا يقولون
انما يعلمه بشر قال الله تعالى
لسان الذي يلحدون اليه اعجمي
وهذا لسان عربي مبين وان
قيل لا يعني ليست هذه العلوم
داخلة فيما كان وما يكون
نقول ففي اي شيء تدخل هذه؟

دیں گے جو شریعت میں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ مثلاً نجوم
جفر شعبدہ بازی کہانت موسیقی سحر رمل۔ یونانی
فلسفہ جو الہیات کے متعلق ہے۔ کیا یہ بھی آپ کو
حاصل تھے؟ اور وہ اس کا بھی کیا جواب دیں گے
کہ خود خدائے تعالےٰ نے تصریح کے ساتھ فرمایا ہے
کہ ہم نے اپنے رسول کو شعر کا علم نہیں سکھلایا اور
نہ ہی یہ علم آپ کے شان کے شایاں ہے۔ اور یہ بھی
فرمایا کہ آپ جادوگر نہ تھے اور یہ قرآن کسی کاہن کا
قول نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ علوم از قسم غیب
نہیں بلکہ از قسم ظاہر ہیں تو ہم جواب میں پوچھیں گے
کہ اگر وہ غیب میں داخل نہیں تو کیا وہ ماکان و مایکون میں
بھی داخل ہیں یا نہیں؟ تو اگر جواب دیا جائے کہ ہاں
وہ ان میں داخل ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگرچہ وہ داخل ہیں
مگر خدا تعالیٰ نے خود ذات رسالت کو ان علوم کی آلائش سے
صاف کر دیا ہوا ہے کیونکہ آپ رسول اُمّی تھے۔ کفار جادو
کا الزام دیتے تھے مگر خدا نے کہا وہ جادوگر نہیں۔
پھر وہ کہانت کا الزام دیتے تھے کہ جن بھوت کے ذریعے
سے آپ خبریں دیتے ہیں لیکن خدا نے کہا کہ یہ قرآن کسی
کاہن کا قول بھی نہیں۔ پھر وہ کہتے تھے کہ کوئی اور آدمی
آپکو یہ قرآن سکھاتا ہے تو خدا نے جواب میں کہا کہ جس آدمی
کی طرف تعلیم قرآن کو منسوب کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے۔
عربی زبان جانتا ہی نہیں اور یہ قرآن فصیح عربی میں ہے
اگر یوں کہا جائے کہ نہیں یعنی ماکان اور مایکون میں یہ
علوم ممنوعہ داخل نہیں تو ہم پوچھیں گے کہ پھر یہ علوم

العلوم. وأي جواب للنافين عن
اخباره صلى الله عليه وسلم
بعذاب القبر وسؤال الملكين وضغطة
القبر واخباره عليه الصلوٰة والسلام
بالفتوحات الاسلامية قبل
وقوعها واخباره باحوال آخر الزمان
فوقع جميع ما اخبر به صلى الله عليه
وسلم كما اخبر به واى جواب لهم
من تعيين مواضع قتل الكفار في
البدر فقتلوا في تلك المواضع وهل
البهائم والمجانين يخبرون بمثل هذا
وتسمعت من اعمى الله قلبه ان النبي
صلى الله عليه وسلم لو كان يعلم
فتح المسلمين وقتل الكفار ببدر لما
التجاء الى الله في سجوده بفتح المؤمنين
وقتل الكفار ولم يعلم المحروم ان دعاءه
عليه الصلوٰة والسلام للمسلمين كان
تعبدًا وتواضعًا لله تعالى اما كان
عليه الصلوٰة والسلام يعلم بانه على
الصراط المستقيم لقوله تعالى انك على
صراط مستقيم ومع ذلك يقرأ في صلوته
اهدنا الصراط المستقيم قال الله تعالى
عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدًا الا
من ارتضى من رسول وقال الله تعالى

منکرین کس قسم میں داخل ہوں گے، اور منکرین علم غیب
ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ جن میں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر، سوال ملائکہ، قبر
کی تنگی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ نے قبل از وقوع
فتوحات اسلامیہ کی خبر دی ہے۔ یا آخر زمانہ کی خبریں
دی ہیں۔ حالانکہ سب کچھ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا کہ
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا، اور اس کا کیا جواب
ہوگا جو آپ نے قتل کفار کے مقامات قتل جنگ بدر میں
بتائے تھے، چنانچہ وہیں وہ قتل ہوئے جہاں آپ نے
کہا تھا۔ کیا چار پائے اور دیوانے بھی ایسی خبریں دے
سکتے ہیں؟ میں نے خود اس آدمی سے سنا ہے جس
کے دل کو خدا نے اندھا کر دیا تھا کہتا تھا کہ اگر نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی فتح جانتے ہوتے اور بدر میں
قتل کفار کی خاص خاص جگہیں جانتے ہوتے تو مسلمانوں
کی فتح کے لئے اور قتل کفار کے واسطے سجدہ میں پڑ کر
دعا نہ کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس محروم العقل کو معلوم
نہیں کہ حضور علیہ السلام کی دعا کرنا مسلمانوں کے حق
میں خدا کے سامنے تواضع اور اظہار خاکساری تھی۔
کیا آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں۔
حالانکہ خدا نے بتا دیا ہوا تھا کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں
تاہم آپ نماز میں یہ الفاظ دہرایا کرتے تھے کہ اھدنا
الصراط المستقیم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارا اللہ
عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا
مگر اس رسول کو جسے وہ پسند کرے۔ پھر یہ بھی فرمایا

وما كان الله ليطلعكم على الغيب
ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء
وما كان النبي صلى الله عليه وسلم
هو الرسول المرتضى والرسول المجتبى
فان قيل نعم دخل النبي صلى الله عليه
وسلم في الاستثناء في الآية الاولى
لانه هو الرسول المرتضى وفي مضمون
ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء
لانه هو الرسول المجتبى وان قيل لا
نقول فمن الرسول المرتضى والمجتبى
الذي ذكره الله تعالى في الآيتين
المذكورتين والتحقيق في هذا المقام
ان جملة عالم الغيب تصح اطلاقها على
النبي صلى الله عليه وسلم باعتبار البعض
ولا تصح باعتبار البعض الآخر فان علم
بعض المغيبات كاخباره صلى الله عليه
وسلم باحوال عالم البرزخ من ضغطة
القبر وسوال الملكين وفسحة القبر
سبعين ذراعا على المطيع وضيقه
على العاصي واخباره باحوال القيمة
من الوقوف والميزان والصراط والحوض
الشفاعة والجنة ونعيمها والنار وجحيمها
واخباره ببعض المغيبات الدنيوية كموضع
قتل المشركين ببدر وقصة كتاب حاطب

کہ خدا تم کو علم غیب پر مطلع کرنے کے قریب بھی نہیں
ہے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے انتخاب
کر لیتا ہے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ اور
منتخب شدہ رسول نہ تھے؟ اگر یوں کہا جائے کہ ہاں
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پہلی آیت کے استثناء میں داخل
ہیں۔ کیونکہ آپ برگزیدہ اور پسندیدہ رسول ہیں جس کا
ثبوت اس آیت میں ہے کہ لیکن اپنے رسولوں میں سے
اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے کیونکہ
آپ ہی رسول مجتبیٰ ہیں۔ اگر اس کا انکار کیا جائے تو
پھر ہم پوچھیں گے کہ پھر حضور علیہ السلام کے سوا ان
دونوں آیات میں کس رسول مجتبیٰ و مرتضیٰ کا ذکر ہے؟
اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ عالم الغیب کے فقرہ کا
استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیح ہے باعتبار بعض
علم غیب کے اور بعض علم غیب کے اعتبار سے صحیح نہیں
کیونکہ بعض مغیبات کا خبر دینا آپ سے بالکل صحیح
اور روشن ہے مثلاً آپ کا عالم برزخ کے متعلق قبر کی
تنگی اور منکر نکیر کے سوالوں کی خبر دینا اور نیک بندہ
کی قبر کا ۷۰ گز تک وسیع ہونے اور بدکار پر تنگ ہونے
کی خبر دینا یا احوال قیامت میں خدا کے سامنے پیش ہونے
وزن اعمال، پلصراط، حوض کوثر، شفاعت جنت اور
اس کی نعمتیں اور دوزخ اور اس کی آگ کا خبر دینا یا
چند معاملات دنیاویہ سے خبر دینا مثلاً بدر میں مشرکین
کی قتل گاہیں بتانا یا حاطب بن بلتعہ کی چٹھی واپس
لینا جو اس نے پوشیدہ طور پر مشرکین کو لکھی تھی

بلتعة المكتوب الى قريش واخباره بابا جهل
بما اخفاه في يده من الحصاة واخباره
بقتل ملك الفرس من بعثه ليلة قتله و
اخباره بموت النجاشي وصلوة الجنازة
عليه في المدينة واخباره بأكل الارضة
صحيفة المعاهدة لقريش المعلقة في
جوف الكعبة واخباره بموت جعفر الطيار
ورفيقيه في غزوة المؤتة واخباره
بالفتح على يد الخالد بن الوليد سيف الله
واخباره بفتح باب قلعة الخيبر على يد
على المرتضى واخباره بسم الشاة المشوية
التي اهدتهما اليه اليهودية واخباره
بقتل على المرتضى ذا الثديين من الخارجين
واخباره بفتن آخر الزمان الى غير ذلك
من الاخبارات المغيبة كما لا يخفى على
من له ادنى ممارسة في العلوم الاسلامية
فان قيل اخباراته بالمغيبات المذكورة
كان باعلام الله تعالى اياه قلنا
حصل المقصود ومتى قلنا ان اخباره
بالمغيبات كانت من عند نفسه بغير
اعلام الله تعالى فاطلاق جملة عالم
الغيب عليه صلى الله عليه وسلم صحيح بهذا
الاعتبار فمن قال من المقلدين انه
عالم بجميع الغيوب او قال عالم

یا ابوجہل کو بتانا کہ اس کی مٹھی میں کنکریاں ہیں۔ یا شاہ
فارس کے قتل کی خبر دینا خاص اسی صبح کو جبکہ مارا گیا
تھا۔ یا موت نجاشی شاہ حبشہ کی خبر دینا۔ پھر مدینہ طیبہ
میں اسپر غائبانہ جنازہ پڑھنا۔ یا یہ خبر دینا کہ دیمک نے
کاغذ معاہدہ کو کھا لیا ہے جو قریش نے آپکے مقاطعہ میں لکھ کر
بیت اللہ شریف میں آویزاں کیا تھا۔ یا حضرت جعفر طیار
رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا اور اس کے دو
رفیقوں کی خبر دینا جنگ تبوک میں یا حضرت خالد سیف اللہ
کے ہاتھ پر فتوحات کا حاصل ہونا۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے ہاتھ پر قلعہ خیبر کا فتح ہونا یا بکری کے گوشت میں زہر
ملانے کی خبر دینا جو یہودیوں نے آپ کی خدمت میں بطور
تحفہ بھیجا تھا۔ یا آپ کا خبر دینا کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ ذوالثدیین خارجی کو قتل کریں گے یا خبر دینا آخر زمانہ
میں فتنوں کا پیدا ہونا۔ غرضیکہ اسی قسم کی غیبی خبریں
کئی ایک اور بھی آپ نے دی ہیں جو اس شخص پر
مخفی نہیں جو علوم اسلامیہ میں مہارت اور واقفیت
رکھتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ تو خدا کے بتانے
سے آپ نے بتائی ہیں اس لئے یہ خبریں غیب نہیں
بلکہ از قسم وحی ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی ہمارا مدعا
ثابت ہوا کہ آپ عالم الغیب تھے اور جب یوں کہا جاتا
کہ خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر کشف کے طور پر آپ نے
یہ خبریں دی تھیں تو اس صورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح ہوگا۔ جو مقلد یہ کہتے
ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام قسم کے غیب کو جانتے تھے

ما كان وما يكون فمراده من العلوم
العلوم التي تتعلق بالرسالة و
التبليغ وافحام المنكرين واحوال
الانبياء المتقدمين ونجاة اممهم
المطيعين وهلاك المنكرين واحوال
امته عليه الصلوة والسلام في آخر
الزمان وما يأتي عليهم من الفتن و
ما يجري عليهم من المحن حتى يدخل
اهل الجنة الجنة واهل النار النار نعم
العلوم التي لا يليق بمنصبه الشعر والجفر
والرمل والسيمياء والكيمياء وغير
ذلك والعلوم التي لا تعلق لها بالرسالة
والنبوة والتبليغ كعلم
مثاقيل الجبال ومكاييل البحار و
قطرات الامطار واوراق الاشجار
الى غير ذلك من العلوم التي لا نعلم
اسمها ولا رسمها فذلك كلها مختصة
بخالقها ومنشئها ومفنيها
فان قيل اذا ثبت انه صلى الله
عليه وسلم عالم ببعض
العلوم فما معنى اطلاق
جملة عالم الغيب عليه قلنا
ثبوت الصفة للشخص لا
يقتضي العلوم لتلك الصفة

یا یوں کہتے ہیں کہ آپ کو تمام ما کان و ما یکون کا علم
غیب تھا تو ان کی مراد بھی وہی علوم غیبیہ ہیں۔ جو
تبلیغ رسالت اور منکرین کو لاجواب کرنے یا گزشتہ
انبیاء علیہم السلام کے حالات معلوم کرنے کے متعلق
ہیں یا ان کی مطیع امت کی نجات اور منکرین کی ہلاکت
کے متعلق ہیں۔ یا جو امت محمدیہ کے احوال سے تعلق
رکھتے ہیں جو آخر زمانہ میں پیش آئیں گے یا ان فتنوں
کی بابت ہیں جو امت محمدیہ پر آنے والے ہیں یا ان
تکالیف کے متعلق ہیں جو ان پر آئیں گی۔ یہاں تک کہ
اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل نار دوزخ
میں پہنچ جائیں گے مگر ہاں وہ علوم جو آپ کی شان کے شایاں
نہیں مثلاً علم شعر۔ جفر رمل سیمیا کیمیا وغیرہ اور
وہ علوم کہ جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے مطلقاً نہیں۔
مثلاً پہاڑوں کے وزن معلوم کرنا۔ سمندروں کے پانی
ناپنے کا علم یا بارش کے قطرات کی گنتی یا درختوں کے
پتوں کی گنتی اور اسی قسم کے اور علوم کہ جن کے نام
بھی ہم نہیں جانتے اور نہ ہی ہمیں ان کی تشریح
معلوم ہے۔ تو یہ سب قسم کے علوم خاص خدائے خالق سے
ہی تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان کو پیدا اور فنا کرنے والا ہے
کسی انسان کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر کہا جائے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیبوں کے عالم
ہیں تو پھر عالم الغیب کے فقرہ کا آپ پر استعمال
کرنے کا کیا مطلب ہوگا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ
کسی شخص کو کسی صفت سے موصوف کرنے کا

بل یکفی فی ذالک حصول بعض
افراد الصفة لذات الشخص
فانک اذا قلت زید عالم
فلیس المراد ان زید اعالم
بجمیع علوم العالم حلالها و
حرامها بل المتبادر من هذا القول
ان زید اعالم بعلوم المروجه
المتداولة قال الله تعالی ان
الانسان لیطغی ان رآه استغنی
ای بعض الانسان فان کثیرا
من الاغنیاء کانوا عباد الله
الصالحین بل الانبیاء والمرسلین
صلوٰة الله علیهم اجمعین ومن
تلک المسائل مسئلة ایصال
ثواب الاعمال لارواح الاموات
قالوا حرام او ممنوع او لغو بحیث
لا یضر ولا ینفع علی اختلاف
آرائهم مستدلین بقوله تعالی
وان لیس للانسان الا ما سعی.
وفی هذه المسئلة اختلاف کثیر بین
علماء الطرفین وذکر حججهم بطول
والعبد الضعیف مؤلف الرسالة
لما رای بیان الشیخ ابن القیم الجوزیة
الحنبلی فی هذه المسئلة مشحونا

معنی نہیں ہوتا کہ اس صفت کے تمام اقسام بھی
اس میں موجود ہوں۔ بلکہ اتنا فرد ہی ہوتا ہے کہ
اس کے بعض حصے اس میں پائے جائیں کیونکہ جب
یوں کہتے ہو کہ زید عالم ہے تو اس سے یہ مراد نہیں
ہوتی کہ زید تمام قسم کے علوم دنیاوی جلال حرام
وغیرہ سب جانتا ہے۔ بلکہ بلا تکلف یہی ذہن میں
آتا ہے کہ زید علوم مروجہ کا عالم ہے۔ جو روزمرہ
استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کا قول ہے کہ انسان
بیشک حد سے بڑھ جاتا ہے جبکہ وہ اپنے آپکو مستغنی
دیکھتا ہے۔ اس سے مراد بھی بعض انسان ہیں ورنہ
کئی ایک مالدار اللہ کے بندے ہو گذرے ہیں بلکہ
مالدار انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی
تھے۔ اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ایصال ثواب
کا بھی ہے۔ کہ مردوں کی روحوں کو اپنے اعمال کا
ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں
کہ حرام ہے یا ممنوع ہے یا بیفائدہ ہے جس میں
نہ نفع ہے نہ نقصان۔ اس کے متعلق ان کے
خیالات مختلف ہیں بہرحال مانعین کی دلیل یہ ہے
کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے اپنی ہی کمائی
کام آئے گی۔ اس مسئلہ میں فریقین کے علماء کے
درمیان بڑا اختلاف ہے جن کے دلائل کا ذکر
کرنا طوالت ہوگا۔ مگر اس رسالہ کے مصنف عبد
ضعیف نے جب شیخ ابن قیم جوزی حنبلی کا اس مسئلہ
میں ایک مضمون دیکھا جس میں انصاف بھرا ہوا

بالانصاف اخذ بردہ استحسن
المقابلة معهم باعتقاد الشیخ
فیها لانه من اکابر مشایخهم فی المذهب
لعلهم یرجعون الی الحق وها انا
اذکر ما قال الشیخ رحمه الله تعالی
فی کتاب الروح فقال واما المسئلة
السادسة عشرة وهی هل تنتفع ارواح
الموتی بشیء من سعی الاحیاء ام لا
فالجواب انها تنتفع من سعی الاحیاء
بامرین مجمع علیهما بین اهل السنة
من الفقهاء واهل الحدیث والتفسیر
احدهما ما تسبب الیه المیت فی
حیاته والثانی دعاء المسلمین
له واستغفارهم له والصدقة
والحج علی نزاع ما الذی یصل
من ثوابه هل هو ثواب الانفاق
او ثواب العمل فعند الجمهور یصل
ثواب العمل نفسه وعند بعض
الحنفیة انما یصل ثواب الانفاق
واختلفوا فی العبادة البدنیة
کالصوم والصلوٰة وقراءة القرآن
والذکر فمذهب الامام احمد
وجمهور السلف وصولها
وهو قول بعض اصحاب

تھا۔ تو میں نے وہی اختیار کر لیا اور یہی پسند
کیا کہ شیخ موصوف کے عقیدہ کے ساتھ ان کا
مقابلہ کروں۔ کیونکہ مسائل میں شیخ موصوف مخالفین
کا ایک مسلّم بزرگ ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی
حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ چنانچہ میں شیخ
صاحب موصوف رحمہ اللہ کا وہ اقتباس پیش
کرتا ہوں جو آپ نے اپنی کتاب کتاب الروح
میں درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ سولھواں مسئلہ یہ
ہے کہ آیا مُردہ کی روح زندہ کے اعمال سے فائدہ
اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یوں ہے کہ فائدہ
اٹھا سکتی ہے دو طریق سے جن پر اہل سنت
کے فقہاء، اہلحدیث اور مفسرین کا اتفاق ہے
پہلا طریق یہ ہے کہ مُردہ اپنی زندگی میں اس عمل کا
باعث بنا ہو۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ زندہ مسلمان
اس کے حق میں دعا، اور استغفار کریں یا صدقہ
خیرات کریں یا حج کریں۔ گو اس میں یہ اختلاف
ہے کہ مُردہ کو ثواب مال خرچ کرنے کا ملے گا یا
اصل عمل کا ثواب ہوگا۔ جمہور اہل علم کے نزدیک
خود نیک عمل کا ثواب ملتا ہے اور بعض حنفیہ کے
نزدیک نیک عمل پر مال خرچ کرنے کا ثواب ملتا
ہے۔ پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بدنی عبادات
مثلاً نماز روزہ، تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کا
ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو امام احمد بن حنبل اور
جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ یہ بھی پہنچتا ہے

ابی حنیفۃ نص علی ہذا الامام
احمد فی روایۃ محمد بن یحیی الکحال
قال قیل لابی عبد اللہ الرجل
یعمل الشیٔ من الخیر من صلوۃ
او صدقۃ او غیرہ ذلک فیجعل
نصفہ لابیہ او لامہ قال ارجو
وقال المیت یصل الیہ کل شیٔ
من صدقۃ او غیرہا وقال
ایضاً اقرأ آیۃ الکرسی ثلاث
مرات وقل ہو اللہ احد وقل
اللہم ان فضلہ لاہل المقابر۔
فالدلیل علی انتفاعہ بما تسبب
الیہ فی حیاتہ ما رواہ مسلم فی
صحیحہ من حدیث ابی ہریرۃ
رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات
الانسان انقطع عنہ عملہ الا من
ثلاث الا من صدقۃ جاریۃ
او علم ینتفع بہ او ولد صالح
یدعو لہ فاستثناء ہذہ الثلث
من عملہ یدل علی انہا منہ فانہ
ہو الذی تسبب الیہا وفی سنن
ابن ماجہ من حدیث ابی
ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال

اور یہی قول حضرت امام اعظمؒ کے بعض شاگردوں
کا بھی ہے۔ اور اس فتوے پر محمد بن یحییٰ کحال
کی روایت میں یوں تصریح موجود ہے کہ امام احمدؒ
سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کوئی نیک عمل
کرتا ہے مثلاً نماز۔ صدقہ۔ خیرات یا کوئی اور
نیک عمل اور اس کا نصف حصہ اپنے باپ یا
اپنی والدہ کے لئے مقرر کرتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے کہا
کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ
میّت کو ہر چیز (از قسم صدقہ وغیرہ) پہنچتی ہے
یہ بھی کہا کہ آیۃ الکرسی تین دفعہ اور قل ہو اللہ
احد ایک دفعہ پڑھو اور یوں دعا میں کہو کہ یا اللہ
اس کا ثواب اہل مقابر کو پہنچے۔ اس امر کا ثبوت
کہ جس نیک کام کا مُردہ خود باعث اپنی زندگی میں
بن چکا ہے اُس سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ
ہے کہ امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے ایک روایت لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ انسان جب مرتا ہے
تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین قسم
کے عمل جاری رہتے ہیں۔ اوّل صدقہ جاریہ
دوم مفید علم سوم نیک اولاد جو اس کے حق
میں دعا گو رہے۔ ان تین اعمال کا استثناء کرنا
اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عمل بھی اسی میّت کے
ہیں کیونکہ وہی ان کا باعث بنا ہے اور سنن ابن
ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انما یلحق المؤمن من عملہ
وحسناتہ بعد موتہ علماً علّمہ ونشرہ
او ولداً صالحاً ترکہ او مصحفاً
ورّثہ او مسجداً بناہ او بیتاً
لابن السبیل بناہ او نہراً اکراہ
او صدقۃ اخرجہا من مالہ فی
صحتہ وحیاتہ تلحقہ بعد موتہ۔
انتہی مختصراً والدلیل علی
انتفاعہ بغیر ما تسبب فیہ
القرآن والسنۃ والاجماع و
قواعد الشرع اما القرآن
فقولہ تعالی والذین جاؤا
من بعدہم یقولون اغفر لنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
فاثنی اللہ سبحانہ علیہم
باستغفارہم للمؤمنین
قبلہم وقد دل علی انتفاع المیت
بالدعاء اجماع الامۃ علی
الدعاء لہ فی صلوۃ الجنازۃ
وفی السنن من حدیث ابی
ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مومن کے نیک اعمال میں سے
موت کے بعد اس کو یہ عمل پہنچتے ہیں۔ اوّل
جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا۔ دوم نیک اولاد
جسے اپنا جانشین بنا گیا۔ سوم قرآن مجید جو ورثہ
میں چھوڑ گیا۔ چہارم مسجد جو اس نے بنائی۔ پنجم
سرائے جو مسافروں کے لئے تیار کی۔ ششم نہر
جو اس نے کھدوائی۔ ہفتم صدقہ جو اپنی زندگی میں
بحالت صحت الگ کر چکا ہے۔ یہ موت کے بعد
اُسے پہنچے گا (مختصر طور پر یہ مضمون ختم ہوا) اور
یہ امر کہ جس چیز کا باعث وہ مُردہ نہیں بنا۔ اس کا
ثواب یا نفع بھی اسے پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت
قرآن، حدیث، اجماع اور اصول شرع سے ملتا
ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ جو مسلمان پہلے
مسلمانوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں وہ کہتے ہیں
کہ یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو
بھی بخش، جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں دیکھو
خدا تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف کی ہے۔ جو
اپنے پہلوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔ اور اجماع
اُمتِ محمدیہ سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں میّت کے
لئے دعا کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کتب
حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم میّت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص دل

الدعاء، وفی صحیح مسلم من حدیث
عوف بن مالک قال صلی النبی صلی الله علیه
وسلم علی جنازة فحفظت من
دعائه وهو یقول اللهم اغفر له
وارحمه وعافه واعف عنه واکرم
نزله ووسع مدخله الی آخر الحدیث
انتهی مختصرا **فصل** واما وصول
ثواب الصدقة ففی الصحیحین
عن عائشة رضی الله عنها ان
رجلا اتی النبی صلی الله علیه
وسلم فقال یا رسول الله ان امی
افتلتت نفسها ولم توص واظنها
لو تکلمت تصدقت افلها اجر
ان تصدقت عنها قال نعم
وفی صحیح البخاری عن
عبد الله بن عباس رضی الله عنهما
ان سعد بن عبادة توفیت امه
وهو غائب عنها فاتی النبی صلی
الله علیه وسلم فقال یا رسول الله
صلی الله علیه وسلم ان امی
توفیت وانا غائب عنها فهل ینفعها
ان تصدقت عنها قال نعم قال
فانی اشهدک ان حائطی المخراف
صدقة عنها اخرجه فی السنن و

سے اس کے لئے دعا کرو۔ اور صحیح مسلم میں عوف بن
مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک جنازہ پڑھا۔ اس میں آپ نے میت کے لئے
جو دعا فرمائی تھی میں نے یاد کر لی چنانچہ آپ فرماتے
تھے کہ یا اللہ اسے بخشدے اور اس پر رحم کر اور
اسے سلامتی دے۔ اس کے قصور معاف کر اپنے
پاس عزت و آبرو کے ساتھ اسے فرودکش کر اور اپنی
بارگاہ میں اس کا داخلہ وسیع کر (انتہی) **(فصل)**
صدقہ کا ثواب پہنچنا اس حدیث سے ثابت ہے
جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی
ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی حاضر
ہوا اور کہا کہ میری ماں مرگئی ہے اور وصیت نہیں
کر سکی۔ مجھے خیال ہے کہ اگر بول سکتی تو صدقہ ضرور
کرتی۔ تو کیا میں اگر صدقہ کروں تو اس کو ثواب پہنچیگا
تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور پہنچیگا۔ صحیح بخاری میں
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں مرگئی اور
وہ غیر حاضر تھا۔ پھر وہ حضور علیہ السلام کے پاس
آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میری ماں میری
غیر حاضری میں مرگئی ہے تو اگر میں اس کی
طرف سے وکیل بنکر صدقہ کروں تو کیا اسے
کچھ فائدہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں فائدہ
ہوگا۔ پھر سعد نے کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ میرا فلاں
باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے اور یہی حدیث

نے صلی رسول اللہ

مسند احمد عن سعد بن عبادة
انه قال یا رسول الله ان ام سعد
ماتت فای الصدقة افضل
قال الماء فحفر بیرا وقال هذه
لام سعد. انتهی **فصل** واما
وصول ثواب الصوم
ففی الصحیحین عن عائشة
ان رسول الله صلی الله علیه
وسلم قال من مات وعلیه
صیام صام عنه ولیه وفی
الصحیحین ایضا عن ابن عباس
رضی الله عنهما قال جاء رجل
الی النبی صلی الله علیه وسلم
فقال یا رسول الله ان امی ماتت
وعلیها صوم شهر افاقضیه
عنها قال نعم وفی روایة
جاءت امرأة الی رسول الله
صلی الله علیه وسلم فقالت
یا رسول الله ان امی ماتت
وعلیها صوم نذر افاصوم
عنها قال ارأیت لو کان
علی امک دین فقضیته اکان
یؤدی ذلک عنها قالت نعم
قال فصومی عن امک وهذا

مختصر ہے اور مسند احمد میں بھی سعد بن عبادہ سے
روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میری ماں ام سعد مرگئی
ہے تو آپ فرمائیے کہ کس قسم کی خیرات اس کی طرف
سے افضل ہوگی تو آپ نے فرمایا کہ پانی کی خیرات
افضل ہے۔ پھر اس نے ایک کنواں بنوایا اور
کہا کہ یہ کنواں میری ماں ام سعد کا ہے (انتہی)
(فصل) روزہ کا ثواب پہنچنا تو اس کے
متعلق بھی صحیحین میں روایت ہے حضرت عائشہ
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
مرجائے اور اس کے ذمہ روزے باقی ہوں
تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے
اور یہ بھی صحیحین میں ہی روایت ہے کہ ایک آدمی
حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری
ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے
باقی ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے قضا کروں
تو آپ نے فرمایا ہاں قضا کرو ایک روایت میں ہے
کہ ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی
اور کہنے لگی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ
پر نذر کے روزے باقی ہیں تو کیا اس کی طرف
سے روزے رکھوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم خیال
کرو کہ اگر اس کے ذمہ پر قرضہ ہوتا تو تو اُسے ادا
کرتی۔ تو کیا وہ اس کی طرف سے ادا ہو جاتا یا
نہ ہوتا۔ کہنے لگی ہاں وہ تو ادا ہو جاتا۔ تو پھر
آپ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے بھی

اللفظ للبخاری وحدہ تعلیقا
انتہی مختصرا۔ فصل واما
وصول ثواب الحج ففی صحیح
البخاری عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما ان امرأۃ من
جہینۃ جاءت الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت
ان تحج فلم تحج حتی ماتت
افاحج عنہا قال حجی عنہا ارأیت
لو کان علی امك دین اکنت
قاضیۃ اقضوا اللہ فاللہ
احق بالقضاء وروی ایضا
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
ان امرأۃ سالت النبی صلی اللہ
علیہ وسلم عن ابنہا مات ولم
یحج قال حجی عن ابنك انتہی مختصرا
ثم قال الشیخ واجمع المسلمون
علی ان قضاء الدین یسقطہ
من ذمتہ ولو کان من اجنبی
او من غیر ترکتہ وقد دل علیہ
حدیث قتادۃ حیث ضمن
الدینارین عن المیت فلما قضاہما
قال لہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الآن بردت علیہ جلدتہ

رکھ دیا ہے بطور تعلیق کے صرف بخاری ہی نے (انتہی)
(فصل) رہا ثواب حج کا پہنچنا۔ تو اس کے متعلق
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیحین
میں موجود ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی
کہ میری ماں نے نذر مانی تھی کہ حج کرے گی مگر وہ حج
نہیں کر سکی اور مر گئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج
کروں؟ آپ نے فرمایا۔ اس کی طرف سے حج کرو پھر
فرمایا کہ تم خود سمجھو کہ اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو تو
اس کی طرف سے ضرور ادا کرتی۔ اس لئے خدا کا قرض
بھی ادا کرو۔ کیونکہ اس کا قرضہ ادا کرنا تو سب سے زیادہ
ضروری ہے حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت
ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا تھا اپنے بیٹے کے متعلق کہ وہ مر گیا ہے
اور حج نہیں کر سکا۔ تو آپ نے فرمایا تو پھر تم اس
کی طرف سے حج کرو (انتہی مختصرا) اس کے بعد شیخ
موصوف فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس امر پر
اجماع اور اتفاق ہے کہ میت کا قرضہ بعد میں ادا
کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ادا کرنے والا
کوئی بیگانہ ہو یا اس کے مال متروکہ سے بھی ادا نہ
کیا جائے۔ اور حدیث قتادہ کی اس کا ثبوت دیتی
ہے کہ اس نے ایک میت کی طرف سے دو دینار کی
ضمانت دی تھی اور جب ادا کر دیئے تو حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ اب تو نے اس کے جسم کو ٹھنڈا کیا ہے اب

واما قراءۃ القرآن فقال الشیخ
فی اول کتاب الروح فی المسئلۃ
الاولی وقد ذکر عن جماعۃ من السلف
انہم اوصوا ان یقرأ عند قبورہم
وقت الدفن قال عبد الحق یروی
ان عبد اللہ بن عمر امر ان یقرأ
عند قبرہ سورۃ البقرۃ وممن
رای ذلك المعلی بن عبد الرحمن
وکان الامام احمد ینکر ذلك
اولا حیث لم یبلغہ فیہ اثر
ثم رجع عن ذلك وقال
الخلال فی الجامع کتاب القراءۃ
عند القبور اخبرنا العباس
بن محمد الدوری ثنا یحیی
بن معین ثنا مبشر الحلبی
حدثنی عبد الرحمن بن
العلاء بن اللجلاج عن ابیہ
قال قال ابی اذا انا مت
فضعنی فی اللحد وقل بسم اللہ
وعلی سنۃ رسول اللہ وسن
علی التراب سنا واقرأ عند رأسی
بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتہا فانی سمعت
عبد اللہ بن عمر یقول ذلك انتہی
مختصرا ثم قال الشیخ بعد ایراد

رہی تلاوت قرآن، تو اس کے متعلق بھی شیخ موصوف
نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے آغاز میں مسئلہ
اول کہہ کر بیان کیا ہے کہ سلف صالحین کی
ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے
مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت
ان کے پاس قرآن شریف پڑھا جائے۔ شیخ
عبد الحق کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے
روایت ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ میری قبر کے
پاس سورۂ بقرہ پڑھی جائے اور مجوزین میں سے
ایک حضرت علی بن عبد الرحمن بھی ہیں اور حضرت احمد
بن حنبل جب تک کہ آپ کو کسی صحابی کا عمل معلوم
نہ تھا۔ اس کے منکر تھے۔ پھر آپ نے رجوع کر لیا
اور جناب خلال اپنی جامع میں بعنوان دیگر
کہ قبر کے پاس تلاوت قرآن جائز ہے لکھتے ہیں
کہ عباس بن محمد دوری نے ہمیں بتایا تھا کہ یحیی بن
معین نے ہمیں بتایا تھا کہ مبشر حلبی نے کہا ہے
کہ عبد الرحمن بن علاء بن حلاج اپنے باپ سے
روایت کرتا ہے کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ جب
میں مر جاؤں تو مجھے لحد میں رکھتے ہوئے یوں کہو
بسم اللہ علی سنت رسول اللہ پھر مجھ پر مٹی ڈال
جاؤ اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور
آخری آیات پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت عبد اللہ
بن عمر سے سنا ہوا ہے کہ آپ یوں کہا کرتے تھے
(انتہی مختصرا) اس کے بعد شیخ موصوف عقلی

الادلة العقلية والنقلية و
هذه النصوص متظاهرة على
وصول ثواب الاعمال الى الميت
اذا فعله الحي عنه وهذا
محض القياس فان الثواب
حق العامل فاذا وهبه لاخيه
المسلم لم يمنع من ذلك
كما لم يمنع من هبة ماله
في حياته وابرائه له منه بعد موته
وقد نبه النبي صلى الله عليه
وسلم بوصول ثواب الصوم
الذي هو مجرد ترك ونية
تقوم بالقلب لا يطلع عليه
الا الله وليس بعمل الجوارح
على وصول ثواب القراءة
التي هي عمل باللسان تسمعه
الاذن وتراه العين بطريق
الاولى. ويوضحه ان الصوم نية
محضة وكف النفس عن المفطرات
وقد اوصل الله ثوابه الى الميت
فكيف بالقراءة التي هي عمل و
نية بل لا تفتقر الى النية فوصول
ثواب الصوم الى الميت فيه تنبيه
على وصول سائر الاعمال

اور تمھیں دلائل دے چکے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نیز صحاح
اس امر پر متفق ہیں کہ جب زندہ میت کی طرف سے
کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے
اور عقل کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ گو ثواب عمل کرنے
والے کا حق ہے مگر جب وہ اپنے مسلم بھائی کو
بخش دیتا ہے تو کوئی ممانعت نہیں ہوتی جس طرح
کہ اس امر کی ممانعت نہیں کہ اسکی زندگی میں
اپنا کچھ مال بخشدے یا اسکی مرنے کے بعد اسکو مال کی
ادائیگی سے بری الذمہ کردے۔ خود رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبردار کردیا ہے کہ روزہ
کا ثواب میت کو پہنچتا ہے حالانکہ وہ روزہ صرف
ترک اکل وشرب اور نیت کا نام ہے اور نیت کا تعلق
صرف دل سے ہے جسپر اللہ تعالی کے سوا کوئی
مطلع نہیں ہوتا، اور یہ روزہ کوئی عضو کا عمل
نہیں اور آنحضرت علیہ السلام نے یہ بھی بتا دیا ہے
کہ قرأۃ قرآن کا ثواب بھی بطریق اولیٰ پہنچتا ہے
جو زبان کا عمل ہے اور اسے کان سنتے ہیں اور آنکھ
دیکھتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ روزہ صرف نیت
ہے اور روزہ محض اور صرف اپنے نفس کو روکنے کا نام
ہے۔ اللہ اسکا ثواب میت کو پہنچا دیتا ہے تو
بھلا قرأۃ قرآن کا ثواب کیوں نہ پہنچے گا جو عمل اور
نیت سے مرکب ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت
نہیں ہوتی پس میت کو روزہ کے ثواب کے پہنچنے
میں اس امر کا اشارہ ہے کہ باقی اعمال کا ثواب بھی

والعبادات قسمان مالية وبدنية وقد نبه
الشارع بوصول ثواب الصدقة على
وصول ثواب سائر العبادات المالية و
نبه بوصول ثواب الصوم على وصول
ثواب سائر العبادات البدنية و
اخبر بوصول ثواب الحج
المركب من المالية والبدنية
فالانواع الثلثة ثابتة
بالنص والاعتبار وبالله
التوفيق۔

ثم قال الشيخ قال المانعون قال
الله تعالى وان ليس للانسان الا
ما سعى وقال لا تجزون الا ما كنتم
تعملون وقال لها ما كسبت وعليها
ما اكتسبت وقد ثبت عن النبي
صلى الله عليه وسلم انه
قال اذا مات العبد انقطع
عمله الا من ثلاث صدقة
جارية عليه او ولد صالح
يدعو له او علم ينتفع به
من بعده فاخبر انه انما
ينتفع بما كان تسبب اليه
في الحيوة وما لم يكن
قد تسبب فهو منقطع عنه

میت کو پہنچتا ہے۔ اب عبادات دو قسم ہیں مالی
اور بدنی اور تیسری ان کے مرکب کرنے سے پیدا
ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ثواب صدقہ کے
پہونچنے میں باقی عبادات مالیہ کے پہنچنے پر اشارہ
کردیا ہے اور روزہ کے ثواب پہنچنے میں آپنے
اشارہ کیا ہے کہ تمام عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا
ہے۔ اور آپ نے حج کے ثواب پہنچنے کی بھی خبر دی ہے
جو عبادت مالی اور بدنی سے مرکب ہے پس تینوں قسم
کا ایصال ثواب نص اور قیاس شرعی سے ثابت ہوگیا
وباللہ التوفیق۔

پھر شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ مخالفین کی دلیل یہ
ہے کہ خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے وہی
ہے جو اس نے کمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو اسی کا بدلہ
ملیگا جو تم دنیا میں کرتے تھے پھر فرمایا کہ انسانی نفس
کے لئے وہ نیک عمل کام آئیگا جو اس نے کمایا ہوگا۔
اور اس پر اس بدعملی کا بوجھ پڑیگا۔ جو نفس پروری کے
لئے اس نے کمائی ہوگی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا
کہ انسان مرتا ہے تو اس کے عمل بند ہوجاتے ہیں۔
سوائے تین صورت کے کہ صدقہ جاریہ ہو جو اس کے
نام پر چلتا رہے یا اولاد نیک ہو جو اسے [illegible]
یا مفید تعلیم ہو جس سے اس کے بعد لوگوں کو فائدہ
پہنچے۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے وہ اعمال بتا دیئے
ہیں کہ جن میں بحالت حیات خود انسان کی اپنی کوشش
کا کچھ دخل ہو اور جنمیں اس کا کچھ دخل نہیں وہ عمل

ثم ذكر الشيخ دلائل عقيدتهم
واعتراضاتهم على المجوزين
وقال اصحاب الوصول ليس
فى شيئ مما ذكرتم ما يعارض
ادلة الكتاب والسنة واتفاق
سلف الامة ومقتضى قواعد
الشرع اما قوله تعالى وان
ليس للانسان الا ما سعى
فقد اختلفت طرق الناس
فى المراد بالاية فقالت طائفة
المراد بالانسان ههنا الكافر
واما المؤمن فله ما سعى
وما سعى له وقالت طائفة
الاية اخبار شرع من قبلنا
وقد دل شرعنا على ان له
ما سعى وما سعى له وقالت
طائفة اللام بمعنى على اى و
ليس على الانسان الا ما سعى
وقالت طائفة فى الكلام حذف
تقديره وان ليس للانسان
الا ما سعى او سعى له وقالت
طائفة اخرى الاية منسوخة بقوله
تعالى والذين امنوا واتبعتهم
ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم

ضرور بخشے جائینگے۔ اس کے بعد شیخ موصوف
نے انکے عقائد کے دلائل بیان کئے ہیں اور مجوزین
ایصال ثواب پر انکے اعتراضات لکھے ہیں پھر جو
ایصال ثواب کے قائل ہیں انہوں نے مخالفین کو
یوں خطاب کیا ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ اس
میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو ہماری تحقیق کے مخالف
ہو جو ہم نے کتاب وسنت اور اجماع سلف صالحین اور
قواعد قیاس شرعیہ سے پیش کی ہے کیونکہ یہ آیت کہ
لیس للانسان الا ما سعی مفسرین کے درمیان
مختلف فیہ ہے کہ اس انسان سے کیا مراد ہے۔ ایک
جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد کافر انسان ہے اور
مومن انسان کیلئے اس کی اپنی کمائی بھی مفید ہے اور
وہ کمائی بھی مفید ہے جو غیر کی طرف سے اس کیلئے
کی جائے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ایک جماعت کی رائے
ہے کہ یہ آیت پہلی شریعتوں کی خبر دیتی ہے۔ ورنہ
ہماری شریعت میں تو اپنی اور غیر کی کمائی دونوں ثابت
ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ لام بمعنی علی ہے اور آیت
کا یہ معنی ہے کہ انسان کا نقصان اسی کی کمائی سے ہوگا
غیر کی بدعملی سے اسے نقصان نہیں پہنچیگا۔ ایک فریق
کا خیال ہے کہ اس مقام پر (او سُعِیَ لَہٗ) مقدر ہے
تو اصل آیت یوں ہوگی کہ لیس للانسان الا ما سعی
او سُعِیَ لَہٗ۔ ایک فریق کہتا ہے کہ یہ آیت ہی منسوخ ہے
اس آیت سے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انکی اولاد
ایمان لانے میں انکی تابع ہے تو ہم انکی اولاد کو انہی کے

وهذا منقول عن ابن عباس
رضى الله عنهما وقالت طائفة
اخرى المراد بالانسان الحى دون
الميت. قال الشيخ رحمه الله تعالى
وهذه التاويلات كلها من
ضعيف المتصرف فى اللفظ العام.
ولم يرض به الشيخ ثم قال و
قالت طائفة اخرى وهو جواب
ابى الوفاء ابن عقيل قال الجواب
الجيد عندى ان يقال الانسان
بسعيه وحسن عشرته اكتسب الا
صدقاء واولد الاولاد ونكح
الازواج واسدى الخير وتودد
الى الناس فترحموا عليه واهدوا
له العبادات وكان ذلك اثر سعيه
كما قال صلى الله عليه وسلم ان اطيب
ما اكل الرجل من كسبه وان ولده من كسبه
وهذا جواب متوسط يحتاج الى تمام
فان العبد بايمانه وطاعته لله ورسوله
قد سعى فى انتفاعه بعمل اخوانه المؤمنين
مع عمله كما ينتفع بعملهم فى الحيوة
مع عمله فان المؤمنين ينتفع بعضهم
بعمل بعض فى الاعمال التى يشتركون فيها
كالصلوة فى جماعة [illegible] المسلم مع

شامل کر دینگے۔ اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے منقول ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس سے مراد
زندہ انسان ہے مُردہ انسان مراد نہیں۔ شیخ موصوف
فرماتے ہیں کہ یہ تمام تاویلیں آیت کے عام لفظ کو بُری طرح
بگاڑتی ہیں اسی لئے ہم انکو پسند نہیں کرتے۔ پھر ایک اور
جماعت کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں کہ یہ جواب ابوالوفا
ابن عقیل کی طرف سے دیا گیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ
بہتر جواب یہ ہے کہ انسان اپنی کوشش سے
اور اپنی قوت نیک سلوک سے دوست پیدا کر لیتا ہے
بچے پیدا کرتا ہے۔ بیوی سے نکاح کرتا ہے۔ بھلائی
کرتا ہے۔ اور لوگوں سے دوستانہ تعلقات رکھتا ہے تو لوگ
اس پر رحم کرتے ہیں اور عبادات کا تحفہ دیتے ہیں تو یہ
سب اسی کی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ انسان کی بہتر خوراک وہ ہے جو اپنی کمائی
سے کھائے۔ اس کی اولاد بھی اسی کی کمائی ہے مگر یہ
جواب نامکمل ہے اس لئے تکمیل کی ضرورت ابھی
باقی ہے کیونکہ انسان اپنے ایمان سے اور خدا ورسول
کی اطاعت سے اپنے عمل کے علاوہ اپنے مسلم بھائیوں
کے عمل سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ
زندگی میں اپنے عمل کے ہوتے ہوئے انکے عمل سے فائدہ
اٹھاتا ہے کیونکہ مسلمان ایک دوسرے کے اعمال سے
فائدہ اٹھایا کرتے ہیں جن میں اکثر شریک کار ہوں جیسے
نماز ادا کرنا وغیرہ۔ پھر شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ ہر ایک
مسلمان کی جماعت میں داخل ہونا اور ان [illegible]

جملة المسلمين فی تقصد الاسلام من اعظم
الاسباب فی وصول نفع كل من المسلمين
الی صاحبه فی الحيوة وبعد
مماته ثم قال فالعبد بايمانه
قد تسبب الی وصول هذا الدعاء
اليه فكانه من سعيه يوضحه
ان الله سبحانه جعل الاعادة
سببا لانتفاع صاحبه بما عمله
اخوانه من المومنين وسعيهم
فاذا اتی به فقد سعی فی السبب
الذی يوصل اليه ذلك وقد
دل علی ذلك قول النبی
صلی الله عليه وسلم لعمرو
بن العاص ان اباك لو اقر
بالتوحيد لنفعه ذلك
يعنی العتق الذی فعل عنه
بعد موته فلو اتی بالتسبب
لكان قد سعی فی عمل يوصل
اليه ثواب العتق وهذه
طريقة لطيفة حسنة جدا
انتهی ما ذكره الشيخ ابن القيم
الجوزية فی كتاب الروح
فی المسئلة السادسة عشر
بالاختصار قال العبد الضعيف

کا معاہدہ قائم کرنا ہی ایک بڑا سبب ہے اس امر
کہ ہر ایک مسلم کو اپنے بھائی کی طرف سے فائدہ پہنچے
زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر شیخ فرماتے
ہیں کہ انسان اپنے ایمان کی وجہ سے اپنے حق میں
دعائے خیر لینے کا باعث ہوتا ہے تو گویا یہ دعا بھی
اسی کی کوشش ہے۔ اس کی وضاحت اس سے
ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالے نے عبادت کو اس
امر کا سبب بنایا ہے کہ وہ عابد اپنے مسلم بھائیوں
کی دعا وغیرہ سے فائدہ اٹھائے تو انسان جب
عبادت کرتا ہے تو وہ گویا اس سبب کے پیدا کرنے میں
کوشش کرتا ہے جس کے طفیل سے وہ فائدہ اسے
پہنچایا جاتا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان بھی دلالت کرتا ہے جو آپ نے عمرو بن عاص
کو فرمایا تھا جبکہ اسکا باپ بحالت کفر مرگیا اور
اس نے اسکی طرف سے ایک غلام آزاد کیا کہ اگر وہ
توحید کا قائل ہوجاتا تو یہ غلام آزاد کیا اسے مفید
پڑتا جو اس کی موت کے بعد اسکی طرف سے آزاد کیا
گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر وہ سبب پیدا کرتا تو گویا
یوں سمجھا جاتا کہ وہ ایسا کام کرتا تھا جو اسکو غلام
آزاد کرنے کا ثواب پہنچا دیتا۔ یہ طریق جناب بہت
لطیف اور خوب ہے۔ اب وہ تمام مضمون مختصر طور
پر یہاں ختم ہوگیا ہے جو شیخ ابن قیم جوزی نے
اپنی تصنیف کتاب الروح کے سولھویں مسئلہ میں
درج کیا ہے۔ اب عبد ضعیف (مولف رسالہ ہذا)

ان قلت لاحد ليس لك من
الدنيا الا ما تملكه وجاء احد
واعطاه مالا كثيرا فلا يعارض
ما حصل له قولك ليس لك
من الدنيا الا ما تملكه انتهی. و
من تلك المسائل مسئلة البشرية
لسيدنا رسول الله صلی الله
عليه وسلم فقال قوم من اطلق
البشرية علی النبی صلی الله عليه
وسلم فقد كفر لان فی هذا
الاطلاق توهين للرسول والكفار
كانوا يقولون انما انت بشر وقال
قوم هو بشر مثلنا لان الله تعالی
امره بقوله قل انما انا بشر مثلكم
ومنزلته عندنا بمنزلة الاخ
الاكبر وليت شعری بای وجه جوزوه
الاخ الاكبر ان كان مرادهم بالاكبرية
المتقدم فی الزمان فقط فابو لهب احق
باخوتهم لاتفاقهم معه فی تحقير النبی
صلی الله عليه وسلم وان كانت الاكبرية
بالرتبة والتقرب الی الله تعالی فای
مناسبة لهم به صلی الله عليه وسلم وان
كان مرادهم اخوة الاسلام فامعنی الاكبر
فانما المومنون اخوة ورفع الطائفتان

کہتا ہے کہ اگر تم کسی سے یوں کہدو کہ تیرے پاس
تو صرف دنیاوی مال وہی ہے جس کے تم وہاں مالک
ہو۔ مگر کسی نے اگر اسکے بعد اسے بہت مال دیدیا
تو اس واقعہ سے تمہارا وہ پہلا کہنا غلط نہ ہوگا
کہ تم صرف اتنے مال کے ہی مالک ہو جو اب تمہارے
پاس ہے (انتہی) متنازع فیہ مسائل میں سے ایک
مسئلہ بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے
ایک جماعت کا قول ہے کہ جو شخص آپ پر بشر کا لفظ
استعمال کرتا ہے وہ کافر ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں حضور
علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے کیونکہ کفار بھی تحقیر کے
یہ لفظ کہا کرتے تھے کہ تم آخر بشر ہی ہو۔ ایک فریق کا قول
ہے کہ آپ ہمارے جیسے ہی بشر تھے کیونکہ آپکو خدا نے حکم
دیا ہے کہ آپ کہدیں کہ میں تو تمہارے جیسا ہی انسان ہوں
اور ہمارے نزدیک آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے
مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے آپکو
کو بڑا بھائی بنا رہے کیونکہ اگر اس بڑائی سے مراد پہلے زمانہ
میں ہونا مراد ہے تو ابو لہب کو زیادہ حق ہے کہ انکا بھائی
بن جائے کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کی توہین پہلے زمانہ میں
ان سے متفق ہوچکا ہے۔ اور اگر بڑائی سے مراد مرتبہ کی
ہے یا قرب الہی کی بڑائی مراد ہے تو ان کو حضور علیہ السلام
کوئی بھی تناسب حاصل نہیں ہے اور اگر ان کی مراد اسلامی
برادری ہے تو پھر بڑا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ
تمام مومنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ بہرحال دونوں
فریق افراط وتفریط میں پڑے ہوئے ہیں حق بات یہ ہے کہ

فی الافراط والتفریط والحق الحق فی المسئلة
تفصیل فالبشر اسم لاولاد آدم علیه السلام
بمعنی الانسان وسماه الله تعالی بشرا فقال
تعالی انی خالق بشرا من طین والنبی صلی الله
علیه وسلم سید ولد آدم فاذا کان الاب
بشرا لابد ان یکون الولد بشرا لکن البشریة
صفات وخصوصیات ان ارتقی الی
درجات القرب کان افضل من الملئکة
وان نزل الی درکات البعد کان ارذل
من الشیاطین فالانبیاء علیهم الصلوة
والسلام عموما وسیدنا رسول الله صلی
الله علیه وسلم بالخصوص ارتقی بفضل الله و
وصل الی اقصی درجات القرب والتمکین
حتی کان فی مقام قاب قوسین او ادنی
لان فضل الله کان علیه عظیما ومع ذلک
القرب هو بشر وانسان بقی الکلام فی المثلیة
الواردة فی القرآن فالمثلیة ثابتة لاشتراک
الناس معنی ماهیة البشریة والانسانیة
لا فی خصوصیاتها وصفاتها ویکفی فی
المثلیة الاشتراک فی الصفة الواحدة و
لا یلزم الاشتراک فی جمیع الصفات فانک
اذا قلت زید مثل الاسد فمقصودک
اشتراک الزید مع الاسد فی صفة الشجاعة
فقط لا فی جمیع صفات الاسد لانه سبع والذی

اس مسئلہ کی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ بشر اولاد آدم علیہ السلام
کا نام ہے جس کے معنے انسان ہے۔ خدا نے آدم کو بھی بشر کہا
ہے۔ چنانچہ خدا نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک بشر
پیدا کروں گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم علیہ السلام
کی ہی اولاد ہیں اور جب باپ بشر ہے تو بیٹا بھی ضرور بشر
ہوگا مگر اس کے علاوہ بشر کے اندر اوصاف اور خاصیتیں بھی
ہیں جن کی وجہ سے وہ قرب الٰہی تک پہنچتا ہے اگر وہ یہاں
پہنچ گیا تو فرشتوں سے بھی افضل ہوگا اور اگر درگاہ الٰہی
کی دوری کے گڑھوں میں گر گیا تو شیطان سے بھی زیادہ ذلیل
ہوگا تو انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم خصوصاً خدا کے فضل وکرم سے قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات
پر پہنچ چکے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ قاب قوسین او ادنیٰ
کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ خدا کا فضل آپ پر بہت تھا
باوجود اس قرب الٰہی کے پھر بھی آپ بشر اور انسان ہی
ہیں۔ اب یہ بحث باقی ہے کہ قرآن شریف میں جو مثلکم آیا ہے
اس سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی حقیقت
میں اشتراک کی وجہ سے آپ کو دوسروں سے مساوات کا مثل کہا
ہے مگر بشر کی خصوصیات اور اعلیٰ صفات میں آپ سب سے الگ
ہیں اور مساوات فی البشریۃ کے لئے صرف ایک صفت کا ہونا
کافی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ آپ باقی صفات کا ظاہری بھی
دوسروں کے مساوی ہوں یا وہ آپکے مساوی ہوں جیسا
تم یوں کہتے ہو کہ زید شیر ہے تو تمہارا مقصود صرف یہ ہوتا ہے
کہ زید شیر کے ساتھ شجاعت میں مساوی اور شریک ہے۔
صفات شیر میں شریک نہیں کیونکہ شیر وحشی جانور ہے اور وہ

انسان ونعم ما قیل فی المثل السائر
محمد صلی الله علیه وسلم بشر لا کالبشر بل
هو کالیاقوت بین الحجر وما ادری لای
سبب ینفون البشریة عنه صلی الله علیه
وسلم فان البشریة هی سبب لتصدیق
رسالته ومعجزاته وخوارق عاداته فان
المعجزات وخوارق العادات تصیر سببا
لتصدیق دعوی الرسالة اذا صدرت
من البشر واما ان صدرت من الملئکة او
من الجن والشیاطین فای غرابة فیه
فان خوارق العادات من الملئکة و
الشیاطین امر عادی بل مفهوم المعجزة
وخرق العادة یتصور بالنسبة الی
الانسان بان غیر الانبیاء علیهم الصلوة
والسلام یعجزون عن الاتیان بمثله فلذا
سمیت المعجزة خرق العادة ای خرق
عادة بنی آدم لا خرق عادة الملئکة و
الشیاطین قالوا انه صلی الله علیه وسلم نور
لان الله سبحانه وتعالی قال یا ایها الناس
قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین قلنا
آمنا وسلمنا انه نور لکن النورانیة تصیر
سببا للمدح اذا صار البشر نورا بارتقائه
من کثافة البشریة الی معارج
النور الاصلی اما غیر البشر

انسان ہے۔ ایک شعر جو ضرب المثل میں خوب کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر عام بشر کی مانند نہیں بلکہ آپ یاقوت
کی طرح ہیں کہ وہ بھی پتھر تو ہوتا ہے مگر اسے یاقوت کہتے ہیں
پتھر نہیں کہتے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ لوگ حضور علیہ السلام سے
بشریت کی نفی کیوں کرتے ہیں حالانکہ بشریت ہی آپکی رسالت
کی تصدیق اور آپکے معجزات اور خرق عادات کی تصدیق
کا سبب ہے۔ کیونکہ انسان سے جب معجزات صادر ہوں یا
خرق عادات تو یہی تصدیق رسالت کا سبب بنا کرتے
ہیں۔ اگر یہ سب کچھ فرشتوں سے صادر ہوں یا جن اور
شیطان سے پیدا ہو تو کچھ تعجب نہ ہوگا کیونکہ خرق عادت
فرشتوں اور شیاطین سے ایک مسلمہ اور عادی امر ہے
بلکہ معجزہ اور خرق عادت کی حقیقت ہی انسان سے تعلق
قائم کرنے کے ساتھ پیدا ہوا کرتی ہے کہ دوسرے انسان
انبیاء علیہم السلام کے بغیر ایسا کرنے سے عاجز ہوں گے یعنی
اسی بنا پر معجزہ کو خرق عادت کا نام دیا گیا ہے یعنی معجزہ
بنی آدم کی روزمرہ عادت کے خلاف ہوتا ہے۔ ورنہ یہ مطلب
نہیں کہ وہ معجزہ فرشتوں یا شیاطین کی طاقت سے بھی
باہر ہوتا ہے۔ صوفی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں کیونکہ
خدا نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کا نور آیا ہے
اور روشن کتاب (قرآن مجید) آیا ہے۔ بیشک یہ کہنا
صحیح نہیں میں کہتا ہوں کہ یہ ہمیں بھی تسلیم ہے اور ہمارا بھی
ایمان ہے کہ آپ نور ہیں مگر نورانیت انسان اور بشر ہی کے
لئے تعریف کا سبب بنتی ہے جبکہ وہ کثافت بشری سے
نکل کر اصلی نورانیت کے بلند مراتب پر ترقی کر جائے اور جب

ان اتصف بالنور فالنورانية
فيه طبعية لا كسبية قال الله تعالى
والقمر نورا فالقمر ما ارتقى من كثافة
المادية الى النورانية بكسبه بل
خلقه الله تعالى نورا فيكون نورانيته
طبعية وليس فيه فخر ابتداء ومدح معتد
به قال الله تعالى يهدى الله لنوره
من يشاء فالبشرية لما فيه من
الكدورات النفسانية مدح واى
مدح وكمال اى كمال والعجب من القوم
كيف زعموا الكمال نقصا والمدح ذما
انتهى. ومن تلك المسائل مسئلة التعظيم
لغير الله تعالى قال قوم التعظيم لغير الله
شرك او كفر او بدعة على اختلاف فى آرائهم
قال المؤلف وفقه ربه لما يحب ويرضى
الفت كتابا قبل هذا باعوام وسميته
بالاصول الاربعة فى ترديد الوهابية
وفتحت فيه بابا عنوانه الباب
الاول فى جواز التعظيم لغير الله تعالى
وشاع الكتاب بعد الطبع ووصل
الى من يدعى العلم من جماعتهم فقال
غير الله يدخل فيه الاصنام والاوثان
وتعظيم الاصنام شرك.
اقول عجبا لما انا ما قلت

انسان کے بغیر اگر کوئی (مثلاً فرشتہ) نورانیت سے
موصوف ہو جائے تو اس کی یہ تعریف شمار نہ ہوگی کیونکہ
نورانیت اس میں فطرتی ہوتی ہے۔ بعینہٖ حاصل نہیں کی
چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے چاند کو نور بنایا تو چاند نے کثیف
مادہ سے نورانیت کی طرف ترقی نہیں کی بلکہ خدا نے
نور ہی پیدا کیا ہے تو اس کی نورانیت فطرتی ہوگی جس میں
نہ کوئی تعریف کی بات ہے اور نہ قابل قدر مدح پیدا ہوتی ہے
خدا نے فرمایا ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت
کرتا ہے پس ایسی بشریت جو نفسانی کدورتوں سے صاف
ہو ایک بڑی تعریف اور مدح ہے اور بہت بڑا کمال ہے۔
مجھے اپنے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کیسے کمال کو نقص جانتے
ہیں اور کس طرح مدح کو مذمت سمجھ رہے ہیں (انتہی) مختلف
فیہ مسائل میں سے غیر اللہ کی تعظیم بھی ہے چند لوگوں کا خیال ہے
کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے یا کفر ہے یا بدعت ہے۔ اس میں
ان کی رائیں مختلف ہیں۔ مؤلف رسالہ (کہ خدا اسے
اس امر کی توفیق دے جسے وہ پسند کرتا ہے) کہتا ہے کہ میں اس رسالہ سے
پہلے کئی سال ایک کتاب تصنیف کر چکا ہوں جس کا نام
ہے "الاصول الاربعۃ فی تردید الوہابیۃ" جس میں کئی باب ہیں
اور ایک خاص باب اس عنوان سے لکھا ہے کہ باب اول غیر اللہ
کی تعظیم میں۔ اور وہ کتاب چھپ کر شائع بھی ہو چکی ہے اور
جماعت مخالفین کے اہل علم کے پاس پہنچ بھی چکی ہے
تاہم مخالف کہتا ہے کہ غیر اللہ میں بت اور مورتیاں بھی
داخل ہیں اسلئے تم ان کی بھی تعظیم کیا کرو حالانکہ یہ صحیح ہے کہ بتوں
کی تعظیم شرک ہے۔ اور جواب میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے یہ کب کہا

جميع غير الله حتى يدخل فيه الاصنام
اما قال تعالى ان الانسان ليطغى
ان راه استغنى الا تدخل الانبياء عليهم
السلام فى نوع الانسان وكيف يحكم
عليهم بالطغيان اما قال تعالى يا
بنى آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد
الا تدخل الكفار فى بنى آدم وكيف يكون
زينتهم عند كل مسجد وامثال ذلك
كثير فى القرآن كما فى قوله تعالى قتل
الانسان ما اكفره وغيره ذلك فان
دخل الاصنام فى عموم غير الله يدخل
الانبياء المعصومون فى الطغيان والكفار
فى المساجد بزعمهم فما كان جوابهم
كان جوابنا نعم بعض غير الله الذى
امر الله بتعظيمه يجب تعظيمه اما
قال الله تعالى ومن يعظم شعائر الله
فانها من تقوى القلوب والصفا و
المروة من شعائر الله قال الله
تعالى ان الصفا والمروة من
شعائر الله وهما جبلان بقرب
الحرم المكى وقال تعالى والبدن
جعلناها لكم من شعائر
الله والمزدلفة والمنى
من شعائر الله قال الله

کہ جمیع غیر اللہ قابل تعظیم ہیں۔ تاکہ یہیں بت بھی شامل
ہوں۔ کیا خدا تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ انسان سرکشی
کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ خود مالدار ہے تو کیا انبیاء
علیہم السلام نوع انسانی میں داخل نہیں ہیں؟ اگر
ہیں تو ان پر سرکشی کا حکم کیسے صحیح ہوگا۔ خدا نے یہ
بھی کہا ہے کہ اے بنی آدم ہر مسجد اور نماز کے وقت
اپنی زینت حاصل کرو تو کیا کفار بنی آدم میں داخل
نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ہر ایک نماز میں انکی زینت کیسے
ہوگی۔ غرضیکہ اس قسم کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں
چنانچہ یہ ایک اور مثال ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ انسان
بڑا کافر ہے جس سے مراد تمام انسان نہیں۔ اس کے
سوا اور بھی کئی ایک مثالیں ہیں پس اگر غیر اللہ کے عام
لفظ میں بت داخل ہیں تو انبیائے معصوم بھی طغیان
میں داخل کرنے پڑینگے اور کفار بھی انکے خیال میں داخل
صلوٰۃ ہوں گے تو جو جواب تم دوگے وہی جواب ہم دینگے
مگر ہاں بعض غیر اللہ وہ بھی ہیں جن کی تعظیم کا حکم خود خدا
نے دیا ہے اسلئے انکی تعظیم واجب ہوگی۔ کیا خدا نے
یوں نہیں کہا کہ جو خداوندی یادگاروں کی تعظیم کرتا ہے تو
تعظیم انکے دل کے تقوی کی علامت ہے۔ کوہ صفا
کوہ مروہ بھی اللہ کی یادگار ہیں۔ چنانچہ صاف منقول ہیں
خدا نے کہا ہے کہ بیشک صفا و مروہ اللہ کے شعائر ہیں
جو کہ حرم مکہ کے قریب دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں
یہ بھی کہا ہے کہ بڑے جانور اونٹ اور گائے، خدا نے
تمہارے لئے اپنی یادگار بنائے ہیں مزدلفہ و منی بھی شعائر اللہ

تعالى فاذكروا الله عند المشعر
الحرام واما كان النبي صلى الله
عليه وسلم يقبل الحجر الاسود
اليس في الاستلام معنى التعظيم و
امر النبي صلى الله عليه وسلم بتعظيم
الوالدين قال الله تعالى في حقهما ولا
تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما
قولا كريما وقال ان اشكرلي و
لوالديك اليس في الآيتين الامر
بتعظيم الوالدين قال الله تعالى لا
يمسه الا المطهرون اليس فيه تعظيم القرآن
قال الله تعالى ولله العزة ولرسوله
وللمؤمنين اليس في الآية التعظيم للرسول
وللمؤمنين قال الله تعالى لا ترفعوا
اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له
بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط
اعمالكم وانتم لا تشعرون اليس
في الآية التعظيم لرسول الله
صلى الله عليه وسلم الى
غير ذلك من الآيات والاحاديث
في هذا الباب فان سلمتم
وجوب التعظيم لهؤلاء
المذكورين فما معنى قولكم
التعظيم لغير الله حرام

ہیں چنانچہ خدا نے کہا ہے کہ مشعر حرام (مزدلفہ منیٰ)
میں اللہ کا ذکر کرو۔ ارے یہ تو بتاؤ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم حجر اسود کو کیا نہیں بوسہ دیا کرتے تھے؟ تو کیا
بوسہ دینے میں تعظیم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے تو خود والدین کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور خدا تعالیٰ
نے بھی کہا ہے کہ اے انسان تو اپنے ماں باپ کو اُن
کے جواب میں بھی دیکھ کر (اُف) نہیں تمہارے کہنے
سے بیزار ہو کر ان کلمات پر آوروہ کرنا اور ان سے بات
کبھی ہو تو ان سے نیت سے کہنا پھر کہا کہ اے انسان میرا
شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی شکر ادا کر۔ اب بتاؤ کہ
کیا ان دو آیتوں میں والدین کی تعظیم کا حکم نہیں؟ یہ
بھی کہا ہے کہ قرآن مجید کو پاک ہی ہاتھ لگائیں تو کیا اس
میں قرآن کی تعظیم نہیں؟ پھر کہا کہ اللہ اور رسول اور
مومنین کے لئے عزت ہے تو کیا اس آیت میں رسول اور
مومنین کی تعظیم نہیں بتائی گئی؟ پھر خدا تعالیٰ نے کہا
کہ نبی کی آواز سے اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور کوئی بات نبی
سے کہنی ہو تو گستاخی سے اونچی آواز کے ساتھ مت کہو جیسے
کہ تم ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہو۔ ورنہ تمہارے نیک عمل
سب ضبط ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ لگے گا تو
کیا اس آیت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم
مذکور نہیں؟ اس قسم کی اور بھی بہت آیات ہیں اور
احادیث بھی اس مضمون کے متعلق بہت ہیں پس اگر
تم مذکورۃ الصدر مخلوق کی تعظیم کا وجوب تسلیم کرتے ہو تو
تمہارے اس قول کا کوئی مطلب نہ ہوگا کہ غیر اللہ کی تعظیم

وان انكرتم فما معنى الآيات
المذكورة وما معنى قوله تعالى و
تعزروه وتوقروه وان اصررتم على
ضلالتكم فنقول كما قال الله تعالى
ارأيت من اتخذ الهه هواه و
اضله الله على علم وختم على سمعه و
قلبه وجعل على بصره غشاوة فمن
يهديه من بعد الله فاذا كانت الاماكن
والجبال والدواب واجب التعظيم
بحكم القرآن فلا شك ان اولياء
الله تعالى احياء او امواتا من
عباد الله المؤمنين الصالحين كلهم
واجب التعظيم وقد مر ما قال
الله تعالى ولله العزة ولرسوله
وللمؤمنين اليس الاولياء و
الصلحاء داخلين في زمرة المؤمنين
ومن الذي قال لئن رجعنا الى
المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل
ارادوا التحقير من عظمه الله تعالى
فرد الله عليهم بقوله ولله العزة
ولرسوله وللمؤمنين
وتحقير من عظمه الله تعالى
ديدن اي فريق
من المسلمين آمنا سمعوا

حرام ہوتی ہے۔ بالغرض اگر تم اسے تسلیم نہیں کرتے تو آپ
ہی آیات مذکورہ بالا کا مطلب سمجھا دیں کیا ہے؟ اور
اس آیت کا مطلب بھی بتا دیں کیا ہے۔ وہ آیت یہ
ہے کہ تم ان نبی کی عزت و توقیر کیا کرو۔ اور اگر تم اپنی
گمراہی پر ہی اڑے رہے تو ہم تمہارے متعلق یہ آیت
پڑھ دیتے ہیں کہ کیا تم ایسے لوگ نہیں دیکھتے ہو جو نفس
پرستی کرتے ہیں؟ اور خدا نے دیدہ و دانستہ ان کو گمراہ کر دیا
ہے اور ان کے کان اور قلب پر مہر کر دی ہے اور آنکھوں پر
پردہ ڈال دیا ہے تو اب خدا کے بعد ان کو کون ہدایت
دے سکتا ہے؟ پس جب مقامات مقدسہ اور پہاڑ اور
جانور بھی قرآنی حکم سے واجب التعظیم ٹھیرے ......
تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اولیاء زندہ ہوں یا مردہ
وہ سارے خدا کے نیک ایماندار بندے ہیں اور وہ
واجب التعظیم ہیں چنانچہ میں پہلے یہ آیت لکھ چکا ہوں
کہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور رسول کے
ماننے والوں کی۔ تو کیا اولیاء اللہ اور صلحاء اور مومنین
کی جماعت میں داخل نہیں؟ بھلا یہ بتاؤ کس نے کہا
تھا کہ اگر ہم مدینہ میں واپس آ پہنچے تو صاحب عزت ذلیل
کو وہاں سے نکال دیگا؟ میں بتاؤں یہ منافقوں نے
کہا تھا اور وہ اس سے رسول علیہ السلام کی توہین چاہتے
تھے جن کو خدا نے واجب التعظیم قرار دیا تھا۔ سو خدا
نے انکی تردید میں کہا کہ عزت تو اللہ اور رسول کی ہے اور
مومنین بھی ذی عزت ہیں۔ اب کہیں کون کہتا ہے؟
سچ بتاؤ جس کو خدا واجب التعظیم ٹھیرائے اس کی توہین

قوله صلى الله عليه وسلم للانصار
حين جاء سعد بن معاذ رضي
الله عنه قوموا الى سيدكم فامر
بالقيام تعظيما له فان قيل الامر
بالقيام كان لنزوله عن الدابة
لانه كان مريضا قلنا سوق الكلام
يشهد بخلاف ذلك لانه لو كان
المراد بالامر نزوله عن الدابة
فالمناسب ان يقول قم يا فلان
وانزل سعدا او قم يا فلان ويا
فلان وانزلا سعدا لكن الامر
بلفظ الجمع ولفظ السيد في
حقه رضي الله عنه ينادي باعلى
الصوت ان المراد بامر قوموا الى سيدكم
التعظيم والتوقير اما علموا ان
الصحابة رضي الله عنهم كانوا خاشعين
في مجلسه الشريف كأن على رؤسهم
الطير والله يهدي من يشاء الى صراط
مستقيم. ومن تلك المسائل مسئلة
سماع الموتى قالوا الموتى لا يسمعون
مستدلين بقوله تعالى انك
لا تسمع الموتى وقوله تعالى
وما انت بمسمع من في القبور
قلنا المراد بالموتى ومن في القبور

مگر سلطان کا کلام ہے۔ کیا تم مخالفین نے رسول علیہ السلام
کا یہ حکم بھی نہیں سنا کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
لڑائی سے واپس آئے تھے تو آپ نے انصار سے کہا تھا کہ اپنے
سردار کا کھڑے ہو کر استقبال کرو تو یہ قیام تعظیمی تھا اگر یہ
سوال کیا جائے کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ آپ بیمار تھے تاکہ گھوڑے
سے آپکو آرام سے اتاریں۔ ورنہ تعظیم کے لئے یہ حکم نہ تھا۔ تو
ہم کہیں گے کہ اس واقعہ کے متعلق سلسلۂ کلام اس کے
خلاف ہے کیونکہ اگر گھوڑے پر سے اتارنا مراد ہوتا تو یوں
کہنا مناسب تھا کہ اے فلاں آدمی اٹھو اور ان کو
گھوڑے سے اتارو۔ یا یوں حکم ہوتا کہ اے فلاں و فلاں
تم دونوں اٹھو اور سعد کو گھوڑے سے اتارو۔ مگر یہاں تو
جماعت کو مخاطب کیا ہے اور سعدؓ کو سید کہا ہے اور
یہ سید کا لفظ سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں آواز بلند پکارتا
ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے
ہو جاؤ۔ اس سے مراد حضرت سعدؓ کی تعظیم و توقیر تھی
پھر کیا مخالفین کو یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام کے دربار
میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے متواضع ہو کر بیٹھتے تھے کہ
گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب خدا
جسے چاہے۔ راست کی ہدایت کرے۔ مختلف فیہ
مسائل میں سے سماع موتیٰ کا مسئلہ بھی ہے۔ مخالف کہتے
ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور ثبوت یہ دیتے ہیں کہ خدا نے
حضور علیہ السلام سے کہا ہے کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے
اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ اُن مردوں کو نہیں سنا سکتے
جو قبروں میں پڑے ہیں۔ اور ہم جواب میں یوں کہتے ہیں

الكفار والمراد من السماع
سماع قبول والدليل على ان المراد
من السماع سماع قبول ان الكفار
ما كان في اذانهم صمم حتى لا يسمعوا
كلامه صلى الله عليه وسلم فانهم وان
كانوا يسمعون في الظاهر لكنهم كانوا
محرومين من سمع القبول ومن هذا
الباب قول المصلي سمع الله لمن حمده
فان المراد من السماع سماع قبول كما
يقال ناديت الامير بحاجتي فما سمعه
يعني ما سمعه بسمع القبول فليس في
الآيتين دليل على عدم سماع الموتى
بل فيهما دليل على سماع الموتى لان
المشبه وهم الكفار يسمعون فكيف
يشتبه بمن لا يسمعون فكما ان الكفار
يسمعون في الظاهر كذلك الموتى يسمعون
في الظاهر واما سماع القبول فالكفار
محرومون عنه للانكار القلبي والموتى
محرومون عنه لعدم قدرتهم على الجواب
فكانهم ما سمعوا وحقق الآيتين
انك لا تسمع الموتى ولا تسمع من
في القبور انك لا تسمعهم بل الله تعالى
يسمعهم على حد قوله تعالى انك لا تهدي
من احببت ولكن الله يهدي من يشاء

کہ مُردوں اور قبر والوں سے مراد یہاں کفار ہیں اور
سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے اور اس امر کا ثبوت
کہ یہاں سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے؛ یہ ہے کہ کفار
کے کانوں میں بہرا پن نہ تھا کہ حضور علیہ السلام کا کلام نہ سُن
سکتے۔ پس وہ اگرچہ بظاہر سنتے تھے لیکن تصدیقی سننے
سے محروم تھے۔ اسی محاورہ کے مطابق نمازی کا یوں
کہنا کہ سمع اللہ لمن حمدہ خدا اس کی بات ان لیتا ہے
جو اسکی تعریف کرتا ہے یہاں بھی تصدیقی سُننا مراد ہے
اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے کہ میں نے امیر کو اپنی حاجت
روائی کے لئے پکارا مگر اس نے ایک نہ سنی یعنی میری
پکار کو منظور نہیں کیا۔ پس دونوں آیتوں میں مُردوں کے
نہ سننے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ان میں سماع موتیٰ کا
ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ یہاں کفار کو مُردوں سے مساوی
مانا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سنتے تھے اور وہ نہیں سنتے
تو یہ مساوات کیسے ہوگی؟ تشبیہ تب ہی صحیح ہوگی
کہ دونوں بظاہر سننے تسلیم کئے جائیں۔ حقیقت یہ ہے
کہ جس طرح کفار بظاہر سنتے ہیں تو مُردے بھی بظاہر سنتے
ہیں مگر تصدیقی سننا دونوں میں نہیں کیونکہ کفار انکار
قلبی کی وجہ سے اس سے محروم ہیں اور مُردے اس
لئے محروم ہیں کہ وہ جواب نہیں دے سکتے گویا کہ
وہ بھی نہیں سنتے۔ اب دونوں آیت کا مفہوم یوں ہے
کہ آپ تو ان کو نہیں سنا سکتے۔ مگر خدا ان کو سنا دیگا
جیسا کہ ارشاد ہے کہ آپ تو اسے ہدایت نہیں دے
سکتے جسے آپ پسند کریں لیکن خدا جسے چاہے ہدایت

وقد نص في القرآن ان الله يسمع من
يشاء وما انت بمسمع من في القبور
ثم رجعنا الى الكلام في اصل السماع
فنقول ان السماع والنظر والكلام
والبطش والمشي وجميع الافعال
الارادية وظيفة الروح بمعاونة
الحواس والجوارح مادام في حالة الحيوة
وبدون معاونة الحواس والجوارح بعد
الممات ومصداق ذلك حالة النوم
فان النوم يعطل فيه الحواس الظاهرة
والباطنة والجوارح من اعمالها والروح
يرى ويسمع وينظر ويتكلم ويبطش
ويلتذ بالمستلذات ويتألم بالمؤلمات
فارواح الاحياء مع حبسها في البدن
تفعل جميع ما ذكر في النوم فارواح
الاموات المطلقات من حبس البدن
كيف لا تقدر على ما تقدر
عليه في حالة حبس البدن
فلذا قيل النوم اخو الموت ثم
ارواح الكفار المحبوسين
في الدركات هم محرومون عن
الادراكات مشغولون بنتائج
سوء اعمالهم وكذا الفساق
ان لم يرحمهم ربهم

وہ سنا دیتا ہے اور قرآن مجید میں اس کی تصریح بھی
موجود ہے کہ خدا جس کو چاہے سنا دیتا ہے اور آپ اہل
قبور کو نہیں سنا سکتے۔ اب ہم اصل مسئلہ سماع موتیٰ
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سننا، دیکھنا،
بولنا، حملہ کرنا، چلنا اور تمام خود اختیاری افعال روح
انسانی کا فرض ہیں کہ جب تک انسان زندہ رہتا ہے
اس کی روح حواس اور بیرونی اعضا کی امداد سے
فرائض بہم پہنچاتی ہے اور موت کے بعد اس کا فرض ہے
کہ بغیر امداد حواس اور بیرونی اعضا کے سب کام کرے
اس کی مثال نیند ہے کیونکہ نیند کی حالت میں تمام حواس
معطل ہو جاتے ہیں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور
بیرونی اعضا بھی کام سے رہ جاتے ہیں مگر روح
حسب دستور چلتی ہے اور سنتی ہے، دیکھتی ہے، بولتی ہے
حملہ کرتی ہے، لذیذ چیزوں سے لذت بھی اٹھاتی ہے
اور موذی اشیاء سے تکلیف بھی پاتی ہے پس ثابت
ہوا کہ زندہ کی روح بحالت نوم اگرچہ جسم میں مقید ہے
سب کچھ کر لیتی ہے تو مردہ کی روح جو جسمانی قید
سے آزاد ہو چکی ہے کیسے ان افعال پر قادر نہ ہوگی
جن پر کہ بقید جسمانی قادر تھی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے
کہ نیند موت کے برابر ہے اور ارواح کفار کے جو
دوزخ کے طبقات میں قید ہیں وہ ان امور کے دریافت
کرنے سے محروم رہتے ہیں اور اپنی بد عملی کے نتائج
میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح گنہگاروں کی روحیں
بھی جب تک کہ خدا ان پر رحم نہیں کرتا۔ اپنے عذاب

ومن ثلث المسائل مسئلة التوسل
عند الله تعالى بارواح الصلحاء
من عباده احياء وامواتا وهذه
المسئلة لها فروع الفرع الاول
بان ينادي ربه ويتوسل
بروح الصالح من عباده المقرب
لبابه نحو قولنا اللهم اني اتوسل
اليك بروح سيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم او بروح الشيخ
العلاني وهذا النوع جائز لا خلاف
عليه عند كافة الامة المرحومة
الا من اعمى الله قلبه وختم على
سمعه وبصره وقد هدانا الله
تعالى الى هذا بقوله يا ايها الذين
آمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه
الوسيلة فلفظ اتقوا الله قبل
الامر بابتغاء الوسيلة تشير الى
الحث واللزوم بابتغاء الوسيلة الى
حضرة حق سبحانه وتعالى وتعليم الادب
لعباده بتقديم الوسيلة لان طلب
المسئول من اكابر الوقت
غالبا لا يكون بدون تقديم
الوسيلة من اهل بيته وشفاعة
مقرب عنده كذلك طلب

میں مصروف و مبتلا رہتے ہیں۔ منجملہ تیسرے مسائل
میں سے ایک توسل کا مسئلہ بھی ہے کہ آیا اللہ کے
نیک بندوں کی روحوں کا خواہ وہ زندہ ہوں یا
مردہ خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے؟ اور اس
مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ انسان خدا کو پکارے
اور بارگاہ الٰہی کے صالح بندوں میں سے کسی ایک
کو اپنا وسیلہ بنائے مثلاً یوں کہے کہ یا اللہ میں تیری
بارگاہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
روح مبارک کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یا یوں کہے کہ فلاں
شیخ کی روح کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یہ صورت بلا شبہ جائز
ہے تمام امت محمدیہ کے نزدیک۔ ہاں اس کا وہ مخالف
ہے جس کے دل کو خدا نے اندھا کیا ہوا ہے اور اس کے
کان اور آنکھ پر مہر کر دی ہے اور ہمیں خدائے تعالیٰ
نے اس آیت سے ہدایت کا ارشاد دیا ہے کہ اے لوگو
جو ایمان لائے ہو خدا کے عذاب سے ڈرو اور اس کی
طرف وسیلۂ نجات طلب کرو۔ اس آیت میں وسیلہ
طلب کرنے سے پہلے یہ لفظ ہے کہ اللہ کے عذاب سے
ڈرو۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا کی مقدس بارگاہ
میں وسیلہ طلب کرنے پر شوق دلایا گیا ہے اور اسے
واجب قرار دیا گیا ہے۔ اور عباد اللہ کے وسیلہ پیش کرنے
سے ادب کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ دنیاوی اکابر
سے عموماً اپنی حاجت طلب کرنا یوں ہی ہوتا ہے کہ پہلے
یا تحفہ کو وسیلہ بنایا جائے یا کسی مقرب کی سفارش
پیش کی جائے جس کی عزت اس جناب کے ہاں ہو

المسئول من الملك العلام لا يصلح
الا بتقديم الوسيلة و وثوق النفس اليه
واحسن الهدايا الى الغني المنعم
التوسل بارواح الصالحين
من عباده قالوا التوسل المأمور
في القرآن انما يكون بالاعمال
لا بالابدان مستدلين بحديث
الثلاثة الذين حبسوا في الغار
قلنا كما يجوز التوسل بالاعمال
كذالك يجوز بالابدان كما
توسل سيدنا الفاروق
رضي الله عنه عام قحط المطر
بسيدنا العباس رضي الله عنه
ولان التوسل بالاشخاص
حقيقة هو التوسل باعمال
ذلك الشخص لا بجسمه
الظاهر فصار التوسل
بالاشخاص توسلا بالاعمال
الفرع الثاني من التوسل
بان ينادي الى روح احد
من عباد الله الصالحين بان
يقول يا سيدي رسول الله
اغثني او يا سيدي الشيخ
الفلاني امددني ففيه تفصيل

علی ہذا القیاس عالم الغیب خدا بادشاہ کے دربار میں
بھی اپنی حاجت طلب کرنا ہو تو اسے وسیلہ پیش کرنے کے
اس کو کوئی پختہ ذریعہ تلاش کرنے کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ اور
اس سخی لاپرواہ خدا کے دربار میں بہترین تحفہ یہی ہے
کہ ارواح عباد اللہ صالحین کو وسیلہ بنایا جائے مگر
مخالف کہتے ہیں کہ جس وسیلہ پیش کرنے کا حکم قرآن
مجید میں ہے اس سے مراد صرف اعمال صالحہ ہی ہیں
کسی کی شخصیت وسیلہ نہیں ہو سکتی اور ثبوت میں وہ
حدیث پیش کرتے ہیں کہ تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے
حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے
اعمال حسنہ کو پیش کر کے دعا مانگی تھی اور وہ دعا منظور
بھی ہو گئی تھی۔ ہم جواب کہتے ہیں کہ توسل جس طرح اعمال
سے جائز ہے۔ اسی طرح خدا کے نیک بندوں سے بھی
صحیح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں
قحط پڑ گیا تھا تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ
سے توسل کیا تھا۔ درحقیقت کسی نیک بندے کا توسل
پیش کرنا اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے نیک
عمل پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہری جسم پیش نہیں
کیا جاتا تو اس لحاظ سے شخصی توسل بھی توسل بالاعمال
بن جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خدا کے
نیک بندوں میں سے کسی ایک کی روح کو پکارے اور
یوں کہے کہ اے میرے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
میری فریاد رسی فرمایئے یا یوں کہے کہ اے میرے آقا
فلاں شیخ میری مدد کیجئے۔ تو اس کی تشریح یوں ہے

ان كان مراد القائل التجوز اعني النداء
للعبد الصالح بطريق المجاز و يعلم
ان المعطي والمانع هو الله تعالى و
والعبد الصالح وسيلة الى حضرة قدسه
ويعد نفسه احقر من ان يناجي
ربه فذالك جائز لان الاعمال بالنيات
ولكل امرئ ما نوى فالله تعالى هو
المعطي والنبي صلى الله عليه وسلم
هو القاسم وقد جرت العادة للفقراء
والمحتاجين باظهار فقرهم للقاسم
لا المعطي و يتفرع على هذا البحث
مسئلة جواز نداء الغائب وعدم جوازه
قالوا لا يجوز النداء للغائب ومن
اعتقده فقد اشرك بالله تعالى قلنا
ما مرادهم بالغائب الغائب عن النظر
ام الغائب عن القلب فان كان مرادهم
الغائب عن النظر فالله تعالى
غائب عن النظر قال الله تعالى
لا تدركه الابصار وهو
يدرك الابصار فلا يجوز لاحد
ان يقول يا الله وان كان مرادهم
الغائب عن القلب فالله تعالى حاضر
في قلب كل مؤمن بدون ليس بغائب و
رسول الله صلى الله عليه وسلم ايضا حاضر في قلب

کہ اگر اس کی مراد مجاز ہے یعنی جب وہ نیک بندے کو
پکارتا ہے تو مجازی طریق پر پکارتا ہے۔ ورنہ وہ بھی جانتا
ہے کہ خدا ہی دیتا ہے وہ روکتا ہے مگر عبد صالح درمیان
میں وسیلہ ہے کیونکہ وہ خدا کی بارگاہ میں مقرب ہے اور
میں اس امر کے لائق نہیں کہ خدا سے کوئی مانگ کی بات بھی کروں
تو یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ اعمال کی بنیاد نیت پر ہوتی
ہے اور انسان کو نیت کا پھل ملتا ہے خدا دینے والا ہے
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا عطیہ تقسیم کرنے والے
ہیں اور یہ دستور چلا آیا ہے کہ فقیر اور محتاج تقسیم کرنے والے
کے پاس اپنی ضرورت پیش کیا کرتے ہیں اور اصل سخی کے حضور
میں پیش نہیں کرتے۔ اس بحث سے ایک اور مسئلہ بھی حل
ہو جاتا ہے کہ غائب کو پکارنا صحیح ہے یا ناجائز۔ مخالف
کہتے ہیں کہ ناجائز ہے کہ غائب کو پکارا جائے اور جو شخص
ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے۔ مگر ہم پوچھتے
ہیں کہ غائب کے لفظ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ
آدمی جو نظر سے غائب ہو یا دل سے غائب ہو؟
اگر تم نظر سے غائب مراد لیتے ہو تو خدا بھی نظر سے
غائب ہے کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ خدا کو نظر
دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بندوں کی نظر کو دریافت
کر لیتا ہے۔ تو کسی مخالف کو بھی یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ
وہ کہے "اے اللہ" اگر مخالف کی مراد اس لفظ سے وہ غائب
ہے جو دل سے پوشیدہ ہو تو خدا تعالیٰ تو ہر ایک کے
قلب میں حاضر ہوتا ہے اور کبھی غائب نہیں ہوتا اور رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ایک مومن کے قلب میں

كل مؤمن به وليس بغائب فهو
يناديه الى من فى قلبه وحاضر
القلب اعلى واحلى من حاضر النظر
فما بقى للغائب محل يمنعون
النداء اليه واما قولهم
فالله تعالى يسمع والنبى صلى الله
عليه وسلم لا يسمع ففيه بحث
ليس هذا محل نشره وقد
سبق فى مسئلة سماع الموتى
نبذا منه ولئن سلم ان النبى
صلى الله عليه وسلم لا يسمع
فنقول فالله تعالى يسمع قول القائل
يا رسول الله اغثنى او ما سمع لا
سبيل الى الثانى فاذا سمع من عبده
النداء لحبيبه وصفيه واستغاثته
برسوله الذى هو بالمؤمنين رؤف
رحيم اليس مقتضى كرمه انجاح مطلوبه
فان قلت نعم فهو المطلوب وان قلت
لا فعليك بالبرهان وايضا فى الحديث
الذى اخرجه البخارى فى صحيحه عن ابى هريرة
انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الله تعالى قال من عادى لى وليا
فقد آذنته بالحرب وما
تقرب الى عبدى بشئ

حاضر ہوتے ہیں اور غائب نہیں ہوتے پس مومن کو
اسی کو پکارتا ہے جو اس کے دل میں حاضر ہوتا ہے اور
دل کا حاضر نظر کے حاضر سے بالاتر اور مرغوب تر ہوتا ہے
تو کوئی ایسا غائب نہ رہا جس کو پکارنا وہ ناجائز سمجھتے
ہیں اور مخالفین کا یہ کہنا کہ خدا تو سنتا ہے مگر رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی پکار نہیں سنتے، قابل
غور ہے۔ یہ مقام اس پر بحث کرنے کا نہیں ہے مسئلہ
سماع موتی میں اس کی کچھ تفصیل گذر بھی چکی ہے اگر
بالفرض تسلیم بھی کیا جاوے کہ حضور علیہ السلام کسی کی
پکار نہیں سنتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کہ یا رسول اللہ
اغثنی کا فقرہ خدا سنتا ہے یا نہیں؟ یہ تو ناممکن ہے
کہ خدا نہ سنے۔ تو جب وہ سنتا ہے کہ اس کا ایک بندہ
اس کے حبیب اور برگزیدہ نبی علیہ السلام کو پکار رہا ہے
اور اس کے اس رسول علیہ السلام سے فریاد کر رہا
ہے جو مومنین پر کمال طور پر رحمدل ہے تو کیا خدا کا
فضل یہ روا رکھیگا کہ اس کی مراد پوری کرے۔ پس
اگر تم اسے مانتے ہو تو ہمارا مطلب بھی یہی ہے۔ اگر
انکار کرتے ہو تو کوئی صحیح دلیل پیش کرو۔ دیکھو
ایک حدیث میں آیا ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب
میں درج کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ
حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ
جو شخص میرے مقرب دوست سے عداوت کرے
میں اسے لڑائی کا اعلان کروں گا۔ اور میری بارگاہ
میں انسان کے لئے تقرب کا وسیلہ اس سے بڑھ کر

احب الى مما افترضته عليه ولا يزال
العبد يتقرب الى بالنوافل حتى
احببته فاذا احببته كنت سمعه الذى
يسمع به وبصره الذى يبصر به الحديث
واى اقرب اليه تعالى من حبيبه
صلى الله عليه وسلم ثم اذا سمع بسمعه
تعالى وبصر ببصره تعالى فكيف
لا يسمع من يناديه من قريب او
بعيد فان ذلك القرب والبعد انما
هو باعتبارنا لا باعتباره صلى الله
عليه وسلم وهذا مشاهد لمن كحلت
عينا بصيرته بالنور الالهى انتهى
ومن تلك المسائل مسئلة زيارة
قبور الانبياء والاولياء قالوا
السفر لزيارة القبور ولو كان
قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم
بدعة او شرك باختلاف اقوالهم
وما ادرى كيف يجترؤن على شرك
جميع الامة من لدن زمنه صلى
الله عليه وسلم الى هذا الوقت و
قد قال النبى صلى الله عليه وسلم
لا يجتمع امتى على الضلالة
ويد الله على الجماعة ومعلوم ان
من قال لاخيه المؤمن يا كافر

نہیں کہ جو میرے فرائض ہیں ان کو وہ ادا کرے۔
اسی طرح میرا بندہ نوافل سے میرا مقرب بنتا چلا جاتا
ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں
تو پھر میں خود اس کی قوت سماعت بن جاتا ہوں تو
وہ میرے ذریعے سنتا ہے اور اس کی بصارت
بن جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے الخ۔ بتاؤ خدا
کا بڑا مقرب اس کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہے تو ثابت ہوا کہ حضور
علیہ السلام خدا کی سماعت سے سنتے ہیں اور اسی کی
بصارت سے دیکھتے ہیں تو پکارنے والا خواہ قریب ہو
یا بعید، آپ اس کی پکار کیوں نہ سنیں گے؟ کیونکہ قرب
و بعد کا فرق تو ہمارے متعلق ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام
کے متعلق نہیں ہوتا۔ اس کا مشاہدہ وہ شخص کر سکتا ہے
جس کی دونوں آنکھوں میں نور الہی کا سرمہ لگا ہوا ہو۔
متنازعہ فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ قبور انبیاء و اولیاء
کی زیارت کا بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ زیارت
قبور کے لئے سفر کرنا بدعت ہے۔ اگرچہ وہ قبر رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو۔ بعض کہتے ہیں وہ شرک
ہے۔ بہرحال ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے مجھے معلوم
نہیں ہوتا کہ وہ کیسے تمام امت محمدیہ کو مشرک بنانے کی
جرأت کر لیتے ہیں جو عہد رسالت سے یکساں چلی
آتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی اور اس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے
اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص کسی مومن کو یہ لفظ کہتا ہے کہ کافر

فقد بادر باحدهما فالی الله المشتکی
فقطع النظر عن الاحادیث فی باب
زیارة القبور واقوال العلماء نقول
اما قال الله تعالی ولو انهم اذ ظلموا
انفسهم جاؤک فاستغفروا الله و
استغفر لهم الرسول لوجدوا الله
توابا رحیما فهل قید سبحانه تعالی
مجیئهم فی حال الحیوة کما قالوا وهل
قید مجیئهم من قریب او بعید کما زعموا
بل هو عام الدلالة فی حیاته و بعد مماته
من قریب او بعید اجمع الامة قدیما
وحدیثا بجواز زیارة القبور و
ترغیب زیارة قبور الصلحاء فنفع
زیارة القبور نفع للمیت بالدعاء له
بالمغفرة واهداء ثواب القراءة لروحه
ونفع للزائر بالتیقظ والتهیؤ للموت
وشفاعة ارواح الصلحاء فی حق
زائریهم ولا عبرة بفعل بعض الجهلاء
من السجود لقبور الاولیاء او
الطواف بالقبور فان کلا منهما
حرام واللازم علی اهل
البصیرة ان یعلموهم
اداب الزیارة ولا یمنعوهم
من اصل الزیارة الا تری

تو ان دونوں میں سے ایک مزعومہ کو لیکر دوڑتا ہے والی اللہ المشتکی
اس سے قطع نظر کرکے کہ زیارت قبور کے متعلق کیسی کیسی
احادیث وارد ہیں اور اہل علم کے تحقیقی قول بھی موجود ہیں
ہم کہتے ہیں کہ کیا خدا نے یوں نہیں کہا کہ اے نبی جن لوگوں
نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اگر وہ آپکے پاس آجاتے اور
اللہ سے معافی مانگتے اور آپ خدا کے رسول بھی ان کے لئے
مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور خدا کو مہربان اور توبہ قبول
کرنے والا پاتے ۔ اب تم بتاؤ کیا اس آیت میں خدا نے
رسول کی زندگی کی شرط لگائی ہے ؟ جیسا کہ تم اس کی
تاویل کرتے ہو ۔ یا یہ شرط لگائی ہے کہ آنے والا دور ہو یا
نزدیک جیسا کہ تمہارا خیال ہے ۔ نہیں نہیں ۔ یہ آیت
عام مفہوم رکھتی ہے ۔ خواہ زندگی میں کوئی آئے یا آپکی
وفات کے بعد ۔ پھر وہ خواہ قریب ہو یا بعید قدیم اور
موجودہ امت کا اتفاق ہے کہ زیارت قبور جائز ہے اور
قبور صلحاء کی ترغیب دینا بھی جائز ہے ۔ کیونکہ زیارت
قبور میں میت کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس
کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور قراءۃ قرآن کا ثواب
دیا جاتا ہے اس کی روح کو ۔ اور زائر کو بھی فائدہ پہنچتا
ہے کہ وہ ہوشیار ہو جاتا ہے اور موت کی تیاری کرتا ہے
اور خدا کے نیک بندوں کی روحیں بارگاہ الہی میں اسکی
شفاعت کرتی ہیں ۔ مگر جو کچھ جاہل وہاں جاکر کرتے ہیں
مثلاً قبر کو سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا ۔ تو وہ بیشک حرام
ہوتا ہے اور اہل علم کا فرض ہے کہ ان کو آداب زیارت
کی تعلیم دیں اور اصل زیارت سے ممانعت نہ کریں کیا

لو ان ضریرا فاقد البصر دخل مسجدا
وصلی الی غیر القبلة فاللازم علی
اهل البصیرة ان یعلموه و یحولوا
وجهه نحو القبلة او یمنعونه عن الصلوة
اصلا واما استدلالهم بحدیث لا
تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد
فانه مخصوص بالمساجد کما ورد فی
بعض روایات الحدیث لفظ المسجد
بقوله علیه الصلوة والسلام لا
تشد الرحال الی مسجد الا الی
ثلاثة مساجد فان شد الرحال
الی التجارات والغزوات ونحوها
مامور بالشرع الشریف ولا ینکره
الا الجاهل الغبی قال الله تعالی و
اتخذوا من مقام ابراهیم مصلی و
مقام ابراهیم من آثار الصالحین
فاذا کانت الاثار مامورا بالصلوة
فیها فما ظنک بمراقدهم الشریفة
اذا لم تکن القبور محاذیة القبلة.
ومن تلک المسائل مسئلة الشفاعة
قالوا ان الشفاعة غیر ممکنة فانها لا تکون
الا بان یکون الشفیع وجیها عند الله
تعالی او یکون محبوبا لله تعالی وهذان
محالان فی حق الله تعالی واثبات الشفاعة

تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا مسجد میں آکر نماز پڑھتا ہے
اور قبلہ رخ نہیں ہوتا ۔ تو دیکھنے والے کا کیا فرض
ہے کہ اسے بتائے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف کرے
یا یہ فرض ہوگا کہ وہاں اسے نماز سے روک دیں ۔ مگر
ان کی یہ دلیل کہ حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کے بغیر
کسی اور مقام کی طرف سواری پر سفر نہ کیا جائے تو اس
کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مساجد سے مخصوص ہے ۔
جیسا کہ اس حدیث کی بعض روایات میں مسجد کا مضاف
لفظ موجود ہے ۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی مسجد
کی طرف شد رحال یعنی سفر نہ کیا جائے سوائے تین مساجد
کے اور تجارت اور جہاد وغیرہ کی طرف سفر کرنا خود شرع
شریف میں فرمایا گیا ہے جس کا انکار بجز محروم ہونے
کے سوا کوئی نہیں کرسکتا ۔ دیکھو خدا کا حکم ہے کہ مقام
ابراہیم علیہ السلام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ اور مقام ابراہیم
صالحین کے آثار میں سے ہے ۔ تو جب ایسے آثار صالحین
میں نماز ادا کرنے کا حکم ہے تو ان کے مزارات سے متعلق
تمہارا ممانعت کے لئے کیا خیال ہو سکتا ہے ۔ بشرطیکہ
ان کے مزارات شریف نمازی کے قبلہ کی طرف نہ ہوں
متنازعہ فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ شفاعت کا
بھی ہے ۔ مخالفین کہتے ہیں کہ شفاعت ناممکن ہے
کیونکہ شفاعت اسی صورت میں ہو سکتی کہ شافع وجیہ
ہو ۔ یا خدا کا محبوب ہو اور یہ دونوں امر خدا کے بارے
محال ہیں ۔ تیسری صورت شفاعت بالاذن کی
اور یہ گو نفی شفاعت کے برابر ہے ۔ کیونکہ یہ تو

بالاذن فهي كلا شفاعة لا تكون لاهل
الكبائر ولا للمصرين على الصغائر
وبعض الصغائر ان قارنها التوبة
والندامة فيرحمه ربه ولا يستطيع
العفو بلا سبب فياذن لمن يشاء
بشفاعته ويغفر برحمته انتهى ملخصاً
اقول اولاً لا نسلم ان شفاعة الوجيه
او المحبوب محال لان على الله تعالى الخوف
من التشفيع والالحاح من عدم رضاء
محبوبه بل بمحض فضله وكرمه على
رسوله خواص عباده وثانياً
ثبوت وجاهة النبي صلى الله عليه
وسلم في حضرة ربه الاعلى و
محبته له قال الله تعالى في حق
سيدنا عيسى عليه السلام وجيهاً
في الدنيا والاخرة ومن المقربين وقال
الله تعالى في حق سيدنا موسى عليه السلام
فبرءه الله مما قالوا وكان عند الله
وجيهاً فاذا كان سيدنا عيسى عليه السلام
وسيدنا موسى عليه السلام وجيهين و
من المقربين فسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم اولى واحق
بذلك قال الله تعالى وكان
فضل الله عليك عظيما وقال تعالى

کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی نہ صغیرہ گناہ
پر اصرار کرنے والوں کے لئے ہوگی اور چند صغیرہ
گناہ والوں پر خدا خود ہی رحم کردے گا جبکہ توبہ اور
ندامت ان کے ساتھ ہوگی۔ تو خدا بھی کسی سبب کے بغیر
ان کو معاف نہیں کریگا بلکہ جسے چاہے معاف کردیگا
اور جسے چاہے گا شفاعت کی اجازت دیگا دان کا
عقیدہ یہاں ختم ہوا۔ مگر میں پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ
وجیہ اور محبوب کی شفاعت محال نہیں ہے خدا کے
نزدیک بلکہ ضروری ہے نہ اس لئے کہ خدا شفیع سے
ڈریگا اور نہ اس لئے کہ خدا اپنے محبوب کو ناراض
کرنے سے دردمند ہوگا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب
اور اپنے خاص بندوں پر خاص فضل وکرم کریگا۔
(دوم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت درگاہ
الٰہی میں از روئے قرآن ثابت ہے اور آپ کی محبوبیت
بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام دنیا و
آخرت میں وجیہ ہیں اور مقربین بارگاہ الٰہی میں سے
ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے
کہ جو الزام مخالفین دیتے تھے۔ اس سے خدا نے آپ کو
بری کردیا اور آپ خدا کے دربار میں وجیہ تھے اور
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
وجیہ اور مقرب بارگاہ الٰہی ٹھیرے تو حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کے سب سے
بڑھ کر حقدار ہوں گے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ آپ پر
خدا کا فضل بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني
يحببكم الله فاذا كان التابع له
محبوباً عند الله تعالى افلا يكون
المتبوع محبوباً عنده تعالى وقال
صلى الله تعالى عليه وسلم وانا
حبيب الله فاذا ثبت وجاهته
عند الله تعالى ومحبته
مولاه له فاي مانع من قبول
شفاعته وقال صلى الله عليه
وسلم اعطيت الشفاعة وقال الله
تعالى عسى ان يبعثك ربك
مقاماً محموداً واجمع المفسرون
بان المراد بالمقام المحمود هي الشفاعة
الكبرى رجعنا الى القسم الثالث
من الشفاعة فنقول اولاً ان الاستغفار
وطلب المغفرة لاحد هي الشفاعة
وقد امر الله تعالى انبياءه
عليهم الصلوة والسلام
بطلب المغفرة لاممهم
قال سيدنا ابراهيم على
نبينا وعليه السلام ربنا
اغفرلي ولوالدي و
للمؤمنين يوم يقوم
الحساب وقال سيدنا

آپ فرمادیں کہ اے مومنین اگر تم خدا کے محبوب بننا
چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو تب خدا تعالیٰ
تم کو بھی اپنا محبوب بنالے گا۔ خیال کرو کہ جب
تابع محبوب الٰہی ہوا تو متبوع کیوں محبوب الٰہی نہ
ہوگا۔ حالانکہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ میرا خطاب محبوب الٰہی ہے۔ تو جب آپ کی
وجاہت خدا کے دربار میں ثابت ہے اور خدا کی
محبت بھی ثابت ہے تو آپ کی شفاعت کے
منظور ہونے میں کیا کسر باقی ہے اور آپ نے
یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے خاص طور پر شفاعت کرنے
کا مرتبہ عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا
ہے کہ عنقریب خدا آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا
اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مقام محمود
سے مراد شفاعت کبریٰ اور عام شفاعت کا
مرتبہ ہے۔ اب رہی شفاعت کی تیسری قسم تو
اس کے متعلق ہم یوں کہتے ہیں کہ شفاعت کا
مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کے لئے استغفار اور
طلب مغفرت کی جائے اور یہ ثابت ہے کہ خدا
تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا
ہوا ہے کہ اپنی اُمت کے لئے خدا سے مغفرت
طلب کریں۔ چنانچہ حسب الحکم خداوندی حضرت
ابراہیم علیہ السلام دست بدعا ہو کر فرماتے ہیں کہ
اے ہمارے رب مجھے بخش میرے والدین کو بخش
اور مومنین کو بخش جس دن کہ حساب کا محکمہ قائم ہوگا

موسیٰ علیہ السلام انت
ولیّنا فاغفر لنا وارحمنا
وانت خیر الغافرین
وقال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
ان تعذبہم فانہم عبادک
وان تغفر لہم فانک انت
العزیز الحکیم فطلب لہم
المغفرۃ بالطف الالفاظ و
قد امر اللہ تعالیٰ حبیبہ بقولہ
وصلّ علیہم ان صلوٰتک
سکنٌ لہم فہذا ھو
الامر والاذن بالشفاعۃ
وقال تعالیٰ ولو انہم
اذ ظلموا انفسہم جاؤک
فاستغفروا اللہ و
استغفر لہم الرسول
لوجدوا اللہ توابا
رحیما. فہل
لاستغفار الرسل
معنی الا الشفاعۃ
وقال تعالیٰ
واستغفر لذنبک و
للمؤمنین والمؤمنات
واللہ یعلم

جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ تو ہی
ہمارا سرپرست ہے ہماری مغفرت کر اور ہم پر رحم کر
اور تو تمام مغفرت کرنے والوں سے بہتر ہے اور
حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یا اللہ اگر
میری اُمت کو تو عذاب کرے تو کوئی چارہ نہیں۔
کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف
کردے تو یہ تیری شان کے شایان ہے کیونکہ تو
عزت وحکمت کا مالک ہے دیکھو آپ نے کن نرم
لفظوں میں مغفرت طلب کی ہے۔ اور خدا تعالےٰ
نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
کیا ہے کہ اپنی اُمت پر نماز جنازہ اور دعائے خیر
کرو کیونکہ آپکی دعائے خیر اُن کے لئے باعث
تسکین ہے پس یہی حکم مراد اذن بالشفاعۃ
ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی جان
پر ظلم کیا ہے پس اگر آپ کے پاس آ جاتے
اور خدا سے معافی مانگتے اور آپ بھی بحیثیت
رسول اللہ ہونے کے ان کے واسطے معافی مانگتے
تو وہ ضرور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ بڑا مہربان اور
توبہ قبول کرنے والا ہے پس انبیاء علیہم السلام
کے استغفار کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی اُمت کے
لئے شفاعت کریں۔ چنانچہ خدا نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو ارشاد کیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی
پردہ پوشی طلب کرو اور زن ومرد اہل ایمان
کے لئے مغفرت طلب کرو۔ کیونکہ خدا تو تمہارے

متقلبکم ومثواکم فلیس الامر بالاستغفار
الا الاذن بالشفاعۃ بآکد الوجوہ
لان الامر اوکد من الاذن بل مدح اللہ
تعالیٰ عوام المؤمنین بالاستغفار
للاخوان من المؤمنین بقولہ تعالیٰ و
الذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا
اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان وقال تعالیٰ ولسوف یعطیک
ربک فترضیٰ ووعد اللہ حقٌ لا یمکن
التخلف ولن یخلف اللہ وعد رسلہ
فاعتمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ
وعد ربہ فقال اعطیت الشفاعۃ
بلفظ الماضی ونقول لہم اما تقولون
فی صلاتکم ربنا اغفر لی ولوالدیّ و
للمؤمنین یوم یقوم الحساب فمن اذن
لکم فی دعاء المغفرۃ للوالدین و
للمؤمنین الیس ھذا الدعاء شفاعۃ
فان قلتم اذن لنا الشارع نقول
اذن الشارع بالشفاعۃ لکافۃ المؤمنین
ولم یأذن لحبیبہ وصفیہ صلی اللہ
علیہ وسلم ھاتوا برہانکم
ان کنتم صادقین واما
قولہم الشفاعۃ لا تکون
لاھل الکبائر ولا للمصرین

حرکات وسکنات سے خوب واقف ہے پس امر
بالاستغفار ہی اذن بالشفاعۃ ہے اور اذن بھی بڑے
زور کا ہے کیونکہ امر کرنا اذن دینے سے زیادہ زوردار ہوتا ہے
صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھو کہ خدا نے ان مسلمانوں کی تعریف
بھی کی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں
چنانچہ ارشاد ہے کہ جو اہل ایمان بعد میں آئے وہ کہتے ہیں کہ
یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے
پہلے ایمان لا چکے ہیں پھر ارشاد ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
خدا آپکو اتنا دیگا کہ آپ راضی ہو جائینگے اور خدا کا وعدہ سچا ہے
اسمیں خلاف وعدہ کی گنجائش نہیں کیونکہ وہ خود کہتا ہے
کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی وعدہ
پر بھروسہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے اور فعل ماضی
کے لفظوں میں کہ مجھے شفاعت کا عہدہ دیا جا چکا ہے ہم ان سے
پوچھتے ہیں کہ اے اہل ایمان کیا تم اپنی نماز میں یہ دعا نہیں کیا
کرتے کہ یا اللہ مجھے بخش میرے والدین کو بخش اور قیامت کے
دن مسلمانوں کو بھی بخش۔ اب بتاؤ تم کو دعائے مغفرت کیلئے
کس نے اجازت دی ہے کہ تم والدین اور مسلمانوں کیلئے دعائے
مغفرت کرتے ہو؟ یہ بھی بتاؤ کہ کیا یہی طلب مغفرت شفاعت نہیں
ہے؟ پس اگر تم یوں کہو کہ خدا نے ہمیں اجازت بخشی ہے تو ہم
پوچھیں گے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ تم کو تو شفاعت کی اجازت ہو تمام
اہل ایمان کے لئے طلب مغفرت کرو اور خدا نے اپنے حبیب محبوب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ بخشی؟ اگر تمہارے پاس کچھ
صداقت ہے تو اس دعویٰ کی کوئی دلیل پیش کرو۔ رہا انکا
یہ قول کہ اہل کبائر کیلئے شفاعت نہ ہوگی اور ان کیلئے

على الصغائر فذلك تحكم وبهتان
على الله تعالى اما قال الله تعالى
ان الله يغفر الذنوب جميعا وان الله
لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون
ذلك لمن يشاء والشفاعة العظمى
التى تكون يوم القيمة لكافة الخلق
المشار عليها بقوله تعالى عسى ان
يبعثك ربك مقاما محمودا
مختصة بنبينا رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقولهم لا يشفع احد
الا باذنه مسلم لين بقوله تعالى
من ذا الذى يشفع عنده الا باذنه
صحيح لا شك فيه وقد اذن الله
تعالى لرسوله صلى الله عليه وسلم
بل امره بالشفاعة بقوله تعالى و
صل عليهم ان صلوتك سكن لهم
وقوله تعالى واستغفر للمؤمنين
والمؤمنات كما مر فلذا قال
عليه الصلوة والسلام اعطيت
الشفاعة وتمام الحديث اعطيت
خمسا لم يعطهن احد قبلى
نصرت بالرعب وجعلت لى الارض
مسجدا وطهورا واحلت
لى الغنائم ولم تحل

جو گناہ صغیرہ پر مداومت کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہ
قول خدا پر بہتان اور زبردستی کا حکم ہے۔ کیا خدا نے یوں
نہیں کہا کہ بیشک خدا تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ
یہ گناہ نہیں بخشیگا کہ اسکا کسی کو شریک بنایا جائے اور اس
کے بغیر جسے چاہے اور جو گناہ بھی ہوں سب بخشدیگا۔ اور شفاعت
کبریٰ قیامت کے دن وہی ہوگی جو تمام مخلوق کی ہوگی اور
کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ اے نبی خدا تعالیٰ عنقریب
آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا اور یہ شفاعت کبریٰ ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی حصہ میں ہے اور آپ سے مخصوص ہے
پس مخالفین کا یہ کلام کہ اذن الہی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں
کریگا اور انکا اس آیت سے دلیل پکڑنا کہ کون وہ ہے کہ بلا
اجازت خداوندی اللہ کے پاس کسی کی شفاعت کرے۔
یہ دونوں امر صحیح ہیں اور ان میں ذرہ بھر شک نہیں مگر یاد
رہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن بشفاعت
ہوچکا ہوا ہے بلکہ اس سے بڑھکر بالشفاعت بھی امر ہوچکا ہے
چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں
کیونکہ آپکی دعائے مغفرت ان کے واسطے تسکین ہے چنانچہ پہلے
گذر چکا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ زنان و مرد اہل ایمان کے لئے
آپ دعائے مغفرت کریں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے
کہ مجھے شفاعت کبریٰ کا عطیہ دیا جاچکا ہے اور اس حدیث
کے باقی اجزا یہ ہیں کہ مجھے پانچ عطیے عطا ہوئے ہیں اور مجھ
سے پہلے کسی کو نہیں دئے گئے۔ اول میرے رعب سے میری
امداد کیگئی ہے۔ دوم یہ کہ تمام سطح زمین میرے لئے وضو اور
نماز کی جگہ مقرر کردی گئی ہے۔ سوم خاص مجھے غنیمت کا مال حلال

لاحد قبلى واعطيت الشفاعة
وبعثت للناس عامة متفق عليه۔
واما قولهم لا يستطيع تعالى شانه
العفو بلا سبب فنقول اولا هذا
القول اشنع من قول النصارى
هل يستطيع ربك ان ينزل علينا
مائدة من السماء لان النصارى
ترددوا فى الاستطاعة بهذه اللفظة
هل وهؤلاء تيقنوا فى عدم
الاستطاعة فقالوا لا يستطيع العفو
بلا سبب وثانيا ان العباد يستطيعون
العفو بلا سبب بل بمحض الكرم والله
سبحانه وتعالى لا يستطيعه هو
تعالى فعال لما يريد لا يسئل عما
يفعل فهذه نتيجة توحيدهم وادبهم
مع ربهم بل زاغوا فازاغ الله
قلوبهم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد
اذ هديتنا. انتهى ومن تلك المسائل
مسئلة اعراس المشائخ ومولد النبى صلى الله عليه
وسلم فى الاوقات المعلومة قالوا حرام
بتعيين الاوقات والمواليد بل يشبه
فعل الهنود ونقول ان منعوا نفس الامر
يعنى اطعام الطعام للمساكين وذوى
الحاجات بنية ايصال الثواب

کر دیا گیا ہے ورنہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو اسکا استعمال جائز نہ
تھا۔ چہارم مجھے عام شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ پنجم یہ کہ میں
تمام مخلوقات کیطرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ حدیث
بخاری و مسلم میں ہے۔ مخالفین کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ بلا سبب
معافی نہیں دے سکتا۔ بالکل غلط ہے اور ہم کہتے ہیں
کہ پہلے تو یہ قول اُن عیسائیوں کے کلام سے بھی بڑھکر
معیوب ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کہا تھا کیا
تیرا رب آسمان سے ہمارے لئے کھانا اتار سکتا ہے؟
کیونکہ عیسائیوں نے خدا کی قدرت میں شک کیا تھا۔ اس لئے
انہوں نے سوالیہ فقرہ پیش کیا اور ان لوگوں نے یقین
کر لیا ہے کہ خدا کو قدرت ہی نہیں کہ اپنا حق بھی بلاوجہ
معاف کرے۔ دوم یہ کہ بندہ اپنا حق بلاوجہ معاف کرسکتا
ہے بلکہ صرف کرم اور مہربانی سے معاف کرسکتا ہے اور
ان کے نزدیک خدا کو یہ طاقت نہیں۔ حالانکہ وہ جو چاہتا ہے
کرتا ہے۔ اس سے کوئی چون وچرا نہیں۔ دیکھو یہ اُن کی
توحید کا نتیجہ ہے اور اپنے رب کی تعظیم کا ثمرہ ہے نہیں
نہیں۔ بلکہ وہ گمراہ ہوگئے۔ یا اللہ تو ہمارے دل کو
راہ راست سے نہ پھیر بعد اس کے کہ تو نے ہمکو سیدھی
راہ دکھائی ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں سے عرس مشائخ
اور میلاد نبوی کا مسئلہ بھی ہے۔ جو مقررہ اوقات میں
منائے جاتے ہیں۔ مخالفین کہتے ہیں یہ حرام ہیں بوجہ تعیین
وقت کے اور مجالس میلاد فعل ہنود سے مشابہ ہیں مگر
ہم کہتے ہیں کہ اگر اصل حقیقت عرس کو ممنوع کہیں یعنی
مساکین اور حاجتمندوں کو کھانا کھلانا تاکہ ایصال ثواب

فذلك مكابرة ومخالفة للشرع
قال الله تعالى واطعموا القانع و
المعتر وقال تعالى انفقوا مما رزقناكم
من قبل ان ياتي يوم لا بيع فيه ولا
خلة ولا شفاعة وقال تعالى وما انفقتم
من نفقة او نذرتم من نذر فان الله
يعلمه وقال تعالى واقيموا الصلوة و
اتوا الزكوة واقرضوا الله قرضا حسنا
وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه
عند الله هو خيرا واعظم اجرا وقال
تعالى ويطعمون الطعام على حبه مسكينا
ويتيما واسيرا وان منعوها لتعيين
الاوقات فتعيين الوقت لا يضر في
الامور المباحة الا ترى ان الشارع
عليه الصلوة والسلام امر امته بصوم
يوم عاشوراء وامر بصوم ست من شوال
وامر بالتهجد في الليل وصلوة الاشراق
والضحى في الاوقات المعينة وامر
بالعقيقة في اليوم السابع من ولادة المولود
وغيرها ففيه للامور المباحة اوقات
معينة والمقصود من تعيين الايام
اجتماع الناس من النواحي بلا كلفة
لا غير وان منعوها لعدم ايصال الثواب
فذلك باطل عقلا ونقلا ويكفي في المقصود

ہو تو یہ کج بحثی ہوگی اور شرع کا خلاف ہوگا کیونکہ خود
حکم دیا ہے کہ سوالی اور غیر سوالی حاجتمندوں کو کھانا کھلاؤ
پھر فرمایا کہ جو مال ہم نے تمکو دیا ہے اس سے خرچ کرو اللہ
کی راہ میں پیشتر اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت
ہوگی نہ دوستانہ کام آئیگا اور نہ سفارش کسی دوست کی خاطر
کام آئیگی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے
ہو یا نذر دیتے ہو خدا اسے جانتا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ
نماز بلا ناغہ ادا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو
اور جو خیرات تم اپنے لئے پیشگی بھیجو گے اسے خدا کے یہاں
بہتر پاؤگے اور اسکا ثواب بہت پاؤگے۔ یہ بھی فرمایا کہ مومن
کھانا کھلاتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اگرچہ
ان کو خود اس کھانے کی خواہش ہو۔ اگر مخالفین تعیین وقت
کی وجہ سے عرس کو حرام کہتے ہیں تو غلط ہے کیونکہ تعیین
وقت امور مباح میں مُضر نہیں ہوتی۔ اسے تم یہ نہیں
دیکھتے کہ حضور علیہ السلام نے یوم عاشورا کے روزہ کا اپنی
امت کو حکم دیا تھا اور شوال کے چھ روزوں کا بھی حکم دیا
تھا اور رات کو نماز تہجد کا حکم دیا تھا اور صلوۃ اشراق کا اور
صلوۃ ضحیٰ کا اور ان سب کے اوقات متعین ہیں اور حکم دیا کہ پیدائش
کے بعد ساتویں روز بچہ کا عقیقہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ان
سب میں آپ نے وقت مقرر کر دیئے ہیں اور تعیین وقت
میں اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو جایا کریں
اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اگر وہ اسلئے منع
کرتے ہیں کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ بالکل غلط ہے
نہ اسے عقل مانتی ہے نہ کوئی نص تسلیم کرتی ہے اور جواز

حديث بلال معتمد فان اهداء ثواب
العمل صحيحا ومتينا جائز بل مامور
بها الا ترى ان الاجر من الغير عند عدم
القدرة ورد به الشرع كما امر الشارع
عليه الصلوة والسلام المراة السائلة
عند انصرافه من مرجعه عام حجة الوداع
واما المواليد بهيئتها الكذائية فانها
وان لم تكن في زمن خير القرون لكنه
امر مستحسن معمول كافة المسلمين شرقا
وغربا الا فرقة الحدثة الغير المقلدة
وما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن
وليس في قراءة المواليد الا مدح النبي
صلى الله عليه وسلم وانشاد الشعر في مدحه
صلى الله عليه وسلم وقراءته قراءة مدحه
سنة الاصحاب بل سنة النبي صلى الله عليه
وسلم لما روي ان النبي صلى الله عليه وسلم
كان يسمع الاشعار المدحية من حسان
بن ثابت وكعب بن زهير وسواد بن قارب
وغيرهم فمن يقول ان قراءة المولود
ممنوع او محرم وفعل يشبه الهنود فهو
بنفسه مذموم ومطرود وما ادري لاي
سبب يمنعون قراءة المولد ولا يمنعون
الامور المستحدثة غير المولد كبناء الرباطات و
تزيين المساجد بالنقوش وكتابة المصاحف بحرف مزخرفة

اس مقصد (ایصال ثواب) کیلئے ام سعد کے کنوئیں کی
حدیث کافی ہے۔ کیونکہ غیر کے عمل کا ثواب پہنچانا بحالت
حیات و موت دونوں صورتوں میں جائز ہوتا ہے بلکہ اسکا
حکم ہو چکا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ قدرت نہ ہو تو غیر سے
حج کرانے میں شرعی حکم وارد ہے چنانچہ حضور علیہ السلام
حجۃ الوداع میں مقام عرفات سے واپس تشریف لا رہے تھے
تو ایک عورت نے یہی سوال کیا تھا اور مجالس میلاد جو
موجودہ شکل میں خیر القرون کے وقت موجود نہ تھیں بلاشبہ
میں شک نہیں کہ یہ فعل مستحسن ہے اور تمام اہل اسلام کا شرق
و مغرب میں معمول ہے سوائے فرقہ نجدیہ غیر مقلدین کے
اور یہ اصول ہے کہ جس امر مباح کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ
خدا کے نزدیک بھی مستحسن قرار پاتا ہے اور مجلس میلاد میں یہی
ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ذکر کیجاتی ہے
یا آپکی مدح میں شعر پڑھے جاتے ہیں اور مدحیہ اشعار کا
پڑھنا سنت صحابہ بلکہ سنت نبوی ہے کیونکہ روایات
سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان
بن ثابت سے اپنے اشعار مدحیہ سنا کرتے تھے اور کعب بن
زہیر سواد بن قارب وغیرہ سے بھی آپ نے اشعار مدحیہ سنے تھے
اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذکر میلاد اور مدحیہ اشعار کا پڑھنا
ممنوع یا برا ہے اور فعل ہنود ہے وہ شخص خود برا ہے اور
راندہ درگاہ نبوی ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ کس سبب
سے ذکر میلاد کو منع کرتے ہیں اور مجالس میلاد کے علاوہ دیگر
نوپیدا امور کو کیوں منع نہیں کرتے مثلاً سرائے و خانقاہ کا بنانا
یا مساجد کا سجانا بیل بوٹے سے یا قرآن مجید کو سنہری حروف

بالذهب وتعليم العلوم العقلية والعلوم
العربية كالصرف والنحو والحكمة والرياضيات
ولبس ثياب مروجة الوقت واكل الاطعمة
الملونة فكل ذلك مباح لا اعتراض عليه
لكن قراءة المولد الذي فيه ذكر ولادة النبي
صلى الله عليه وسلم وذكر معجزاته وخوارق
عاداته عندهم لده حرام او بدعة ولا يظهر
لمنعه سبب الا حبهم له صلى الله عليه وسلم
ومن تلك المسائل مسئلة تصوره صلى
الله عليه وسلم في الصلوة قال امامهم
تصوره عليه الصلاة والسلام في الصلوة
اسوء من تصور بهائم الحمير وجعلوا
اخس انواع البهائم وانا لا اقدر ذكر
ما سموه من البهائم في مقابلة اسمه
الشريف تادبا وهذه العقيدة من اشنع
عقائدهم اعاذنا الله تعالى منها ومع ذلك
يسمونه بفخر العالم فاذا كان هذا حال
فخر العالم فماذا يكون حال من كان دونه
في القرب من الانبياء والصالحين وكيف
يتصورون سيدنا الخليل عليه السلام
حين يقرؤن قوله تعالى في الصلوة واتخذ
الله ابراهيم خليلا وكيف يتصورون
سيدنا موسى عليه السلام حين يقرؤن وكلم
الله موسى تكليما وكيف يتصورون سيدنا عيسى

سے لکھنا یا علوم عقلیہ و عربیہ کی تعلیم دینا یا عربی علوم کی تعلیم
مثلاً صرف، نحو، فلسفہ، ریاضی وغیرہ یا زمانہ حال کے مروجہ
لباس کا استعمال یا مختلف قسم کے کھانے تناول کرنا جب
اصل میں یہ سب مباح ہیں وہ ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے
مگر ذکر میلاد جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ
ہوتا ہے یا معجزات و خرق عادات بیان ہوتے ہیں جو
آپکی ولادت کے وقت رونما ہوئے تھے تو اسے حرام یا بدعت
بتاتے ہیں۔ شاید ممانعت کی وجہ صرف یہی معلوم ہوگی کہ ہم حضور
علیہ السلام سے انتہا محبت کرتے ہیں اور بس۔ خوب انکے
مسائل میں سے حضور علیہ السلام کے تصور کا بھی مسئلہ ہے جو نماز
میں بلا اختیار آجاتا ہے۔ مخالفین کے امام کا قول ہے کہ نماز
میں حضور علیہ السلام کا خیال آجانا نمازی کے اپنے جانوروں کے
خیال سے بھی بدتر ہے اور اس مقام پر اس نے ایک بدترین
جانور کا ذکر کیا ہے مگر میں جرات نہیں کر سکتا کہ اس محبوب خدا
کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے مقابلہ پر
ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کروں۔ اور انکا یہ عقیدہ بدترین
عقائد میں سے ہے ایسے عقائد سے خدا بچائے۔ تعجب ہے کہ
پھر یہ لوگ حضور علیہ السلام کو فخر عالم بھی کہتے ہیں۔ مگر تم سوچو کہ جب
فخر عالم کا انکے نزدیک یہ حال ہے تو دوسرے انبیاء و صالحین
کا کیا حال ہوگا۔ جو آپ سے بالکل ادنیٰ ہیں کم درجہ قرب میں
وہ بتائیں کہ جب وہ نماز میں واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا
پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تصور کو کیسا سمجھتے ہیں
یا جب وکلم اللہ موسیٰ تکلیما پڑھتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے تصور کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عليه السلام حين يقرؤن في الصلوة و
كان وجيها في الدنيا والآخرة ومن
المقربين وجميع القرآن مفصح بمدحه
صلى الله عليه وسلم وقربه ومحبته قال
الله تعالى اطيعوا الله واطيعوا الرسول
ومن يطع الرسول فقد اطاع الله و
قوله تعالى قل ان كنتم تحبون الله
فاتبعوني وقال تعالى يا ايها النبي
انا ارسلناك شاهدا ومبشرا و
نذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا
منيرا وقال تعالى لا تجعلوا دعاء
الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا وقال
تعالى وتعزروه وتوقروه وهذا
توقيره عليه السلام عند القوم حتى
جعلوا تصوره اسوء من تصور البهائم
ومع ذلك سموا انفسهم اهل الحديث
فانا لله وانا اليه راجعون
ولما مات ولده صلى الله
عليه وسلم قال المشركون
صار ابتر فاجاب الله سبحانه
عن حبيبه ان شانئك هو
الابتر وكما قال ابو لهب
للنبي صلى الله عليه وسلم
تبا لك الهذا دعوتنا

کے متعلق یہ آیت پڑھتے ہیں کہ کان وجیها فی الدنیا و
الآخرة ومن المقربین تو انکے تصور کو کس قدر قبیح
میں جانتے ہیں۔ نیز ایک تعجب یہ بھی ہے کہ سارا قرآن تو
حضور علیہ السلام کی تعریف سے پر ہے اور آپکی تعریف بیان کر رہا
ہے یا آپکا قرب الٰہی اور محبت الٰہی ظاہر کرتا ہے چنانچہ ارشاد
ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو
جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کی اطاعت کرتا ہے
آپ کہدیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع
کرو اور یہ بھی فرمایا کہ اے نبی ہم نے آپکو امت کا نگران حال
مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانیوالا اور روشن
چراغ بنا کر مبعوث کیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ تم رسول علیہ السلام کو
بلاؤ تو اپنے باہمی ایک دوسرے کے بلاوے کی مانند نہ بلاؤ۔
یہ بھی فرمایا کہ تم رسول کی عزت و توقیر کرو۔ تو اب وہابی بیچارہ
کیا کرے اور کیسے آپکے تصور کو روک سکتا ہے۔ جبکہ حضور کی
کہ خدا تو تعریف کرے اور قوم آپکی یہ عزت کرتی ہے کہ نماز میں
آپکے تصور کو بھی ممنوع قرار دیتی ہے اور جانوروں کے
تصور سے بھی بدتر جانتی ہے۔ پھر اس قوم نے اپنا نام
کیا رکھا ہے؟ اہل حدیث! انا للہ وانا الیہ راجعون۔
جب حضور علیہ السلام کے خلف الرشید حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وصال ہوا تھا تو مشرک کہتے تھے کہ آپ ابتر ہو گئے ہیں
تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ ابتر نہیں بلکہ آپکے
دشمن ابتر ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے کوہ صفا پر تبلیغ
اسلام کے لئے قریش کو بلایا تھا۔ تو ابو لہب نے غیظ و غضب
پر کہا تھا کیا اسی کام کے لئے آپ نے ہمیں دعوت

غضب الله عليه واجاب عن جهته
بقوله تبت يدا ابى لهب وتب
والمرجو من المنصفين ان يقولوا
الوهابية ان تصوره صلى الله عليه
وسلم فى الصلوة اسوء من تصور
البهيمة الفلانية بقول ابى لهب
تبا لك ويجرأ اشنع وافضح جعل
ابولهب جعفيا بقوله تبا لك
فكيف يكون حال من تفوه بمثل
ما قالوا لكن الوحي قد انقطع فمن
الذى يرد عليه قوله وقالوا لا يجوز
للمصلى ان يقول فى تشهده السلام
عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته
بل يقول السلام على النبى تحاميا
من لفظ الخطاب المشير الى حضور
روحه عليه الصلوة والسلام قلنا و
لئن سلم ذلك فكيف نصوره عند
قراءة السلام على النبى ورحمة الله
وبركاته انصوره بالتبجيل والتوقير
ام بالاهانة والتحقير معاذا بالله
ان صورناه بالتوقير بطلت قاعدتكم
المقررة فى اول المسئلة وان
صورناه بالتحقير معاذا
بالله هدمنا بناء الاسلام

دی تھی ۔ خدا کرے تم جلد تباہ ہو جاؤ ۔ اس پر خدا ناراض
ہوا اور اپنے حبیب کی طرف سے جواب دیا کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ
تباہ ہو گئے اور وہ خود بھی تباہ ہوگا ۔ اب انصاف پسند
حضرات سے مجھے امید ہے کہ وہ خود قول وہابیہ اور قول ابولہب
کا باہمی موازنہ کریں گے ۔ قول وہابیہ یہ ہے کہ نماز میں حضور
علیہ السلام کا تصور فلاں بدترین جانور کے تصور سے بھی
زیادہ برا ہے اور ابولہب کا قول یہ ہے کہ اے نبی تو تباہ ہو جا
اور بتائیں گے کہ کس کا قول زیادہ برا اور بدنام کرنے والا ہے
اور کس کا نہیں ؟ ابولہب کو تو یہ سزا مل چکی کہ تبت یدا ابی لہب بھی
ہو گیا ۔ مگر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے ایسے گندے
لفظ کہے ہیں ۔ افسوس وحی بند ہو چکی ہے ورنہ ابھی فیصلہ
ہو جاتا ۔ اب انکا منہ کون توڑ سکتا ہے ؟ یہ لوگ یوں بھی کہتے
ہیں کہ نمازی کو تشہد میں یوں کہنا جائز نہیں کہ اے نبی آپ
پر سلام ہو اور آپ پر خدا کی رحمت اور برکت نازل ہو بلکہ یوں
غائب سمجھ کر کہ ہمارے نبی پر سلام ہو ۔ تاکہ حاضری اور خطاب
کے لفظ سے بچ جائے ۔ کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی
روح مبارک حاضر ہو جاتی ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ جب غائب کا
لفظ اختیار کرنے سے آپکی حاضری نہ ہوگی تو بتاؤ کہ جب نمازی
السلام علی النبی کہے گا اور غائبانہ لفظ سے آپ پر سلام و
درود بھیجیگا تو آپکا تصور بھی آئیگا ؟ تعظیم و توقیر کی صورت میں یا
معاذاللہ اہانت و تحقیر کی شکل میں ۔ پس اگر وہ تصور عزت و توقیر
کے ساتھ ہوگا تو وہابیوں کا اصول ٹوٹ جائیگا کہ شروع مسئلہ
میں مقرر کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا تصور مفسد صلوۃ ہے اور
اور گدھے کے تصور سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر معاذاللہ

ارشدونا الى اهون البليتين . انتهى .
ومن تلك المسائل مسئلة لفظ السيد
قبل اسم النبى صلى الله عليه وسلم قالوا
هذا بدعة وما كان مصطلحا فى زمن
خير القرون اقول الاصطلاحات تتغير
بتغير الزمان وهل كانت لفظة مولينا
وشيخنا وحضرتنا وامثال ذلك مصطلحة
فى زمن خير القرون وفى هذا الزمان
يستنكف كل من اهل العلم ان يخاطب
بمجرد اسمه ويحسبه هتكا لحرمته فالنبى
صلى الله عليه وسلم احق بالحرمة والتعظيم
من سائر الناس اما قال الله تعالى فى
حق سيدنا يحيى عليه السلام وسيدا و
حصورا ونبيا من الصالحين وقال
النبى صلى الله عليه وسلم انا سيد ولد
آدم فلفظ السيد مرادف فى المعنى للفظ
المولى بل المولى اعلى منه لانه
يطلق على الله تعالى قال الله تعالى
ذلك بان الله مولى الذين امنوا
وقوله تعالى نعم المولى ونعم
النصير . ومن تلك المسائل مسئلة
اشتراك غير الله تعالى معه فى الفعل
كما يقال للمعطى هذا من فضل الله
وفضلكم او اعطانى الله ورسوله

تحقیر کے ساتھ اسے تصور کریں تو اسلام کی بنیاد ہی گرادی
خداتعالی مناسب راستہ کی ہمیں ہدایت کرے (انتہی) ۔ اور
ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام سے پہلے سیدنا کا لفظ پڑھنا جائز ہے
یا نہیں ؟ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ اصطلاح بدعت ہے خیرالقرون
کے وقت نہ تھی مگر میں کہتا ہوں کہ زمانہ کی تبدیلی سے محاورے
بھی تبدیل ہو جاتے ہیں ۔ تم خود بتاؤ کہ کیا مولانا اور شیخنا
حضرتنا وغیرہ کے لفظ خیرالقرون میں مستعمل تھے ؟ حالانکہ
موجودہ وقت میں ہر ذی علم کو صرف نام سے پکارا جائے اور
کوئی تعظیمی لفظ نہ بڑھایا جائے تو آنجناب کیا چڑ جاتے ہیں اور
اسے اپنی ہتک عزت جانتے ہیں ۔ پس اس سے ثابت ہوا
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھکر عزت و توقیر کے مستحق
ہیں ۔ کیا خداتعالی نے حضرت یحیی علیہ السلام کے حق میں یوں نہیں
فرمایا کہ آپ سید پاکدامن تھے اور نبی صالح تھے اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بنی آدم کا سید ہوں
اور سید کا لفظ مولی کے معنی میں ہے بلکہ مولی کا لفظ سید
سے بھی اعلی ہے کیونکہ سید کا لفظ خدا پر استعمال نہیں ہوتا اور
مولی کا لفظ خدا پر بھی استعمال ہوا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ
اللہ تعالی ان لوگوں کا مالک و مولی ہے جو ایمان لائے ہیں
اور یہ بھی ارشاد ہے کہ خداتعالی بہترین مالک و بہترین
مددگار ہے ۔ ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا فعل
خداوندی میں غیر اللہ کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ مثلاً
کسی داتے کو یوں کہنا کہ یہ اللہ کی اور تمہاری مہربانی
ہے ۔ یا یوں کہنا کہ یہ چیز مجھے خدا اور خدا کے رسول نے دی

ففيه الحقيقة والمجاز اى مطلق
الله حقيقة واعطيتنى ظاهرا
وكانت الصحابة رضى الله عنهم
حين يلقى النبى صلى الله عليه وسلم
عليهم سؤالا يقولون الله ورسوله
اعلم فكانوا يشتركون النبى صلى الله
عليه وسلم فى الاعلمية مع الله تعالى
ولا ينكر عليهم احد وقال الله تعالى
براءة من الله ورسوله وقال تعالى
فالله ورسوله احق ان يرضوه ومن
يطع الله ورسوله وقال تعالى وما
نقموا منهم الا ان اغناهم الله ورسوله
من فضله الى غير ذلك من الآيات
لكن الاحتراز عن امثال
هذه الكلمات احسن لعدم
تميز العوام بين الحقيقة و
المجاز ومن تلك المسائل مسئلة
امكان الكذب على الله تعالى
قالوا خلف الوعيد جائز وسموه
امكان الكذب قلنا لا يجوز
نسبة الكذب الى الله
تعالى وخلف الوعيد مكرمة
ولا يسمى كذبا لان الكذب
دناءة قبيحة يستنكف منها

تو جواب یوں ہے کہ الٰہ کے معنی حقیقی اور مجازی طریق پر مستعمل
ہوتا ہے اور حقیقی بھی۔ تو فقرہ مذکور کا یہ معنی ہوا کہ اللہ نے حقیقی
طور پر فضل دیا ہے مگر مجازاً تم نے دیا ہے اور صحابہ رضی
اللہ عنہم سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سوال
پوچھتے تھے اور صحابی جواب دینا گستاخی سمجھتے تھے تو
یوں کہتے تھے کہ اس کا جواب خدا اور خدا کا رسول بہتر
جانتا ہے اور اپنے اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے علم میں شریک کر دیتے تھے اور
اس جوابی فقرہ کو کسی نے بُرا نہیں منایا۔ دیکھئے ارشاد
ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی مشرکین سے بیزاری ہے
یہ بھی فرمایا کہ انکو مناسب تھا کہ خدا اور خدا کے رسول کو
راضی کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ اور اللہ کے رسول
کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی پائیگا یہ بھی ارشاد
ہے کہ مخالفین کیا یہی بُرا مناتے ہیں کہ اللہ نے اور اللہ کے
رسول نے اہل مدینہ اور مہاجرین کو غنی کر دیا ہے اس قسم کی
آیات اور بھی بہت ہیں مگر خلاصہ جواب یہ ہے کہ
ایسے اشتراکی لفظوں سے عوام کو بچنا چاہیئے کیونکہ
وہ حقیقت و مجاز میں امتیاز نہیں کرتے۔ تو ان
مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ کیا خدا جھوٹ
بول سکتا ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ خدا وعید
میں جھوٹ بول سکتا ہے اور اس مسئلہ کا نام انہوں نے
امکان کذب رکھا ہوا ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ ذات
خداوندی کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا ہی ناجائز ہے
اور وعدہ کرکے سزا نہ دینا اسے وعدہ خلافی نہیں کہتے

العباد فكيف يجوب العباد
ومغفرة المعاصى يوم
القيمة عفو ومكرمة لا
يسمى كذبا قال الله تعالى
بل كذبوا بما لم يحيطوا
بعلمه وقال تعالى ويقولون
على الله الكذب وهم
يعلمون فالخصلة المردية
التى ذكرها الله تعالى من
عادات الكفار كيف يجوز
لمسلمان ينسبها الى الله تعالى
فالحاكم ان اوعد اهل الجرائم
بالحبس والقتل مثلا فظفر
عليهم ثم عفى عنهم بشفاعة
احد من خواصه او بلطف
منه واطلقهم هل يسمى
ذلك الحاكم كاذبا كلا بل
عفوه لهم احسان ومكرمة
فمن سمّى فضل الله تعالى
ورحمته على عباده المجرمين
كذبا فقد كذب على
الله تعالى ومن اظلم
ممن كذب على الله او
كذب بآياته انه لا يفلح المجرمون

بلکہ وہ اصل اختیاری کی تبدیلی ہے اور بعض اختیاری
تبدیلی کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا کیونکہ جھوٹ ایک صفت ہے
جس سے انسان بھی نفرت کرتے ہیں تو بھلا خدا تعالیٰ اس
سے نفرت کیوں نہ کرینگے؟ پس قیامت کے دن عذاب
کی بجائے مغفرت کا استعمال کرنا خدا کا رحم اور مہربانی
ہوگی۔ اسے کذب نہیں کہا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ کافر
قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جسے وہ خود پورے طور پر
نہیں سمجھ سکے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہ جانتے ہیں اور جان
بوجھ کر خدا پر افترا کرتے ہیں۔ ان آیات میں جھوٹ کی لعنت
کو خدا تعالیٰ نے کفار کے حق میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ انکی
عادت ہے پس مسلمان کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ اس لعنت
کو اپنے خدا سے نسبت دے تجربہ شاہد ہے کہ جرم پیشہ
گرفتاروں کو حاکم حبس دوام یا قتل کی سزا دیتے ہیں
مگر کسی خاص مقرب کی سفارش سے یا اپنی خاص مہربانی
سے یا رحم کی درخواست پر انکو معافی بھی دے دیتے ہیں
اور رہا کر دیتے ہیں تو کیا اس صورت میں ان حکام کو وعدہ
خلاف یا جھوٹا کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس معافی کا
نام ذاتی اختیار کا استعمال ہے اور احسان اور کمال
مہربانی ہے پس حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس عطیہ و سلوک
خداوندی کو جو وہ اپنے مجرم بندوں کے حق میں استعمال کریگا
کذب کا عنوان دیتا ہے۔ وہ خود خدا پر جھوٹ باندھتا
ہے۔ تم خود ہی بتاؤ کہ اس شخص سے بڑھ کر اور کون زیادہ
ظالم ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیات کی
تکذیب کرے۔ یاد رہے کہ ظالموں کی نجات نہ ہوگی

قالوا اليس الله على كل شيء قدير
قلنا بلى ولكن قدرة الله تعالى لا
تتوجه الى المحالات كشريك البارى
وغيره من المحالات فكف اللسان عن
امثال هذه الكلمات واجب على العباد
ومن تلك المسائل مسئلة الاستمداد
من ارواح الصلحاء فقالوا لا يجوز
الاستمداد الا من الله تعالى ومن
استمد من غير الله تعالى فقد اشرك
بالله تعالى قلت الكلام فى هذه المسئلة
من وجهين جواز نفس الاستمداد و
عدمه والنفع من الاستمداد وعدمه
فنفس الاستمداد يعنى طلب المعونة
شائع ذائع عندهم من الاحياء فى
مقاصدهم الدنيوية من تعمير المدارس
وتبليغ المذاهب واجراء الجرائد فان
كان نفس الاستمداد شركا فقد اشركوا
بالله تعالى فلا فرق بيننا وبينهم
فى نفس الاستمداد غير انهم
يستمدون من الاشباح الفانية و
نحن نستمد من الارواح الطيبة الباقية
واما النفع من الاستمداد فبارادة
الله تعالى ان اراد نفعنا الارواح الطيبة
ونفعهم الاشباح الفانية وان لم يرده ما نفعنا

مخالف اعتراض کیا کرتے ہیں کیا خدا ہر شے پر قادر نہیں تو
جھوٹ پر کیوں قادر ہوگا (جواب) بیشک صحیح ہے
لیکن قدرت الٰہیہ محال اور نامناسب امور کیطرف متوجہ
نہیں ہوا کرتی چنانچہ خدا اپنا شریک پیدا نہیں کرتا۔
اور اسی طرح کے اور بیہودہ جملے نہیں کرتا ہے ایسے
کلمات سے انسان کا فرض ہے کہ اپنی زبان کو روک
رکھے۔ ان مسائل میں سے استمداد کا مسئلہ بھی ہے جو
صلحاء کی روحوں سے کی جاتی ہے۔ مخالف کہتے ہیں کہ
ناجائز ہے۔ اللہ کے سوا اور جو اللہ کے سوا کسی اور سے
استمداد کرتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں
کہ اسپر دو طرح سے بحث ہے اول صرف استمداد اور
عدم استمداد پر دوم استمداد سے نفع یا عدم نفع پر پس
نفس استمداد یعنی کسی سے امداد طلب کرنا تو وہ ان لوگوں
سے عام طور پر حاصل کیجاتی ہے اور کثیر الاستعمال اور
مشہور ہے چنانچہ مخالف بھی دنیاوی امور میں (مثلاً
تعمیر مدارس، تبلیغ مذہب اور اجرائے اخبارات)
میں انکے ہاں بھی پائی جاتی ہے تو اگر صرف استمداد
ہر طرح سے شرک ہے تو مخالف خود شرک کر رہے ہیں ہمارا
نفس استمداد میں ہمارا اور انکے درمیان کوئی فرق
نہیں مگر یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فانی جسموں سے استمداد
کرتے ہیں اور ہم پاک اور غیر فانی ارواح سے استمداد
کرتے ہیں۔ اب رہا استمداد سے نفع تو اللہ تعالیٰ کا
ارادہ اگر چاہے تو ہم کو ارواح طیبہ نفع دیتی ہیں اور
ان کو فانی جسم نفع دیتے ہیں اگر وہ نہ چاہے

وما نفعهم وان قالوا نحن نستمد
من ابدان الاحياء وانتم تستمدون
من ارواح الاموات نقول انتم
كذلك تستمدون من الارواح
لان المعطى والمانع هو الروح فى
جسد كان او خارجا من الجسد
انتهى۔ ومن تلك المسائل مسئلة
تسمية بعض الناس اولادهم
منسوبين الى الانبياء والصلحاء
فهم يحكمون بالشرك على من سمى ولده
نبى بخش او رسول بخش او غلام محمد
او غلام الصديق واشباه ذلك
قالوا معطى الاولاد هو الله تعالى
لا يجوز للانسان ان يضاف ولده
الى غيره تعالى والغلام بمعنى العبد
وكلنا عباد الله لا يجوز اضافة العبد
الى غيره تعالى قلنا سلمنا ان المعطى
والمانع هو الله تعالى حقيقة لكن
اضافة العطاء الى غيره تعالى
جائز مجازا كما قال جبرئيل عليه السلام
لمريم العذراء لاهب لك غلاما زكيا
وما قال ليهب الله تعالى لك غلاما زكيا فاذا
جاز ان يهب جبرئيل عليه السلام غلاما فلم
لا يجوز ان ينسب العطاء الى النبى صلى الله عليه وسلم

تو نہ ہم کو ان سے نفع ہوتا ہے نہ انکو۔ اب اگر وہ یہ
کہیں کہ ہم تو زندوں کے بدن سے استمداد کرتے ہیں اور تم
مُردوں کی روحوں سے استمداد کرتے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ
دراصل تم بھی ارواح سے ہی استمداد کرتے ہو۔ کیونکہ در
حقیقت دینے والا یا روکنے والا روح ہی ہے خواہ
وہ جسم سے خارج ہو یا جسم میں داخل ہو۔ انتہی۔ ان
مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کے
نام انبیاء علیہم السلام یا صلحائے اُمت کیطرف
منسوب کر دیتے ہیں مگر مخالف اس شخص پر شرک کا
فتوےٰ لگا دیتے ہیں جو اپنے بچوں کا نام نبی بخش،
رسول بخش، یا غلام محمد یا غلام صدیق یا اسی قسم کا
اور نام رکھے کیونکہ اولاد دینے والا خدا ہی ہے
اور یہ جائز نہ ہوگا کہ اپنے بچے کا نام غیر اللہ کیطرف منسوب
ہو اور غلام عبد کے معنے میں ہے اور ہم سب بندے
اللہ ہیں اور عبدیت کی نسبت غیر اللہ کیطرف جائز
نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مان لیا کہ معطی اور مانع در حقیقت
خدا ہی ہے مگر تاہم عطیہ کو غیر اللہ کیطرف منسوب کرنا
مجازی طور پر جائز ہوتا ہے کیونکہ حضرت جبرئیل نے
حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آ کر یوں کہا تھا
کہ میں تمکو پارسا لڑکا بخشنے آیا ہوں اور یوں نہیں
کہا تھا کہ اسلئے آیا ہوں کہ خدا تمکو لڑکا بخشے گا جو
پارسا ہوگا۔ تو جب جبرئیل علیہ السلام لڑکا دیتے
ہیں تو کیوں حضور علیہ السلام کیطرف یہ عطیہ منسوب
کرنا مجازی طور پر جائز نہ ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے

مجازا فان قيل ذلك كان بامر الله
تعالى قلنا سلمنا انه كان بامر الله
تعالى لكنه فتح لنا باب المجاز
واما الغلام وان كان بمعنى
العبد فى اصطلاح الفرس
فاى قباحة فى تشبيه الاولاد
بعبيد الصلحاء من الانبياء
والصحابة والصالحين اما كان
لهم عبيد اما كانوا ينسبون
عبيدهم لانفسهم بقولهم
عبدى و امتى اما قال الله تعالى
من عبادكم وامائكم فالعبيد
والناس جميعا عباد الله حقيقة
والعبيد عبيد لمالكيهم
مجازا كما بينا كثرة استعمال
المجاز فى القرآن فى اول الكتاب
كذلك اولاد الناس عبيد الله
حقيقة و عبيد للصلحاء مجازا
انتهى. وليكن هذا اخر ما
اردنا تحريره فى هذا المقام
اللهم انك تعلم انى ما
اردت بهذا التحرير الا اصلاح
عقائد المسلمين عن الزيغ والضلال
فان كان صوابا فمنك ولك المنة
١٤ محرم الحرام ١٣٤٦ھ

کہ قول جبرئیلؑ تو امر الٰہی تھا اور کس نے کہو یا
ہے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بیشک
قول جبرئیلؑ امر الٰہی تھا۔ مگر اس نے ہمارے واسطے
کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اب رہا لفظ غلام تو اگرچہ
وہ فارسی محاورہ میں عبد کے معنے میں ہے۔ تاہم اپنے
بچوں کو صلحاء کے غلاموں کے ساتھ تشبیہ دینے میں
کیا قباحت ہوگی۔ اور صلحاء سے مراد نبی ہیں اور صحابہ
اور اُمت محمدیہ کے نیک بندے۔ کیا انکے پاس خود
اپنے غلام نہ ہوتے تھے یا انکو اپنی ذات سے منسوب
کرتے تھے؟ اور یوں نہ کہتے تھے کہ اے میرے بندے
اور اے میری لونڈی کیا خدا نے انکو ان کی طرف منسوب
نہیں کیا کہ تم اپنے بندوں اور اپنی بندیوں کا نکاح
کرا دیا کرو پس حقیقت میں تمام غلام اور تمام آزاد لوگ
خدا کے بندے ہیں اور غلام اپنے آقاؤں کے مجازی
طور پر بندے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں
قرآن مجید میں کثرت کیساتھ حقیقت و مجاز کا استعمال
ذکر کر دیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس لوگوں کے بچے
حقیقت میں اللہ کے بندے ہیں اور صلحائے اُمت
کے مجازی طور پر بندے ہیں۔ انتہیٰ۔ یہ ہماری تحریر
کا آخری مقام ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ یا الٰہی
تو جانتا ہے کہ اس تحریر سے اور کوئی ارادہ نہیں کیا سوائے
اس کے کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور گمراہی سے
درست ہوں پس اگر یہ تحریر تیری طرف سے ہے تو میں
تیرا احسان و فضل مانتا ہوں۔ تو اس سے اپنے

بسم الله الرحمن الرحيم

مسألة :

من كرامفور من ناحية نارتهـ اركات .

ما يقول علماء الشريعة المتينة فى أن أحدا من مقلدى الإمام الأعظم أبى حنيفة رحمه الله تعالى يعمل بالحديث الصحيح الغير المنسوخ ولا المتروك وذلك الحديث معمول لأحد من الأئمة الأربعة كحديث التأمين جهراً ورفع اليدين قبل الركوع وبعد الركوع وصلوة الوتر ثلث ركعات بقعدة واحدة وتسليم وأحد فهل يخرج هذا العامل من المذهب الحنفى أم يبقى حنفيا ، فإن قلتم يخرج فكيف نقل عن الإمام ابن الشحنة فى " رد المحتار " وهو كتاب له إعتبار عند الأحناف .

إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولايخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه أنه قال إذا صح الحديث فهو مذهبى وحكى ذلك ابن عبد البر عن أبى حنيفة وغيره من الأئمة .

وفى المكتوب السادس عشر من كتاب " مقامات مظهرى " للسيد مظهر جان جانان الحنفى إن عمل بالحديث الثابت لم يخرج من

مذهب الإمام "إذا صح الحديث فهو مذهبي" نص في هذا الباب وإن لم يعمل بالحديث الثابت بعد عثوره عليه خالف قول الإمام "أتركوا قولي بخبر الرسول ﷺ".

وفي نفس المكتوب "من يدعي إن العمل بالحديث يخرجه من مذهب الإمام فليقدم برهانا إن كان في وسعه، وقال الشاه ولي الله المحدث الدهلوي الحنفي في كتاب "عقد الجيد" لا سبب لمخالفته حديث النبي ﷺ إلا لنفاق خفي أو حمق جلي.

فما جواب هذه الأقوال لهؤلاء الكبار وإن قلتم إنه لا يخرج من مذهب الإمام فالتشنيع والطعن عليه اعتداء أم لا؟ بينوا توجروا.

المستفتي: كاكا محمد عمر، ١٣ رجب ١٣١٣هـ. (١)

☆ ☆ ☆

---
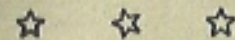
(١) الشيخ احمد رضا خان رحمه الله : الفضل الموهبي ، طبع مركزی مجلس رضا لاهور وقد عرب هذه الرسالة أخونا الفاضل الأستاذ افتخار احمد القادری ، الأستاذ في الأدب العربي بالجامعة الأشرفية بمبار كفور أعظم كره ، يو - بي الهند ، ونشكر الأستاذ على خدمته السنية وبارك الله فيها ونفعه بها في الدارين ، ونقلنا هذه السطور من ترجمته الشريفة . مصنف :

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

الحمد لله الذي أنزل الفرقان فيه تبيان لكل شيء تمييزا للطيب من الخبيث وأمر نبيه أن يبينه للناس بما أراه الله فقرن القرآن ببيان الحديث والصلاة والسلام على من بين القرآن وأقام المظان وأذن للمجتهدين بإعمال الأذهان فاستخرجوا الأحكام بالطلب الحثيث فلو لا الأئمة لم يفهم الكتاب ولولا الكتاب لم يعلم الخطاب فيالها من سلسلة تهدى وتغيث وعلى آله وصحابته ومجتهدي ملته وسائر أمته إلى يوم التوريث.

أقول وبالله التوفيق، ههنا أمران، الأول صحة الحديث على مصطلح الأثر والثاني صحة الحديث لعمل المجتهد وبينهما عموم وخصوص مطلقا بل من وجه وقد يكون الحديث ضعيفا في الأسناد وائمة الأمة وأمناء الملة يعملون به نظرا إلى أن لذلك الحديث قرائن خارجة تعضده أو لأنه يطابق القواعد الشرعية فعملهم هذا يوجب صحة الحديث وتقويته.

فهنا قد تفرعت الصحة على العمل لا العمل على الصحة وقد قال الإمام الترمذي بعد أن روى الحديث من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر"

حنش هذا هو أبو على الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه احمد وغيره والعمل على هذا عند أهل العلم .

وقد حرر الإمام جلال الدين السيوطى فى كتابه " التعقبات على الموضوعات " أشار الإمام الترمذى بذلك إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله .

وقد نقل الإمام شمس الدين السخاوى فى " فتح المغيث " عن الشيخ أبى الحسن القطان " هذا القسم لايحتج به كله بل يعمل به فى فضائل الأعمال ويتوقف عن العمل به فى الأحكام إلا إذ اكثرت طرقه أو عضده إتصال عمل أو موافقة شاهد صحيح أو ظاهر القرآن وقد قال الإمام المحقق على الإطلاق فى " فتح القدير " فى باب صفة الصلوة ليس معنى الضعيف الباطل فى نفس الأمر بل ما لم يثبت بالشروط المعتبرة عند أهل الحديث مع تجويز كونه صحيحا فى نفس الأمر فيجوز أن تقترن قرينة تحقق ذلك وإن الراوى الضعيف أجاد فى هذا المتن المعين فيحكم به .

وربما يكون الحديث صحيحا ولا يعمل به الإمام المجتهد :

١ : إما لأن عنده هذا الحديث غير متواتر يوجب نسخ الكتاب .

٢ : أو حديث الآحاد يوجب الزيادة على الكتاب .

٣ : أو الحديث روى عن الآحاد فى موضع تكرر الوقوع وعموم البلوى أو فى كثرة المشاهدين وتوفر دواعى الروايه .

٤ : أو يلزم تكرار النسخ فى العمل به .

٥ : أو يكون الحديث الصحيح الآخر معا رضا لـه ويترجح عليه بوجه من وجوه الترجيح الكثيرة .

٦ : أو ذلك الحديث مؤول أو معدول عن الظاهر لحكم الجمع والتوفيق والتطبيق بين الأدلة .

٧ : أو الحديثان متساويان ولا يمكن الجمع المقبول بينهما ولا يعلم تاريخها ليتبين الناسخ من المنسوخ فبعد أن تساقطت الأدلة المتعارضه وجب الرجوع إلى موافقة الأصل .

٨ : أو مضى عمل العلماء على خلافه .

٩ : أو تعامل الأمة قد سوغ له مخالفة الحديث كمثل حديث المخابرة .

١٠ : أو خالف الراوى الصحابى الحديث المفسر .

١١ : أو انتفت علة الحكم الأن كما فى سهم المؤلفة قلوبهم .

١٢ : أو كمثل حديث لاتمنعوا اماء الله مساجد الله ، وكان مبنى الحكم حال العصر أو عرف البلد فانتفى الآن وانقطع .

١٣ : أو العمل بـه داع إلى الضيق الشديد والحرج فى الدين كما فى حديث الشبهات .

١٤ : أو لفسادنا شئ هذا ألا وإن كما فى حديث التغريب لعام .

١٥ : أو مثل حديث ضجعة الفجر وجلسة الاستراحة منشأه أمر معتاد أو موقت أو حاجة خاصة لا التشريع الدائمى مثل الجهر بآية فى الظهر أحيانا أو جهر الفاروق بدعاء القنوت أو مثل الحديث عليك السلام تحية الموتى إنما المقصود به الإخبار لا الحكم الشرعى إلى غير ذلك من الوجوه التى يعرفها النبيه ولايبلغ حقيقة كنهها إلا المجتهد الفقيه فمجرد كون الحديث صحيحا على مصطلح الأثر لن يكفى صحة العمل للمجتهد، ولم يظهر مجتهد من السادة الصحابة الكرام إلى الأئمـــة المجتهدين المتأخرين رضى الله عنهم لم يعمل بعض الأحاديث الصحيحة مؤولا أو مرجوحا أو متروك العمل بوجه ما .

لم يعمل أمير المؤمنين عمر الفاروق الأعظم بحديث عمار رضي الله عنه فى التيمم للجنب وقال إتق الله يا عمار كما فى صحيح مسلم وكذلك لم يعمل بحديث فاطمة بنت قيس فى عدم النفقة والسكنى للمبتوتة وقال لانترك كتاب ربنا ولاسنة نبينا بقول امرأة لاندرى حفظت أم نسيت رواه مسلم أيضاً .

كذلك لم يعمل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه بحديث التيمم السالف ذكره وقال أبو موسى الأشعرى رضي الله عنه أو لم تر عمر لم يقنع بقول عمار كمـــا فى الصحيحين وكذلك لم تعمل أم المؤمنين عائشة الصديقـــة رضي الله عنها بحديث فاطمة المذكور وقالت ما لفاطمة لاتتقى الله رواه البخارى .

وكذلك لم يعمل عبـــد الله بن عباس رضى الله عنهما بحديث أبى هريرة رضي الله عنه " الوضوء ممـــامست النار " وقال انتوضأمن الدهن

انتوضأمن الحميم رواه الترمذى .

وكذلك لم يعمل الأمير معاويـــة رضي الله عنه بحديث عبـــد الله بن عباس رضى الله عنهما أنه ﷺ لم يستلم هذين الركنين وقال ليس شئ من البيت مهجورا كما فى البخارى من رواية الحموى والمستملى .

وكذلك لم يعمل الجماهير من الأئمة الصحابة والتابعين من بعدهم بحديث الوضوء من لحوم الإبل وهو صحيح معروف من حديث البراء وجابر بن سمرة وغيرهما رضى الله عنهم .

وكان إمام دار الهجرة عالم المدينـــة سيدنا مالك بن أنس رضي الله عنه يقول " العمل أثبت من الأحاديث " وقال أتباعه " إنـه لضعيف أن يقال فى مثل ذلك حدثنى فلان عن فلان " .

وكانت طائفة من الأئمة التابعين إذا بلغهم الأحاديث من غيرهم على خلافهم قالوا مانجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره .

ويقول للإمام محمـــد بن أبى بكر بن جرير أخوه مراراً لما ذا ما حكمت بحديث كذا فيقول " لم أجد الناس عليه " . وكان أستاذ الأستاذ البخارى ومسلم إمام المحدثين عبـــد الرحمن بن مهدى يقول " السنة المتقدمة من سنة أهل المدينه خير من الحديث " نقل هذه الأقوال الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدرى المكى المالكى فى " مدخله " فى فصل فى النعوت المحدثة وفى فصل فى الصلاة على الميت فى المسجد ما ورد من أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم صلى

على سهيل بن بيضاء فى المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عنــد مالك أقوى إلخ .

ونذير حسين الدهلوى نفسه يكتب فى كتابه " معيار الحق " أن ترك بعض الأئمة بعض الأحاديث فرع بحثهم لأنهم لم يعتبروا تلك الأحاديث أحـاديث يعمل بها بدعوى النسخ أو بـدعوى الضعف وأمثال ذلك .

فقد كشفت إضافة " أمثال ذلك " عن أن الأئمة أحيانا لايعتبرون بعض الأحاديث أحاديث يعمل بها بغير دعوى النسخ والضعف ولاشك أن الأمر كذلك ، وفى نفس الكتاب جعل المؤلف الحـديث الجليل لصحيح البخارى " حتى ساوى الظل التلول " متروك العمل تقليدا محضاً لبعض الشافعية المقلدين بحيلة التأويلات الباردة الكاسدة الساقطة الفاسدة وقال معتذراً من الإمام إن هذه التأويلات الحقة إقترفتها جماهير الأدلة .

وسوى ذلك قـد جعل كثيرا من الأحاديث الصحاح واهيات مردودة بالدعاوى الباطلة الذاهلـة الزائلة بلاخوف ولاخطر تصويبا للمذهب وقد ذكرت تفصيل ذلك فى رسالتى " حاجز البحرين الواقى عن جمع الصلاتين " وهـذه الرسالة فى مسئلة واحـدة فقط وهناك قد أوضحت زلات نذير حسين الدهلوى التى تتعلق بها وهكـذا فعل فى سائر المسائل .

وبالجملة لاينكر عاقل موافقا كان أو مخالفا أن مجرد صحة الأثر لايستلزم صحة العمل بل يستحيل استلزامها والا يلزم القول بالمتنافيين حين صحة المتعارضين وذلك محال عقلاً فلا جرم أن يكون المراد بصحة الحديث فى الأقوال المذكورة بالسؤال وأمثال ذلك صحة العمل وبالخبر هو الخبر الواجب العمل عند المجتهد .

ومن أجلى البديهيات أنه إن عثر المجتهد على حديث ولم يعمل به لأجل التأويل أو الوجوه الأخرى فذلك الحديث لايكون مذهبا له والا تعود نفس الاستحالة العقلية من أنه قد قال بضده تصريحا .

فقد ظهر ظهورا بينا أن الادعاء بتعلق حديث على خلاف مذهب الإمام بزعم أن مذهب الإمام مطابق له لأجل أقوال الإمام المذكورة ينحصر فى أمرين :

الأول : ان يكون من المعلوم والمحقق أن هذا الحديث لم يكن بلغ الإمام والا فالمذهب بحال المتور مخالف لاموافق له ولذلك صرح العلامـة الزرقانى فى شرح المؤطا الشريف قـد علم أن كون الحديث مذهبه محله إذا علم أنه لم يطلع عليه إما إذا احتمل إطلاعه عليه وأنه حمله على محمل فلا يكون مذهبه .

الثانى : أن يكون لهذا القائل احاطة تامة بأحكام الرجال والمتون وطرق الاحتجاج ووجوه الاستنباط وما يتعلق بها من اصول للمذهب .

فهنا تعتريـه أربع مراحل شديدة الصعوبـة كل منها أصعب من الأخرى .

المرحلة الأولى : نقد الرجال بحيث أن يكون القائل عاثرا على مراتبهم من الثقة والصدق والحفظ والضبط وأقوال الأئمة فيهم ووجوه الطعن ومراتب التوثيق ومواضع تقديم الجرح والتعديل وحوامل الطعن ومناشى التوثيق ومواضع التحامل والتساهل والتحقيق ويكون متمكنا من استخراج مرتبـة اتقان الراوى بنقد الروايات وضبط المخالفات والاوهـام والخطيئات ويكون حاذقا فى اساميهم والقابهم وكناهـم وانسابهم والوجوه المختلفة لتعبير الرواة لاسيما أصحاب التدليس وتعيين المبهمات والمتفق والمتفرق والمختلف والمؤتلف ويكون مطلعا على مواليدهم ووفياتهـم وبلادهم ورحلاتهم ولقاءاتهم واساتذتهم وتلامـذتهم وطرق التحمل ووجوه الاداء والتدليس والتسوية والتغير والاختلاط والآخذين من قبل والآخذين من بعد والسامعين فى الحالين وغيرها من الأمور الضرورية كلها تكون منكشفة له فبعد ذلك كله يمكنه أن يقول فى سند الحديث فقط إنه صحيح أو حسن أو صالح أو ساقط أو باطل أو معضل أو مقطوع أو مرسل أو متصل .

المرحلة الثانية :

أن يمعن النظر التام فى الصحاح والسنن والمسانيـد والجوامع والمعـاجيم والأجزاء وغيرهـا من كتب الأحاديث وطرقها المختلفـة والفاظها المتنوعة إلى أن يعثر على تواتر الحديث أو شهرته أو فرديته النسبية أو الغرابة المطلقة أو الشذوذ أو النكارة واختلاف الرفع والوقف والقطع والوصل والمزيد فى متصل الإسانيد واضطرابات السند والمتن وما إلى ذلك وأن يحصل له أيضاً رفع الابهام ودفع الاوهام وايضاح

المتن واظهار المشكل وابانة المجمل وتعيين المحتمل بجميع هذه الطرق واحاطة الألفاظ .

ولذلك كان الإمام أبو حاتم الرازى يقول لا نحصل على معرفة حديث حتى نكتبه بستين وجها ، وبعد ذلك إنمـا يمكنه أن يحكم بأن الحديث شاذ أو منكـر أو معروف أو مرفوع أو موقوف أو فرد أو مشهور .

المرحلة الثالثة :

ثم ينظر فى العلل الخفية والغوامض الدقيقـة وهذا لم يقدر عليه أحد منذقرون ، فإن وجد الحديث منزها من العلل كلها بعد الاحاطـة بوجوه الاعلال فإنما يحكم بصحة الحديث بمعنى مصطلح الأثر بعد أن يمر بهذه المراحل الثلاثة وحفـاظ الحديث كلهم والنقاد الأجلة وغير الواصلين إلى ذروة الإجتهـاد الشامخة لا يبلغون إلا إلى هذه المرحلة والذين يدعون الإجتهاد وكفاءة الأئمة الامجاد وهم يقلدون [illegible] الجواب هذه المراحل اصحاب الصحاح أو مصنفى اسمـاء الرجال تقليدا جامدا يوقحون ولا يستحيون بل هذا التقليد شرك جلى على توهمهم فى أى آية أو حديث قيل إن البخارى والترمذى بل الإمام أحمد وابن المدينى ما يصححونه او ما يخرجونه من حديث يكون كذلك وأى نص جاء أن الذهبى والعسقلانى بل النسائى وابن عدى والدارقطنى بل يحيى بن معين وابن مهدى ما يقولونه فذلك هو الحق المبين .

ولما لم يتقرر تقليد الا كابر الذين هم ارفع واعلى وأعلم وأعظم بدرجات من هؤلاء وأمثالهم الذين كان ينبغى لهم أن يقلدوهم ويتبعونهم فى معرفة الإحكام الالهية الذين يعترف هؤلاء أيضاً بدرجات امامتهم السامية فالتقليد المحض للرجال (امثال البخارى والترمذى وغيرها) الذين هم اقل رتبة ومكانة بكثير من هؤلاء الإكابر (أمثال الأئمة الأربعة) فى أقل من هذا كالجرح والتعديل وغيرهما من الامور المذكورة التى فيها اتساع لتقديم الرأى لا يجوز قطعاً وإن استدللتم فاستدلوا برأيكم ولا تسموا فى هذا فلانا وفلانا فستنجلى الحقيقية .

ما ذا اخاضك يا مغرور فى الخطر

حتى هلكت فليت النمل لم تطر

يجب على الإخوان العادلين أن ينظروا إلى صعوبات هذه المراحل التى أو خذ فيها المحدث الجليل الشان أبو عبد الله الحاكم بمواخذات عظيمة شديدة وعزى مثل الإمام ابن حبان الناقد البصير إلى التساهل وأكبر منها الإمام أبو عيسى الترمذى قد تقرر متساهلا فى التصحيح والتحسين والجبل الرفيع الإمام مسلم قد اعترف بعبقرية البخارى وأبى زرعة كما أوضحنا فى رسالتنا " مدارج طبقات الحديث " .

ثم المراحلة الرابعة :

وهى العلو فى الفلك الرابع الذى لا يبلغ إليه أحد إلا بعد أن يكون شمسا منيرة بنور الإجتهاد ومن ذا الذى يبلغ فى المراحل الثلاثة

مبلغ إمام ائمة المحدثين محمد بن اسمعيل البخارى ولكنه حينا دخل فى موضع الإحكام والنقض والإبرام فاتى بالعجائب من اراداان يلاحظها فليجب عليه النظر فى صحيح البخارى وعمدة القارى للعلامة العينى نظرة العدل مثلا قصة (!) حليب الشاة شهير جداً .

ورواية اشتغال الإمام عيسى بن ابان بالحديث ثم الاخطاء فى مسئلة مرتين وكونه ملازماللتلامذة الإمام الا عظم أبى حنيفة ما ثور ومعلوم ، لذلك يقول الإمام الاجل سفيان بن عيينة شيخ الإمام الشافعى والإمام أحمد وأستاذ الأستاذ للإمام البخارى والإمام مسلم ومن الأئمة المحدثين الاجلة ومن الفقهاء المجتهدين ومن تبع التابعين " الأحاديث مضلة إلا للفقهاء .

ويقول العلامة ابن الحاج المكى فى " المدخل " يريدا لإمام سفيان بن عيينة إن غيرهم قد يحمل الشئ على ظاهره وله تاويل من حديث غيره أو دليل يخفى عليه أو متروك أوجب تركه غير شئ مما لا يقوم به إلا من تبحر وتفقه .

ويقول سيدنا ونبينا محمد رسول الله ﷺ " نضر الله عبد اسمع مقالتى وفحفظها ووعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هوا فقه منه " أخرجه الإمام ١ـ الشافعى ٢ـ والإمام أحمد ٣ـ والدارمى ٤ـ وأبو داود ٥ـ والترمذى وصححه ٦ـ وابن

(!) وهى إذا شرب رضيعان حليب شاة يصيران اخوين رضيعين وهذا من العجائب (المعرّب) .

ماجة ٧ـ والضياء فى المختارة ٨ـ والبيهقى فى المدخل عن زيد بن ثابت ٩ـ والدارى عن جبير بن مطعم ونحوه ١٠ـ أحمد ١١ـ والترمذى ١٢ـ ابن حبان بسند صحيح عن ابن مسعود ١٣ـ والدارى عن أبى الدرداء رضى الله عنهم أجمعين ولو كان العلم بالحديث يكفى فهم الحكم فما المراد بقول النبى ﷺ المذكور من قبل ؟

يقول الامام ابن حجر المكى الشافعى فى كتابه الخيرات الحسان (١) إن أحداً سأل امام المحدثين سليمان الأعمش التابعى الجليل الشان من الأئمة الاجلة التابعين ومن تلامذة سيدنا أنس رضى الله عنه عن مسائل وكان امامنا الاعظم سيدنا أبو حنيفة رضى الله عنه حاضرا فى المجلس فوجه الإمام الأعمش تلك المسائل إلى امامنا فاجاب الإمام على الفور فقال الإمام الأعمش من اين اتيت بهذه الاجوبة فقال من الاحاديث التى قد سمعتها منك وروى تلك الاحاديث بالإسناد فقال الأعمش حسبك ما حدثتك به فى مائة يوم تحدثنى به فى ساعة واحدة ما علمت إنك تعمل بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء أنتم الاطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين والحمد لله رب العلمين ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم .

---

(١) قد نقلت هذا الكتاب النادر فى مناقب أبى حنيفة إلى الاردويه ، وقد طبع مع الأصل فى مدينه پبلشگ كپنى كراتشى ـ شجاعت على .

بعد ذلك الرابعة المراجعة :

وما أدراك ما المرحلة الرابعة هى اعوص المنازل وأصعب المراحل لا يسير إليها إلا أقل القلائل فمن يعرف قدرها واهميتها ، بيت :

گدائى خاك نشينى تو حافظا مخروش
كه نظم مملكت خويش خسروان دانند

(تعريب البيت) أنت الصعلوك ذوالمتربة أيها الحافظ فلا تعول ولا تطمع فإن الملوك هم يعلمون نظم مملكتهم واسرار سلطانهم .

فالواجب على السائران يكون له العثور التام والنظر العميق والذهن المتوقد والبصيرة الناقدة والبصر المنيع والاطلاع العام على جميع لغات العرب وفنون الأدب ووجوه الخطاب وطرق التفاهم وأنواع النظم واقسام المعانى وإدراك العلل وتنقيح المناط واستخراج الجامع ومعرفة المانع وموارد التعدية ومواضع القصر ودلائل حكم الآيات والأحاديث واقاويل الصحابة وائمة الفقه من القدماء والجدد ومواقع التعارض واسباب الترجيح ومناهج التوفيق ومدارج الدليل ومسالك التخصيص ومناسك التقييد ومشارع القيود وشوارع المقصود وغير ذلك .

وقد حرر الإمام شيخ الإسلام زكريا الأنصارى ـ قدس سره ـ البارى شيئاً من اجمال ذلك ، " إياكم أن تبادروا إلى الإنكار على قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد احاطتكم بادلة الشريعة كلها ومعرفتكم بجميع

لغات العرب التى احتوت عليها الشريعـة كلها ومعرفتكم بمعانيها وطرقها ثم قال متصلا " وأنى لكم بذلك " نقلـه الإمام العارف بالله عبد الوهاب الشعرانى فى الميزان .

ورد المحتار الذى نقل المستفتى عبارتـه فى المسألة فى نفس ذلك الكتاب قد اوضح معنى العبارة متصلابتلك العبـارة ولكن المستفتى لم ينقله يقول ولا يخفى إن ذلك لمن كان اهلا للنظر فى النصوص ومعرفة محكها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب فى الدليل وعملوا به صح نسبته إلى المذاهب" .

ومما لاريب فيه أن الشخص الذى جاب هذه المراحل الأربعـة هو مجتهد فى المذهب كالامام أبى يوسف والإمام محمد رضى الله عنهما فى المذهب المهذب الحنفى ولاشك أن لا مثال هؤلاء الأئمة مبرر لذلك الحكم ولتلك الدعوى ومع ذلك أنهم لم يخرجوا من تقليد الإمام فانهم خالفوا صورة" ولكنهم عملوا معنى بالأذن الكلى للإمام ثم إنهم وإن يكونوا ما ذونين بالعمل لا يمكنهـم أن يدعوا بالجزم أن مفاد هذا الحديث على رغم مذهب الإمام غاية الأمر الظن فقط يمكن أنه إن كانت مداركهم قصرت عن مدارك الإمام العالية لو عرضوه على الإمام لعله لم يقبله فالتيقن التام على كون مذهب الإمام ليس هناك أيضاً فاجل الأئمـة المجتهـدين فى المذاهب قاضى الشرق والغرب سيدنا الامام أبو يوسف رحمه الله تعالى الذى قد اعترف الموافقون والمخالفون بمدارجه الرفيعة فى الحديث قال فيه الإمام المزنى تلميذ الامام الشافعى الجليل " هو اتبع القوم للحديث " وقال الإمام أحمد بن حنبل " منصف فى

الحديث وقال الإمـام يحيى بن معين وهو متشدد كبير " ليس فى أصحاب الرأى أكثر حديثـا ولا أثبت من أبى يوسف وقال أيضاً صاحب الحديث وصاحب السنة وحرار ابن عدى فى كامل ليس فى أصحاب الرأى أكثر حديثا منـه وقد عده الإمام أبو عبد الله الذهبى الشافعى من حفاظ الحـديث وذكر فى كتاب تذكرة الحفاظ بعنوان الإمام العلامة فقيه العراقيين فهذا الإمام أبو يوسف مع جلالة شأنه يقول فى الإمام سيدنا الإمام الأعظم ﷺ ما خالفتـه فى شئ قط فتدبرته الا رأيت مذهبه الذى ذهب إليه انجى فى الآخرة وكنت ربما ملت إلى الحـديث فكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى وقال أيضاً إذا كان الإمام يجزم بقول كنت اتردد إلى الأئمة المحدثين فى الكوفة لكى أرى أن اجد حديثا أو أثرا فى تائيد قوله فكثيرا ما قدمت أمام الإمام بحديثين أو بثلثة أحاديث فيقول فى البعض ليس بصحيح ويقول فى البعض ليس بمعروف فقلت وما أدراك هذا وأنها موافقـة لقولك فيقول إنى عـالم بعلم أهل الكوفة ذكر كله الإمـام ابن حجر فى الخيرات الحسان .

ملخص الكلام أن غير البالغين إلى قمة الاجتهاد ليسوا اهلا لهذا وليسوا مرادين هنا أصلاً فضلاً عن المـدعين الناشئين الجهال عديم الاناءة والوقار الذين لا يتمكنون من فهم كلامنا وكلامكم ويفقدون اجتهاد أساطين الدين الالهى لو نظر السائل فى نفس كتاب رد المحتار أنـه صرح فى الإمام ابن الشحنة والعلامة محمد بن محمد البهنسى استاذ العلامة نور الدين على القارى الباقانى والعلامة عمر بن نجيم المصرى مؤلف

النهر الفائق والعلامة محمد بن على الدمشقى الحصكفى مؤلف الدر المختار الكبار أنهم ليسوا باهل لترجيح بعض روايات المذهب فضلا عن مخالفة المذهب ونقل فى كتاب الشهادة بباب القبول عن العلامة السائحانى " ابن الشحنة لم يكن من أهل الأختيار " وفى كتاب الزكوة فى باب صدقة الفطر " البهنسى ليس من أصحاب التصحيح " وفى كتاب النكاح بباب الحضانة " صاحب النهر ليس من أصحاب الترجيح " وفى كتاب الرهن عن بحث للعلامة الشارح الحصكفى لاحاجة إلى إثباته بالبحث والقياس الذى لسنا اهلا له وأن هؤلاء ليسوا فى شئ حتى إن الاكابر وأساطين المذهب الأعاظم الجليلين رفيعى الدرجات أمثال الإمام الكبير الخصاف والإمام الأجل أبو جعفر الطحاوى والإمام أبو الحسن الكرخى والإمام شمس الأئمة الحلوانى والإمام شمس الأئمة السرخسى والإمام فخر الإسلام على البزدوى والإمام فقيه النفس فخر الدين قاضى خان والإمام أبو بكر الرازى والإمام أبو الحسن القدورى والإمام برهان الدين الفرغانى مؤلف الهداية وغيرهم من الأعاظم الكرام ادخلهم الله تعالى فى دار السلام قد نقل التصريح فيهم عن رسالة العلامة ابن كمال باشا رحمه الله تعالى " إنهم لايقدرون على شئ من المخالفة لا فى الأصول ولافى الفروع .

العدل فانكم حاضرون أمام الله وما ثلون بين يديه فليس من المناسب التلسن والتحمس والا لحاح لدقائق بل لابد لكل إنسان أن يطرق رأسه ويفكر وأن يختبر مؤهلاته تجاه هؤلاء الأئمة العظام فيرى أين السهامن مصابيح السماء وأين الثرى من الثريا إن لم يقص على دينه

وعدل فى نفسه لم يجد أهلية التلمذ لادنى تلامذة تلامذتهم ، لله الفريسة التى تكون مفلتة من وثبة الآساد الضوارى يريد الثعالب والسراحيب التمكن منها (إن هذا لشئ عجاب) .

نعم لانذكر من جعلـه ابليس المريد مريدا لـه وعلمه إدعاء " أناخير منه " تجاه جميع ائمة الأمة أيها الأخ هل ترغب فى التمسك بالـدين أم الألحاح على القول فليس الاضطراب والسخطة والتململ لدقائق مستنكرا ولكن لاحظوا آثار دعاوى الأهلية من غير المقلدين ورأسهم وزعيمهم وأعلى القمم وأسمى الذرى واكبر المحدثين والمتوحدين الإمام المنتخب والمتفرد مجتهد العصر علامة الدهر نذير حسين الـدهلوى هداه الله إلى الصراط السوى لاحظوا مؤهلات نفس هذا الأكبر وقد كشفت عن علمه بالحديث لحاجة سؤال السائلين فى هذا الشهر الجارى فى مسألة واحـدة وهى الجمع بين الصلاتين فاخرجت الطرائف التى لم ترهاعين الفلك الهرم مع دورانه القديم وعمره الطويل من يريد البسط فليراجع كتابى المذكور " حاجز البحرين " .

أنا أجل علم المجتهد الدهلوى وطرائفه وعجائبه فى مسألة واحدة :

١: هذا المجتهد (نذير حسين الدهلوى) لايميز الضعيف المحض من المتروك .

٢: ولايفرق بين التشيع والرفض .

٣: ولايفصل فلان يغرب وفلان غريب الحديث .

٤: ولايميز بين الغريب والمنكر .

٥: ويحمل كلام " فلان يهم " على الوهمى (أى الذى قيل فيه أنه يهم فهو وهمى عنده) .

٦: وكذا يحمل " له أوهام " على أنه وهمى .

٧: والحديث المرسل مردود مخذول عنده ومدلس العنعنة جدير بالأخذ والقبول .

٨: يعتبر الوصل المتأخر تعليقا مثلا عند ما يقول المحدث رواه مالك عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلك فلان عن فلان عن مالك يقروه هذا الدهلوى معلقا ويهضم قطعة حدثنا بذلك .

٩: ويجعل الأحاديث الصحيحة مردودة منكرة وواهية بسلاطة لسانه فقط .

١٠: والحديث الضعيف الذى صرح الإمام البخارى وغيره بكونه منكرا ومعلو لايجعله صحيحا ببحوثه الباطلة .

١١: ويقصر الحديث الضعيف على ضعف الرواة ويعتقد العلل القوادح معدومة حين ثقة الرواة .

١٢: وله فى معرفة الرجال شرة التمييز إلى حد أنه لايميز بين الإمام الأجل سليمان الأعمش العظيم القدر الجليل الفخر التابعى الشهير وبين سليمان بن أرقم الضعيف .

١٣: ويعتقد خالد بن الحارث الثقة الثبت خالد بن مخلد القطوانى ولايفرق بينهما .

١٤: ويقرر الوليد بن مسلم الثقة الشهير الوليد بن القاسم .

١٥: ويجهل مسألة تقوى بطرق جهلا محضاً .

١٦: ويغفل عن الفرق البديهى بين الراوى المجروح والمرجوح أصلاً .

١٧: الإمتياز بين المتابع والمدار صعب عليه ومتابعات الثقات الواضحة بأقرب الوجوه بين عينيه ولكن الحديث ضعيف بزعمه لوقوع الضعف فى بعض الطرق .

١٨: وتتوفر الطرق الجليلة الموضحة المعانى فى الكتب المشهورة المتداولة حتى فى الصحيحين والسنن الأربعة والوصول اليها يستحيل عليه فضلا عن قدرة الاعتناء بجميع الطرق من سائر الكتب واحاطة الألفاظ والفرق بين المبانى والمعانى من سائر الكتب بالبحث والتحقيق .

١٩: ولايقبل قول الأئمة فى التصحيح والتضعيف إلا إذا كان ذلك القول منقولا ومذكوراً فى تصانيفهم والا نقل الثقات يكون مردو أو مخذولاً .

٢٠: وقد يقدح الرواة الجليلين للبخارى ومسلم بلاوجه وجيه ودليل ملزم فيجعل بعضهم مردودا وخبيثا وبعضهم متروك الحديث

كالإمام بشر بن أبى بكر التيسى ومحمد بن فضيل بن غزوان الكوفى وخالد بن مخلد أبى الهيثم البجلى وهذا تفوهه برجال البخارى ومسلم الخاصين البعيدين عن الجرح والقدح وأكبر من ذلك أن علمه بالحديث قد وضع قواعد سبعة فى الردوا لابطال الصحاح الستة فقال إن الراوى الذى قيل فيه " التقريب " صدوق رمى بالتشيع أو صدوق متشيع أو ثقة يغرب أو صدوق يخطئ أو صدوق يهم أو صدوق له أوهام فهؤلاء كلهم ضعاف ومردودا والرواية ومتركوا الحديث عند هذا الدهلوى ودعوا سائر الصحاح وانظروا فى الصحيحين تجدوا كثيرا من أمثال هؤلاء رواة ليس عددهم بواحد أو أثنين أو إلى عشرين فقط بل يبلغ عددهم إلى مائة أو أكثر ، هذه ست قواعد .

والسابعة السند الذى يقع فيه راوٍ غير منسوب مثلا حدثنا خالد عن شعبة عن سليمان ويوجد راوٍ ضعيف آخر باسم ذلك الراوى فيحمله على الراوى الغير المنسوب بالنظر إلى قرب الطبقة وروايات المخرج رجما بالغيب وجزما بالريب ويحكم بضعف الحديث وسقوط الرواية .

معشر المسلمين! أنظروا إلى القواعد السبعة لهذا المحدث واعرضوا عليها البخارى ومسلم وما يرد من الأحاديث بهذه المحدثات المخترعة فاخرجوها إلى مستيقن وجازم بأنه لايبقى أكثر من نصف الكتابين أو ثلثها .

لايسمح الله أن يكون طالب متوسط من مقلدى الأئمة متخبطا مثل ذلك ، هذه طرائفه فى مسألة واحدة فإلى أين تبلغ طرائف جميع كلامه فالعظمة لله هؤلاء القدماء الرءوس الذين تعتبرهم الجماعة انوفهم وتحسبهم مجتهدين عالين وموهلاتهم هذه فأين الأمة الجديدة جماعة الإخوان الصغار منهم لافى العير ولا فى النفير العياذ بالله من شر الشرير .

هل كان المرزا والشاه (ولى الله الدهلوى اللذان ذكرهما السائل فى الاستفتاء) غبيين وعديم الشعور حتى يفوضا ازمة أحكام الشريعة الالهية وفهم أحاديث الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم إلى أيدى رجال لاخطام لهم فمرادهما أن من كان أهلا له فله إجازة العمل (بالحديث) بل الواجب لا الاغبياء الغير الموهلين الذين يقرءون الترجمة الأردوية للبخارى والترمذى والمشكوة فيحسبون أنهم محدثون أو بعض الناس يزعمون مذهب الأئمة مخالفا لحديث لكى يحرم الله تعالى تقليد الأئمة ويفرض الإيمان ببعض الناس فى هذا العصر ، أيها الأخ العزيز إنما هذا أيضاً تقليد محض نعم ليس تقليد أبى حنيفة ومحمد ولكن تقليد بعض الناس .

وأسفاه ! على أن يفهموا هذا المعنى من كلام المرزا والشاه ويعتقد وهما خارجين عن نطاق العقل وهاديها العالى مرشدها الناس موطها ومولى البيعة وإمامها الربانى الشيخ مجدد الالف الثانى يحرر فى مكتوب ٣١٢ من مكتوباته :-

مخدومى ! إن أحـــاديث الرسول على مصدرها الصلوة والسلام قدجاءت فى باب جواز الإشارة بالسبابة كثيراً وجاء بعض الروايات الفقهية الحنفية أيضاً فى هذا الباب ولكن غير المذهب الظاهر , أما قول الإمام محمد الشيبانى كان رسول الله ﷺ يشير ونصنع كما يصنع النبى عليه وعلى آلـه الصلوة والسلام ثم قال هـــذا قولى وقول أبى حنيفة رضى الله تعالى عنهما فمن روايات النوادر لامن روايات الأصول وإذا وقعت حرمـة الأشارة بالروايات المعتبرة وافتوا على كراهة الإشارة لايجوز المقلدين أمثالنا أن نجترئ على الإشارة عملاً بمقتضى الأحاديث ولايخلو مرتكب هـــذا الأمر من الحنفيـة عن الحالين إما لايثبت العلم بالأحاديث المعروفة فى جواز الإشارة للعلماء المجتهدين أو يحسبهم أنهم حكموا بالحرمـة والكراهة لمقتضى آرائهم خلاف الأحاديث وكلاهما فاسد ان لايختارهما الأسفيه أو معاند ولكن نحسن الظن بهؤلاء الاكابر ونحسب أنهم لم يحكموا بالحرمة أو الكراهة حتى ظهر لهم الدليل غاية ما فى الباب أنـــه لا علم لنا بذلك الدليل وهـذا المعنى لايستلزم قدح الاكابر وإن قال أحد إنـــه يعلم الدليل بخلاف ذلك أقول لايعتبر علم المقلد فى إثبات الحلة والحرمة ويعتبر ظن المجتهد فى هذا الباب كان هؤلا الاكابر يعلمون الأحاديث لأجل القرب ووفور العلم وحصول الورع والتقوى أحسن منا الاباعد ويعرفون الصحـــة من السقم والنسخ من عدم النسخ أكثر منا ولاريب أنهم يحملون الوجـه الموجـــه فى ترك العمل بمقتضى الأحاديث على صاحبها الصلوة والسلام وأما مانقل عن الإمام الأعظم إذاصح الحديث فهو مذهبى فالمراد بـــه الحديث الذى لم يصل إلى الإمام وحكم بخلاف ذلك بناء على عدم العلم بهذا الحديث

وأحاديث الإشارة (فى التشهد) ليست من هذا القسم وإن قالوا إن علماء الاحناف افتوا بجواز الأشارة أيضاً فيجوز العمل بكليهما بمقتضى الفتاوى المتعارضـة قلت إن وقع التعارض بين الجواز ترجيح عـــدم الجواز اه ملتقطاً .

ونقل أيضاً من رسالة المبدء والمعاد للمجدد :-

" كان يتمنى (هذا المجدد) إلى مدة أن يبد ووجه القراءة الفاتحة خلف الإمام فى المذهب الحنفى ولكن اعتناء بالمذهب كان يترك القراءة جبراً وكان يعتد هـــذا الترك من قبيل الرياضة أخيراً أظهر الله حقيقة المذهب الحنفى فى ترك قراءة الماموم ببركة الأهتمام بالمذهب إذا لانتقال عن المذهب الحاد وجعل القراءة الحكمية أجمل من القراءة الحقيقية فى نظر البصيرة " .

نعم استعرضوا الآن أخبار أقوال الكبار ثم انظروا هـذا كبير الكبراء وعظيم العظماء وإمام الأئمة ماذا يقول وكيف ينزل الصواعق على الادعاء الباطل أى العمل بالحديث وكيف يهلك هذه النظرية .

أولاً : إعترف صراحة بأن الأشارة فى التشهد وردت فى كثير من أحاديث النبى صلى الله تعالى عليه وسلم .

ثانياً : تلك الأحاديث معروفة وشهيرة .

ثالثاً : فى المذهب الحنفى اختلاف قال الإمام محمد رحمه الله تعالى فى روايات النوادر كان النبى ﷺ يشير فنحن نشير أيضاً .

رابعاً : وأعرب عن أن هـذا قول الإمـام الأعظم رضى الله تعالى عنه .

خامساً : ليست الرواية فقط بل أفتى العلماء الأحناف بكليها مع هـذا كلـه لأجل أن روايات الأشارة ليست مـن ظاهر الرواية يقول بكل صراحة لايجوز لنا المقلدين أن نجترئ على الإشارة نعمل بالحديث هذا القول القاهر للإمام الربانى فى حال اللين والسهل فكيف يكون قوله فى العمل بالحديث فيما لاتكون الفتوى مختلفة ولايوجد اختلاف فى الرواية أصلاً .

أيها الناس هل فى هذا الإمام قال الشاه ولى الله أنه احق مبين أو منافق كافر استحيوا أيها المعترضون واخشوا عظمـة الشاه ولى الله لم يكن يمكنه أن يظن فى فخامة المجدد هذا الظن المردود والمذموم فإنه يعتقده قطب الأرشاد والهادى والمرشد ودافع البدعات ويعتبر تعظيمه تعظيم الله وشكره شكر الله كما يكتب فى مكتوبه السابع :

" الشيخ (مجدد الألف الثانى) قطب الأرشاد لهذا الدور وقـد نجى كثير من الضالين بادية الطبائع والبدعات على يده وتعظيم الشيخ تعظيم لمدور الأدوار ومكون الاكوان وشكر لنعمـة الشيخ شكر لمفيض النعمـة أعظم الله تعالى له الأجور " .

نعم لعل طعن نذير حسين الدهلوى ليس الأعلى حضرة المجدد كما يكتب فى "معيار الحق" إن بعض الناس فى هذه الأيام يصبحون مشركين

بالتزام التقليد المعين فإنهم لايقبلون الحديث الصحيح وإن عرض ضد رواية الكيدانى .

فى نفس مسئلة الإشارة تعرض روية الكيدانى كما عرض المجدد فتاوى الغرائب وجامع الرموز وخزانة الروايات وغيرها وذلك أصل واحد أى عدم قبول الحديث ضد الرواية الفقهية .

فأنظروا كيف يقدم المجدد الرواية الفقهية ولاجلها يترك العمل بالأحاديث الصحيحة ويعبر نذير الدهلوى عن هـذا بالشرك بلاخوف ولاخطر حفظنا الله من ظلال هؤلاء مجى الشرك ونفوض أمر الدهلوى إليه ونقدم فوائد كلام المجدد .

أولاً : هذه هى فائدة عظيمة .

ثانياً : قد صرح حضرة المجدد بأن الأحاديث المعروفة كما وردت فى رفع اليدين وقراءة المقتـدى وغيرهما فانها ليست أقل شهرة من احاديث الإشارة فلا يعرضها ضد أقوال الإمام إلاغبى سفيه أو معاند مكابر ملح فإن تلك الأحاديث لم تكن لتخفى على الإمام ومعاذ الله لم يكن الإمام ليخالف الأحاديث برأيه فلا جرم أنه لم يعمل بها لدليل قوى شرعى .

ثالثاً : قد أعرب عن أن العلم باجوبة الأحاديث ليس بواجب لنا ويكفينا العلم بأن عند علمائنا وجها موجها .

رابعاً : وقد قال أيضاً يكون العمل بمسألة المذهب وإن لم نعلم الدليل على خلاف ذلك صراحـة فضلاً على أن لا نعلم الدليل على

مسألة المذهب على كل حال لايعتبر شيئاً .

خامساً : وقال أيضاً إن علماءنا الأسلاف رضى الله عنهم كما كانوا يحملون على الحديث ويعرفون الصحيح والضعيف والمنسوخ والناسخ لايساوى بهم من بعدهم فلا علم لهم كعلمهم ولاقرب لهم كقربهم الرسالة إذا يقول المجدد فى عصره فالى الآن قد مضى بعده ثلاث مائة عام فاليوم قليلوا المطالعة والقراءة هل يمكنهم أن يعادلوا بالأئمة .

سادساً : قد صرح بشرط أن أقوال الإمام المأثورة بالسوال الخاص (المذكور فى الابتداء) تتعلق بالأحاديث التى لم تصل إلى الإمام وصدرت المخالفة بناء على عدم العثور لا أنه مرجوح أو مأول أو متروك العمل على أصول المذهب بوجه من الوجوه المذكورة وإلا هكذا كانت المخالفة بحال العثور أيضاً كما لايخفى .

سابعاً : لعل مكانة علم المجدد لاينكرها هؤلاء أيضاً إن هذا المرزا جان جانان الذى استدل بكلامه (فى هذا الاستفتاء) اعترف بكبره يعتقد حضرة المجدد أهلاً للاجتهاد ويكتب فى ملفوظاته " التمست من رسول الله ﷺ ماذا تقول فى مجدد الألف الثانى ؟ قال من مثله فى أمتى ؟ إذا يقول هذا كبير الكبار إنه لايجوز لنا المقلدين العمل بالأحاديث على خلاف الإمام والذى يجترحه احمق فاقد الشعور وهو باطل وساع للباطل فأين هؤلاء الزاعمون الكاذبون منهم أين الثرى من الثريا .

هذه الفوائد السبعة كانت فى عبارة المكتوبات .

ثامناً : وإن لم يدرك أحد حقيقة قول الإمام ولكن العمل بذلك واجب إن هذا يحبه الله ويوجب البركات ، أنظروا إن حقية المذهب الحنفى فى مسألة قراءة المقتدى (خلف الإمام) لم تكن ظهرت للمجدد إلى مدة ولم يزل قلب المجدد يميل إلى القراءة ولكن لم يعمل إحتفالا للمذهب ولم يزل يبحث عن مبرر فى نفس المذهب الحنفى .

تاسعاً : قد أجاب عن سوال بصراحة أنه إن خالف الإمام فى مسألة واحدة ولو بسبب أنه لم تظهر حقية المذهب فيها خرج عن المذهب لأن هذا يعتبره الإمام الربانى إنتقالا عن المذهب .

عاشراً : أنظروا فى هذا الحكم القاهر الأشد أن من يفعل ذلك فهو ملحد .

فالآن على نذير الدهلوى أن يبتغى بمقتضى إيمانه ما ينبغى له إن شاء يقرر الشاه والمرزا سفيهين ومعاندين وملحدين عند المجدد وإن شاء يجعل حضرة المجدد مدعى الباطل ومخالف الإمام والأحمق المبين أو المنافق الكامن على قولها ولاحول ولاقوة إلا بالله العلى العظيم لاجرم أنهما يحادثان على نفس صحة العمل التى لايعثر عليها إلا الفقهاء أهل النظر والاجتهاد فى المذهب فالكلامان ليسا متخالفين ولا حرف فيها مخالف لنا هكذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق ، كان هذا المبحث طويل الأذيال المقتضى بسط الكلام ولكن ما قل وكفى خير مما كثر وألهى

أيها القارءون الكرام أنظروا فى المبحث المسئول عنه واجتنبوا الخروج عن المبحث فإنــه الصنيع الشنيع للجهلة والعاجزين ربنا إفتح بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين .

وكان ينبغى لنا أن نسمى هذا المختصر بمقتضى المادة :

„ الفضل الموهبى فى معنى إذاصح الحديث فهو مذهبى „

ونلقبه باللبّ التاريخى :

" أعز النكات بجواب سوال اركات "

ربنا تقبل منا أنك أنت السميع العليم ، آمين . والله سبحنه وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أتم وأحكم .

كتبــه : عبده المــذنب احمــد رضا البريلوى
عفى عنه بمحمد المصطفى النبى الأمى
صلى الله تعالى عليه وآله وسلم .

☆ ☆ ☆
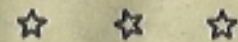
بدأت حركة الخلافة بعد الحرب العالمى الأولى (زهاء ١٩١٩م) فى جميع شبه القارة الهندية، وأساس هذه الحركة كان الظلم والإستبداد على الأتراك المسلمين من المسيحيين ، وهذا ما ملاء صدور المسلمين بالأحقاد ضد الإنجليز فى شبه القاره ، وكان فى الهند مع سائر الناس فريقان كبيران ، حكمـا على الهند أيا ما غير يسيرة ، هما المسلمون والهندوس ، وكان كل منهما يود سيطرته على الهند ، ولما رأى رئيس الهندوس غاندى نفرة المسلمين ضد الإنجليز ، إغتنم هذه الفرصـة وأعلن " بحركـة ترك الموالات " ليأخذ القوة من المسلمين ضد الإنجليز، وذلك فى سنه ١٩٢٠م وبهذه أراد بعض القواد من المسلمين ما أراد غاندى ، وكان من نتيجته مقارنـة " حركة الخلافة " (التى كانت حركة المسلمين) مع "حركة ترك الموالات" ونشأت من هذا كله مشكلة شرعيـة ، وهى أن المسلمين وإن قاطعوا الإنجليز ولكنهم والوا الهندوس ، بل قيدوا أنفسهم مع الهندوس فى سلسلة المواخاة والمودة ، وأول من جهر بتحريم هذه الصورة هو شيخنا أحمد رضا فإنه خالف " حركة ترك الموالات " بشكلها الخاصة ، والذين كانوا فى طليعة هذه الحركة إتهموه بمودة الإنجليز والحال إنه أكبر اعداء الإنجليز فى الواقع كما سنوضح بعد، وهذه الحركة كانت بعينها كتلك الحركة التى كانت فى عهـد الملك " أكبر " (٩٦٣هـ - ١٠١٤هـ) فقام ضدها الشيخ أحمـد سرهندى (متوفى ١٠٣٤هـ) المجدد للألف

الثانى ، ألذى يقول فيه شاعر المشرق علامه اقبال رحمه الله

وه هند ميں سرمايهٔ ملت کا نگهبان
الله نے بروقت کيا جس کو خبردار

ولما أنشئت تلك الحركـة الأكبريه (توحيد الأديان) بهيئة جديدة قام لتدميرها وتدحيضها أحد آخر ، وهو أحمد رضا ، رحمه الله ، فدمرها بفضل الله وكرمه تدميرا

خضوع بعض العلماء للإنجليز وخشوعهم للهندوس :

ومع الأسف لابدلى أن أذكر موجزاً الجو الذى عمل فيه الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله عمله التجديدى ، وقلت " مع الأسف " لأن هذه التذكرة تسفر القناع عن بعض وجوه الأعيان ، ومعهذا لا قبل ولا قدرة لنا على تغيير مسجلات التاريخ .

تفرق أتباع الشيخ إمداد الله مهاجر مكى فى فرقتين عند الثورة الهنديه سنة ١٨٥٧م وهذا الإفتراق وقع فى مسئلة نصرة ملك دهلى ، فانتخبت فرقة مركزها على كره (مدينة فى هند) وأخرى ديوبند (١) أما اصحاب ديوبند فهم ساعدوا فى ثورة سنه ١٩٥٧م الإنجليز بل بعضهم قاتلوا مع المسلمين (٢) والشيخ رشيد أحمد جنجوهى لما

(١) الشيخ عبيد الله السندى ـ الشاه ولى الله وحركته السياسية ص ـ ١١١ .

(٢) تذكرة الرشيد ، المجلد الأول ـ ص ـ ٧٥ .

أخذ فى قضية البغى ضد الإنجليز قال واضحا " إنى فى الواقع مطيع للحكومة (الإنجليزيه) لذا لا تضرنى تهمة شيئاً ، ولو قتلت فالحكومة ولية الأمر تفعل ما تشاء (١) .

وقال بعض العلماء إن الهنـد دار الحرب والمسلمين مستأمنون فيها ، وعلى هذا الأساس لا يجوز لهم الجهاد ، كما قالت الشيعة (٢) وقال بعضهم إن الهند دار السلام فلا يجوز فيها الجهاد ، وكانت الحال لسيطرة الحكومة الإنجليزية أن أكثر الناس أطاعوها ، كما يقول الفر دلائل " إن الجمعيات الهنديـة كلهـا مع اختلافها فى بعض الأمور متحـدة القلوب فى اطاعة تاج بريطانيه اطاعة كاملة (٣) .

وبعد الحرب العالمى الأولى بدأت حركة الخلافة وفى تلك الآونة بدأت حركة ترك الموالاة على إشارة غاندى ، واتحدت هاتان الحركتان لمخالفة الإنجليز مع الموالاة فيما بينهما ، أى بين المسلمين والهندوس ، ومن هنا نشاء تصور القومية الوطنية ، وقالوا إن المسلمين والهندوس قوم واحد لأنهـم يسكنون فى وطن واحد ، ومع الأسف قبل هذا

(١) تذكرة الرشيد المجلد الأول ص ـ ٨٠ .

(٢) هذا ما قاله ڈبليو ڈبليو هنٹر فى كتابه ـ مسلمو هند ص ـ ١٧٤ ـ ١٨٥ .

(٣) سر الفر ڈلائل ـ عروج وسعة للمملكة الهندية ـ طبع حيدر دكن آباد ١٩٣٣م ص ٣٦٩ .

التصور بعض أكابر علماء الهند ، وفى بعضهم يقول علامه إقبال رحمه الله .

عجم هنوز نداند رموز دين ورنه . . . .
ز ديوبند حسين احمد اين چه بو العجبى است
سرود برسر منبر كه ملت از وطن است
چه بے خبر ز مقام محمد عربى است
به مصطفى برسان خويش را كه دين همه اوست
گر باو نه رسيدى تمام بولهبى است (١)

يعنى إن العجم لم يقفوا على رموز الدين حتى الآن ، والعجب كل العجب أن حسين أحمد الديوبندى يقول على المنبر إن القوم يتشكل بالوطن ، ما أجهله عن مكانة المصطفى ﷺ ، الدين كله فى حب الرسول ﷺ ومن لم يحبه فهو أبو لهب ، أى لا بد للمسلم أن يجعل مركز المحبة محمداً ﷺ لا الوطن واللغة والنسب والحسب وغيرها ؛ كما يقول العلامه فى شعر آخر .

نهيں وجود حدود وثغور سے اسكا
محمد عربى سے ہے عالم عربى

وحضر مولينا محمد على جوهر ومولينا شوكت على فى خدمة الشيخ احمد رضا رحمه الله ودعاه إلى " حركة ترك الموالات " فاجاب

(١) كليات إقبال ، طبع دهلى ص - ٣٥٢ .

الشيخ بقوله " مولينا ! فرق عظيم بين سياستكم وسياستى ، أنتم حماة إتحاد المسلمين والهندوس وأنا ضد هذا الأتحاد ، ولا سيما هذه الإجابة الواضحة وجدا فى نفسها شيئاً ، وتطيبيا لقلوبهم قال الشيخ ! " مولينا ! إنى لا أخالف حرية الوطن بل إنى أخالف إتحاد المسلمين والهندوس " (١) .

وقد استفتى الشيخ بعض الناس عن ترك الموالات (١٣٣٩هـ ١٩٢٠م) فأجاب الشيخ جوابا مدللا بدلائل قاطعة ، وطبع هذا الجواب باسم " المحجة المؤتمنة فى آية الممتحنة " (١٣٣٩هـ/١٩٢٠م) وأريد أن أذكر فكرة الشيخ فى ضوء هذا الكتاب .

سأله مولوى حاكم على برفسور كلية إسلاميه لاهور (١٤ صفر ١٣٣٩هـ) وخلاصة سؤاله كالآتى :-

" قال مولينا أبو الكلام آزاد فى جلسة الشورى العموميه لكلية إسلاميه فى لاهور (٢٠ اكتوبر ١٩٢٠م) لا بد لنا من رد المبالغ الإمداديه من حكومة بريطانيه لتحقق ترك الموالاة ، وتفرز الكلية عن الجامعة ، وكان قول أبى الكلام موجبا لإثارة الغضب فى شركاء الجلسة ، فسأل مولوى حاكم على من الشيخ احمد رضا خان عن قول أبى الكلام ، هل يصح قوله أم لا ؟ وما حكم هذه المبالغ ؟ وقبول

(١) پاشا بيگم - الخدمات السياسة والدينيه للشيخ احمد رضا ، عرفات لاهور ، اپريل ١٩٧٠م - ص ٦٥ .
وبرفسور محمد مسعود احمد : فاضل بريلوى اور ترك موالاة .
والدكتور اشتياق حسين قريشى . العماء فى السياسة (بلغة الجليزيه) طبع معارف پستد كراتشى - ص ٣٦٤ .

والمشركين وبين عملها ، يقول ، والإستعانة على أحوال ثلاث .

١- إلتجاء : أن تلجئ الجماعة القليلة الضعيفة العاجزة إلى الجماعة الكثيرة القوية ، لحل مشاكلها ، وهذا يرادف الأنقياد الكلى بالبداهة فكيف يجوز (١) .

الإعتماد - أن يستعينوا مع امثالهم فى العدد والقوة ، ويوالوهم، لحصول العزة والغلبة ، وهذا لا يتصور من عاقل أن يستعين باعدائه (٢) .

الإستخدام - أن يكون الكافر مغلوبا ، لا يقدر على ايصال الضرر ، بل يكون ناصحاً لنا خوفاً وطمعا (٣) .

ثم يقول الشيخ واضحا :

الموالاة حرام مطلقا مع كل مشرك ، لو كان ذميا مطيعا وخاضعا للإسلام ، ولو كان، إبنا، أباً ، أخا أو قريباً عزيزا (٤) .

وكان بعض العلماء حينئذاك يجوزون المعاملة والموالاة بل يحسنونها مع الكفار ومشركى الهند ، حينما يحرمون مجرد المعاملة مع الأنجليز

---

(١) أوراق گم گشتة - ٢٧٩ .
(٢) أيضاً - ٢٨٠ .
(٣) أيضاً ص ٢٨٠ .
(٤) أيضاً ص ٢٣٧ .

حراما قطعيا ، بل قال مولانا شوكت على من أرضى الهنود فقد أرضى الله ، معاذ الله قال مولانا ظفر الملك لو لم تختم النبوة لكان مهاتما گاندهى نبياً وقال مولانا عبد البارى إنى جملته (غاندى) هاديالى أطيعه فى جميع ما يقول ، وحالى الآن مصداق قول الشاعر :

عمرے كہ بآيات وأحاديث گذشت
رفتى ونثار بت پرستى كردى

يعنى إنى فديت عمرى الذى قضيت مع القرآن والأحاديث على رجل وثنى ، وقال محمد على جوهر " إنى أعتقد إتباع گاندهى لازماً علىّ بعد إتباع رسول الله ﷺ

ولم يكتف هؤلاء على الأقوال المذكورة بل جاؤا بشردهانند (الهندو) على منبر جامع دهلى للخطاب ، ووضعوا القرآن الكريم وگيتا (الكتاب المقدس عند الهندوس) فى عجلة واحدة وأخرجوا جلوسها معا ، وبعضهم اختاروا شعائر الهندوس.

قضية قربان البقرة :

كما يعلم قراءنا الكرام أن الهنود يعظمون البقرة بل يعبدونها ، ومنذ قديم لا يزال مسلمو الهند فى معركة وقتال مع الهنود فى قضية قربان البقرة وذبحها، وعلى هذه القضية تهيج الحروب بينهم من حين إلى حين ، حتى الآن ، وجلال الدين أكبر منع ذبح البقرة فى القرن العاشر الهجرى ، وقدر التعزيرات الكبيرة للذين يذبحون البقرة ويخالفون أمره (١) .

---

(١) من أراد البسط فليراجع إلى " آئين أكبرى " لأبى الفضل ، ومنتخب التواريخ لعبد القادر البدايونى، و " منتخب اللباب" وغيرها من كتب التاريخ .

وجاهد ضد هذا الحكم المجدد للألف الثانى ، وحينما فتح كانگره ، ذبح الشيخ أحمـد المجدد السرهندى البقرة بيده فى الحصن بين يدى جيهان گير ، وبهذا أحيى شعار المسلمين .

وبعينه بدأت تلك القضية فى عهد الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله وكان من أمرها أن پنڈت مدن موهن مالوى قال فى جلسة كانفرس فى دهلى (ديسمبر ١٩١٨م) على المسلمين أن يتركوا ذبح البقرة تطييبا لقلوب الهنود ويمدوا أليهم يد المواخاة والمودة .

وبعد هذا أعلنت " مسلم ليگ (فى ديسمبر ١٩١٩م) بمساعى الدكتور مختار أحمد أنصارى والطبيب أجمل خان أن على المسلمين أن يحترموا عواطف الهنود ، ويتركوا قربان البقرة ألبتة .

وخالف هذا القرار الشيخ عبد القادر البدايونى (وهو من خلص أحباء الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله) وكتب جوابه باسم " الرسالة المفتوحة على اتحاد المسلمين والهندوس إلى مهاتما گاندى " وقد طبع هذا الجواب فى ديسمبر ١٩٢٥م من على كره (هند) .

وقدم إلى الشيخ أحمد رضا سؤال متعلق بقربان البقر فى سنـة ١٣٠٠هـ فاجاب الشيخ بجواب مدلل من الـدلائل الشرعية وسماه ، " أنفس الفكر فى قربان البقر " (١) ملخصه قربان البقر من شعائر الإسـلام قال تعالى ، والبدن جعلناها لكم من شعائر الله ، لا يجوز للمسلمين أن يشاركوا مع المشركين فى منع ذبح البقـر ،

قطعات الى حضرة حاتم الزمان الفاضل حسين حلمي بن سعيد استانبولي من

الفقير ابي محمد الويلثوري المليباري عفي عنهما الباري

أملجاك حلبي يا حسين عليكم — سلام من الله الكريم برحمة

أقمت علوم الدين أعليت صوته — بإقماع بدعات وإحياء سنة

فكم من علوم قد نشرت طباعها — تداركتها قد كان قرب اليباسة

فأنفقت فيها المال تبرا ودرهما — تزيد على قنطار ياقوت درة

ولا غرو فيها حيث تجزى بنية — قد ابتاع ربي منك كلا بجنة

روى قول ملك أعط خلفا لمنفق — وفاستبشروا بالبيع جاء بآية

إلينا أتى منكم رسائل جمة — بغير حساب نسخة بعد نسخة

فيا شيخنا هذا كتاب هداية — لمن وفق الهادي صراط استقامة

فلا تجعلنها يا ملاذي كعظمة الـــسمنا جاءة مردودا إلينا بخيبة

على صنعكم جازى الإله بجنة — ويجمعنا فيها بأهل النبوة

تمت

Bava Musliar
Mudarris Valavannur
Juma masjid Kerala
KALPAKANCHERI
INDIA

هذان الكتابان (المدارج السنية) و (العقائد الصحيحة فى ترديد الوهابية النجدية) يوضحان أن قراءة الصلوات على رسولنا محمد «صلى الله عليه وسلم» ثواب عظيم و أن الاسقاط والدور لازم كى يعفوا لمن مات وعليه عبادة ناقصة و حقوق للعباد و أن أرواح الأنبياء والشهداء والاولياء مطلعون على أمور الدنيا بعد موتهم و أن الله تعالى يرحم الأحياء بشفاعتهم وكذلك يشرحان كيفية الدعاء وأعمال الخيرات والحسنات للاموات كلا الكتابين فى اللغة العربية مع اردو ترجمة

المكتبة الحقيقة

These books, **Madârijussaniyya, Al-aqaid-us-sahiha fi tardid-il-wahhabiyyat-in-Najdiyya,** inform that it is very thawâb to say the salawât for our Prophet, that it is necessary to perform dawr and isqât for a deceased person so that his sins pertaining to worships and to hte rights of creatures will be pardoned, that the souls of martyrs and the Awliyâ are aware of the world after their death, that through their intercession Allahu ta'âlâ will show mercy to the living, and teaches how to do prayers and pious and charitable deeds for the dead. Both of these books, in Arabic, also contain their Urdu translations.

HAKÎKAT KİTABEVİ

عالمگیر اسلامی تنظیم الدعوة الاسلامية العالمية فرع آزاد کشمیر (پاکستان)

(دی ورلڈ اسلامک مشن ، آزاد کشمیر برانچ - جامع مسجد مدینہ سیکٹر سی ٹو میرپور آزاد کشمیر پاکستان)

THE WORLD ISLAMIC MISSION

(An International Religious Organisation) Central Office:- (U.K.)

Azad Kashmir Branch ; Jamia Masjid Madina - Sector C/2 Mirpur A.K. Pakistan

الدعوة الاسلامية العالمية تنتقد رأى سعد الحربين فى ازالة القبة الخضراء

عُقِدَتْ حفلةٌ بِبلدةِ ميرفور آزاد كشمير (باكستان) من فرع «الدعوة الاسلامية العالمية» بعد ان نشر رأى سعد الحربين فى المجلة «الدعوة» لازالة القبة الخضراء.

وكان العلامة محمد البشير رئيسا للحفلة.

اجتمع فيها اعضاء اللجنة من انحاء آزاد كشمير وحضرها عدد كبير من السامعين وخاطب فيها الاعضاء موضحين اهمية ابقاء القبة الخضراء التى قرة عيون المؤمنين العالم كله الذين يجدون زيارة القبة الخضراء وسيلة لنجاتهم لقول الرسول صلى الله عليه وسلم «من زار قبرى وجبت له شفاعتى» وهذا الرأى المذموم لسعد أكبر الفتن، وخدعة عظمى ومكر خفى لأعداء الاسلام - هل يمكن ان يكون هذا الرأى القبيح لمحب للاسلام؟ من ليسعى لازالة شعائر الله !- لا والله. بل يمكن ان تكون الايادى الخفيه والقوى الصيهونية تعمل خلف هذا الرأى القبيح. لا كذب ان نقول ان إخراج جنائز الأصحاب وجنازة السيد عبدالله ابى الرسول (عليه السلام ورضوان الله عليهم)، سبب للاجتراء على الرأى لازالة القبة الخضراء - هذه فتنة عظيمة لا خير فيها الا ان تدفن

يجب على المملكة السعوديه العربيه ان تشرح الوجوه المكنة التى تلعب وتداعب مداعبة كريهة بقلوب المسلمين المملوئة بحب الرسول وبحب قبته الخضراء لاجله عليه السلام - لا شك فيه اننا نحب العرب للحرمين الشريفين ولو لم يكن احترامهما فكيف تبقى المحبة لهم فى قلوبنا. ونحن نلتمس البلاد الاسلامية العالمية ان تخبر المملكة السعودية العربية بهذه الخدعة العظيمة و تسعى ان تدفن هذه الحيلة المذمومة فى التراب.

والسلام

١٥ ربيع الآخر ١٣٩٨

٢٤ مارت ١٩٧٨

(اعضاء فرع «الدعوة الاسلامية العالمية» بآزاد كشمير ميرفور)

MIRPUR-A.K. PAKISTAN

İş bu (Medaricüssenlyye) ve (El-akaid-üs-sahiha fi-terdid-il-vehhâbıyyet-in Necdiyye) kitablarında, Peygamberimize salavat okumanın çok sevab olduğu ve vefat eden kimsenin ibadetlerindeki kusurlarını ve kul haklarını af'vvettirmek için devir ve iskat yapmak lâzım olduğu ve Peygamberlerle şehitler ve evliyanın öldükden sonra ruhlarının dünyadan haberdar oldukları ve bunların şefaatiyle Allahü teâlânın dirilere merhamet edeceği ve ölüler için nasıl düâ ve hayrat ve hasenât yapılacağı bildirilmekdedir. Her iki kitap arapça olup, Urdu diline tercemeleri dahi vardır. İçinde osmanlıca yazı hiç yoktur.

HAKİKAT KİTABEVİ

ice: 400 TL.